Scanned with CamScanner

ماورا پبلشرز

۳ بہاولپور روڈ

لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

ناشر : ماورا پبلشرز

مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت : 40 روپے

بار سوئم : ۱۹۸۵ء

انتساب

اُس کے نام

جس کی محبّت میری شاعری کا سرمایہ ہے

Scanned with CamScanner

باذوق لوگوں کے لیے

ماورا پبلشرز کی کتابیں

خوبصورت کتابیں

تزئین و اہتمام

خالد شریف

Scanned with CamScanner

خالد شریف

جی چاہتا ہے تمہارا شکریہ ادا کروں کہ "برگِ صحرا"
کی ترتیب سے اشاعت تک تمہاری ذاتی توجہ،
محنت اور محبّت اگر شامل نہ ہوتی تو یہ مجموعۂ خیال
شاید ابھی مُدّتوں "فرد فرد" ہی رہتا ــــ مگر
اظہارِ تشکُّر سے گریزاں بھی ہوں کہ تم میرے ناشر
نہیں، دوست اور بھائی ہو اور دوستوں کے لیے
شکریہ کیسا؟

محسن نقوی

فہرست غزلیات

۱ — اُجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہُوا کر ، ۱۷

۲ — میں خود زمیں ہوں مگر ظرف آسمان کا ہے ، ۱۹

۳ — بول اے سکوتِ دل کہ درِ بے نشاں کھُلے ، ۲۱

۴ — شفق کی جھیل میں جب سنگِ آفتاب گرے ، ۲۲

۵ — بجز ہَوا کوئی جانے نہ سلسلے تیرے ، ۲۳

۶ — میں دل پہ جبر کروں گا تجھے بھلا دوں گا ، ۲۵

۷ — وحشت میں سکون ڈھونڈتی ہے ، ۲۸

۸ — بچھڑ کے مجھ سے کبھی تُو نے یہ بھی سوچا ہے ؟ ۳۰

۹ — وہ دے رہا ہے دلاسے تو عمر بھر کے مجھے ، ۳۲

۱۰ — سمجھ سکا نہ مرے چاند کوئی درد ترا ، ۳۴

۱۱ — مجھے خلا میں بھٹکنے کی آرزو ہی سہی ، ۳۵

۱۲ — فن میں یہ معجزہ بھی پیدا کر ، ۳۷

۱۳ — نبی نہ تھے مگر انساں پہ جاں چھڑکتے تھے ، ۳۹

۱۴ — سر بارِ دوشِ وحشت و موجِ نفس عذاب ، ۴۱

۱۵ — دل وقفِ سیلِ دیدۂ پُر آب ہی تو ہے ، ۴۲

Scanned with CamScanner

۱۶ — جسم تڑپا ہے خاک پر تنہا ، ۴۴

۱۷ — میری محبت تو ایک گرد ہے، تیری وفا بے کراں سمندر ، ۴۶

۱۸ — ہم جو پہنچے سرِ مقتل تو یہ منظر دیکھا ، ۴۸

۱۹ — خوشی کا غم ہے نہ غم کی کوئی خوشی اب تو ، ۴۹

۲۰ — اس طرح مرے ذہن میں اُترا ہوا تو ہے ، ۵۰

۲۱ — لہو کی موج ہوں اور جسم کے حصار میں ہوں ، ۵۲

۲۲ — سوز اتنا تو نوا میں آئے ، ۵۳

۲۳ — شامل مرا دشمن صفِ یاراں میں رہے گا ، ۵۵

۲۴ — نیا ہے شہر، نئے آسرے تلاش کروں ، ۵۷

۲۵ — گم صم ہُوا، آواز کا دریا تھا جو اک شخص ، ۵۹

۲۶ — لوگوں کے لیے صاحبِ کردار بھی میں تھا ، ۶۱

۲۷ — اُجڑ اُجڑ کے سنورتی ہے تیرے ہجر کی شام ، ۶۳

۲۸ — ایسا تنہا گھر میں کیونکر جائیے ، ۶۵

۲۹ — وہ جس کا نام بھی لیا پہیلیوں کی اوٹ میں ، ۶۷

۳۰ — پھر وہی میں ہوں وہی درد کا صحرا یارو ، ۶۸

۳۱ — ہم وہ ہیں جن کو حفظِ مراتب کا غم نہیں ، ۷۰

۳۲ — لوٹ کر کوئی آتا ہے کب، دیکھیے ، ۷۱

۳۳ — ہم کو بھی چھپا اے شبِ غم اپنے پروں میں ، ۷۳

۳۴ — خواہشوں کے زہر میں اخلاص کا رس گھول کر ، ۷۵

۳۵ — چبھتے اشکوں سے کبھی آنکھیں نہ چمکایا کرو ، ۷۶

۳۶ — تمام عمر وہی قصۂ سفر کہنا ، ۷۷

Scanned with CamScanner

۳۷ ـ رہتے تھے پستیوں میں مگر خود پسند تھے ، ۷۹
۳۸ ـ بہت ہُوا کہ غمِ دو جہاں کی زد میں نہیں ، ۸۰
۳۹ ـ اب رفتگاں کی یاد کا کچھ تو پتا بھی دے ، ۸۲
۴۰ ـ فلک پر اک ستارہ رہ گیا ہے ، ۸۴
۴۱ ـ اِدراک پر محیط ہے ارض و سما کا دُکھ ، ۸۶
۴۲ ـ وحشتیں بکھری پڑی ہیں ، جس طرف بھی جاؤں میں ، ۸۷
۴۳ ـ اہلِ جفا سے ربطِ وفا توڑ دیجیے ، ۸۹
۴۴ ـ چھڑ گئی اُس سے اہلِ درد کی بات ، ۹۰
۴۵ ـ ہر اِک قدم پہ یہ خدشہ مری نگاہ میں ہے ، ۹۱
۴۶ ـ روشنی تیرے سفیروں کا نشاں باقی ہے ، ۹۲
۴۷ ـ یوں جشنِ وفا منا رہا ہوں ، ۹۴
۴۸ ـ یہ دل یہ پاگل دل مرا کیوں بجھ گیا آوارگی ! ، ۹۵
۴۹ ـ وہ کون لوگ تھے اُن کا پتا تو کرنا تھا ، ۹۶
۵۰ ـ اِتنی مدّت بعد ملے ہو ، ۹۷
۵۱ ـ تجھ سے ربط اِتنا غمِ شام و سحر ، اپنا ہے ، ۹۹
۵۲ ـ بچھڑ کے تجھ سے یہ سوچوں کہ دل کہاں جائے ، ۱۰۱
۵۳ ـ اہلِ دل جاں سے بھی گزر آئے ، ۱۰۳
۵۴ ـ جب دھوپ مجھے پیکرِ آزار بنا دے ، ۱۰۵
۵۵ ـ ہر سُو خیالِ یار کی چادر سی تان کر ، ۱۰۷
۵۶ ـ موجِ خوشبو کی طرح بات اُڑانے والے ، ۱۰۹
۵۷ ـ بکھر رہے ہیں خد و خال چار سُو میرے ، ۱۱۰

Scanned with CamScanner

۵۸ — سورج کو دفنانے آئے ، ۱۱۱

۵۹ — اگر یہ خلق بھی مقتل میں لمحہ بھر ٹھہرے ، ۱۱۴

۶۰ — بہار کیا اب خزاں بھی مجھ کو گلے لگائے تو کچھ نہ پائے ، ۱۱۵

۶۱ — جلا کے تو بھی اگر آسرا نہ دے مجھ کو ، ۱۱۷

۶۲ — سکوں کے دن سے فراغت کی رات سے بھی گئے ، ۱۱۹

۶۳ — خواب بکھرے ہیں سہانے کیا کیا ، ۱۲۰

۶۴ — وہی تھا رنگ اُداسی کا رہگزر جیسا ، ۱۲۱

۶۵ — جب سے اُس نے شہر کو چھوڑا ہر رستہ سنسان ہُوا ، ۱۲۲

۶۶ — جتنے بھی سخنور ہیں سبھی مہر بہ لب ہیں ، ۱۲۴

۶۷ — اب کیا ہُوئیں وہ صحبتیں اے دل وہ بزم آرائیاں ، ۱۲۶

۶۸ — اجنبی شہر لگے صورتِ زنداں مجھ کو ، ۱۲۸

۶۹ — وہ صبا زادہ سہی ، صرصر بھی ہے ، ۱۳۰

۷۰ — اُس کو اپنے گھر کے سناٹے سے کتنا پیار تھا ۱۳۲

۷۱ — رہروِ فرات کا نہ مسافر ہوں نیل کا ، ۱۳۳

۷۲ — جذبے کو زبان دے رہا ہوں ، ۱۳۴

۷۳ — سنگدل کتنے ترے شہر کے منظر نکلے ، ۱۳۶

۷۴ — وہی قصے ہیں وہی بات پُرانی اپنی ، ۱۳۸

۷۵ — اب تو ہر اک آن بدلتی رُت سے جی ڈرتا ہے ، ۱۳۹

۷۶ — رات باقی رہے کہ ڈھل جائے ، ۱۴۱

۷۷ — اِس شہر میں ایسی بھی قیامت نہ ہُوئی تھی ، ۱۴۳

۷۸ — وہ لوگ جن کو ستاروں کی جستجو ہے بہت ، ۱۴۴

Scanned with CamScanner

۷۹ — تجھ پر بھی فسونِ دہر کا چل جائے گا آخر ، ۱۴۶
۸۰ — ٹھہر جاؤ کہ حیرانی تو جائے ، ۱۴۷
۸۱ — میں کل تنہا تھا، خلقت سو رہی تھی ، ۱۴۸
۸۲ — یہ کیا کہ دن کو بھی رات لکھّو ، ۱۵۰
۸۳ — چاندنی جب خوف کے منظر کو عریاں کر گئی ، ۱۵۲
۸۴ — باغی میں آدمی سے نہ منکر خدا کا تھا ، ۱۵۳
۸۵ — بہروپ نیا بدل رہے ہیں ، ۱۵۵
۸۶ — میں کیوں نہ ترکِ تعلق کی ابتدا کرتا ، ۱۵۶
۸۷ — کچھ اپنی آنکھ بھی ہے خمارِ انا سے مست ، ۱۵۷
۸۸ — نہ پوچھ غم نے دکھائی ہیں بستیاں کیسی ؟ ۱۵۸
۸۹ — آنکھیں کھلی رہیں گی تو منظر بھی آئیں گے ، ۱۵۹
۹۰ — گھور اندھیروں کی نگری میں جنسِ ہنر کو عام کریں ، ۱۶۰
۹۱ — صحرا کو فرات کہہ رہا ہوں ، ۱۶۱
۹۲ — امرت تری چاہت کا پیئے بن نہ رہا جائے ، ۱۶۲
۹۳ — دل مرجھائے پھولوں جیسا ، چہرے پہ ہریالی ہے ، ۱۶۳
۹۴ — یہ ہم نے دیکھا تھا خواب پیارے ندی کنارے ، ۱۶۵
۹۵ — اب یہ خواہش ہے کہ اپنا ہمسفر کوئی نہ ہو ، ۱۶۷
۹۶ — ریشم زلفوں نیلم آنکھوں والے اچھے لگتے ہیں ، ۱۶۸
۹۷ — اک دیا دل میں جلانا بھی بجھا بھی دینا ، ۱۶۹
۹۸ — شہر کی دھوپ سے پوچھیں کبھی گاؤں والے ، ۱۷۱
۹۹ — جب تک ترے ہمسفر رہے ہیں ، ۱۷۳

Scanned with CamScanner

۱۰۰ ـ وہ دل کا بُرا نہ بے وفا تھا ، ۱۷۵

۱۰۱ ـ جو مقتلوں کو چلے تھے دلاوروں کی طرح ، ۱۷۹

۱۰۲ ـ یہ خوف دل میں نگاہ میں اضطراب کیوں ہے ، ۱۸۱

۱۰۳ ـ ہوس تو ہے کہ بلندی پہ تیرا گھر دیکھوں ، ۱۸۳

۱۰۴ ـ اب کوئی نہیں بہرِ تماشا سرِ مقتل ، ۱۸۵

۱۰۵ ـ سو بھی جاؤں تو سرِ اک خواب بُرا ہی دیکھوں ، ۱۸۷

۱۰۶ ـ گلا نہیں کوئی تجھ سے جو تو دکھائی نہ دے ، ۱۸۹

۱۰۷ ـ کہنے کو تو گزرے کئی طوفاں بھی سر سے ، ۱۹۱

شیرازہ ، ۱۹۳ تا ۲۰۰

Scanned with CamScanner

پسِ غبارِ سفر

مجھے ظاہر کے انبساط سے باطن کا دُکھ زیادہ پسند ہے، کیونکہ ظاہر کا انبساط اپنے ناپائیدار تاثر کی بنا پر نامحسوس صورت اختیار کر کے ذہن سے محو ہو جاتا ہے، اِس کے برعکس باطن کے دُکھ کی ہر کروٹ نہ صرف دل و دماغ کے لیے جراحت افزا ثابت ہوتی ہے بلکہ اکثر اوقات اس کی شدّت سے "حواس" تک پگھلنے لگتے ہیں۔

اِس "غیر واضح"، مگر مسلسل تفریق کا "مانُوس تاثّر" ذہن میں ہر لحظہ ایک دھندلی لکیر کی صورت میں اُبھر اُبھر کر مٹتا رہتا ہے۔

اِس لیے "اظہار" کے لیے حواس کو شعوری طور پر ظاہر و باطن کے عمل اور ردِّ عمل کے لیے وقف کر کے "ردّ و قبول" کے مراحل سے گزر کر "حاصل" کو واضح اور وجیہہ "خد و خال"، عطا کرنے کا نام میرے نزدیک "فن" ہے۔

"فن" ہر لمحہ "فنکار" کی ذات کو ریزہ ریزہ تراش کر خود "قطرہ قطرہ اُس کی نَس نَس میں بس جانے کے غیر مختتم عمل میں مصروف رہتا ہے۔

"جذب و آمیزش" کے یہ سلسلے "فنکار" کے لیے اِنتہائی "تکلیف دہ" ہونے کے باوجود جبلّی طور پر نہایت ضروری ہیں۔

جہاں تک "فن" کی تخلیق کے محرّکات کا تعلّق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ احساس فن کی تخلیق کا محرّک بن سکتا ہے — جو جذبہ و خیال کی غیر مرئی سرحدوں کو چھُو لینے کی صلاحیّت رکھتا ہو۔ پھر فنکار کو بھی اس قسم کی ہر تحریک کے تقاضے اپنے شعور کے زنداں میں مقفل رہ کر پورے کرنا ہوتے ہیں جس کی بنیاد احساس کے ہاتھوں جذبہ و خیال

کی مشترکہ سرحدوں پر رکھی گئی ہو۔ کوئی بھی فنکار مشاہدے کی حد تک تو اپنے ہمسفروں کا ساتھ دے سکتا ہے مگر تخلیقی محسوسات کے عمل سے گزرتے وقت وہ ہر لحاظ سے تنہا ہوتا ہے اور یہی تنہائی اُس کی ذات کا تشخّص کرنے کا فرض بھی انجام دیتی ہے!

میرا خیال ہے کہ "کمالِ فن" کے عناصر مشاہدے کی بے پناہ وسعت، شعور کی شدید پختگی، تجربے کی عمیق گہرائی، جذبہ وخیال کی ہم آہنگ سچائی اور اظہار کی آفاق گیر توانائی سے ترتیب پاتے ہیں۔

یعنی فنکار جب خارجی عوامل کی اجتماعی شکل پر داخلی کرب کی تہہ چڑھاتا ہے تو جذبہ وخیال کی تمام تر توانائیاں اِس غیر واضح اور مبہم صورت کو تجربے کی آنچ دے کر "واضح ابلاغ" کے شفاف پیکر میں ڈھال دیتی ہیں۔ یہ صورتِ حال اپنی ہیئت کے اعتبار سے ایک ایسے "فن پارہ" کی شکل میں نمو پذیر ہوتی ہے جو "زمان ومکان" کی خود ساختہ حدود سے ماورا، اور ماہ وسال کی گرد سے محفوظ ہوتا ہے' اس موڑ پر پہنچ کر فنکار تیقّن کا لہجہ اختیار کرتا ہے اور یہی تیقّن اُسے کائنات سے زیادہ اپنی [illegible] اعتماد کرنے کی بشارت دیتا ہے۔

[illegible]یقان واعتماد کی اس "خمار آلود" فضا میں فنکار کی زبان "سند"، قول "مستند" اِرادہ محکم' اور مشاہدہ "منفرد" ٹھہرتا ہے' پھر اُس کی آواز ہجومِ ہمسفراں میں بھی اپنی پہچان کھو نہیں پاتی' اور وہ اپنے آپ کو سارے عالم پر چھایا ہُوا محسوس کرتا ہے' یہی وہ مقامِ معرفت ہے جہاں حقیقتِ اشیاء اپنے چہرے سے تمام نقابیں اُٹھا کر فنکار پر کشف کے تمام باب کھول دیتی ہے' اور حلقۂ دامِ خیال خود بخود ٹوٹ جاتا ہے، غیب سے مضامین آتے ہیں، "صریرِ خامہ" نوائے سروش میں ڈھلتی ہے' ہر لفظ گنجینۂ معنی کا طلسم، ہر بات عکسِ آیاتِ سماوات' ہر استعارہ ابروئے ہستی کا اشارہ، ہر تلمیح اسرارِ عالم کی توضیح، اور ہر انداز خلوتِ یار کا محرمِ راز نظر آتا ہے' لیکن کمالِ فن کو پرکھنا بھی تو بجائے خود ایک "فن" ہے' کیونکہ میرے نزدیک آج تک کوئی ایسا پیمانۂ فکر ونظر ایجاد نہیں ہُوا جو "کمالِ فن" کے آخری نقطے

Scanned with CamScanner

کا تعین کر سکا ہو اور شاید ارتقائے فن کا راز بھی اِسی نکتے میں پوشیدہ ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو میر و غالب کے نقّاد دو علیحدہ علیحدہ راستوں پر نہ چل نکلتے، حالانکہ جہاں میر نے ترتیبِ فن کے لیے ع "درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان ہُوا" کہہ کر فن کی ہمیشگی کا بھید کھولا ہے، وہاں غالب نے بھی "فن" کی ابدیت کے لیے یہ کڑی شرط لگا دی کہ ع "پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی"

غالب کی دل گداختگی ہو یا میر کی دردآشنائی، دونوں اپنے اندر ایک سچے اور کھرے فنکار کی فراخدلانہ حوصلہ مندی اور فنکارانہ ایذا پسندی پر داد خواہی کا بھرپور تاثر رکھتی ہیں۔ بات میر یا غالب کی ذات تک محدود نہیں بلکہ ہر فنکار خواہ وہ اپنے ناقد کی نظر میں کتنا حقیر کیوں نہ ہو، فن کے دشتِ خار میں قدم رکھتے ہوئے "برہنہ پائی" کے آداب کا لحاظ ضرور رکھتا ہے، اور میری نظروں میں اُس کی برہنہ پائی اگر "قابلِ اعزاز" نہیں تو کم از کم لائقِ تحسین ضرور ہے، کہ "منجمد کہسار" سے وہ "کوہکن" بہر نوع زیادہ بلند مرتبت اور عظیم ہے جو تیشہ بکف رہ کر "سینۂ کوہسار" میں چھپے ہوئے "بھید" کا علم رکھتا ہے اور پھر اُس "بھید" سے اپنی بستی کے سادہ لوح لوگوں کو آگاہ بھی کرتا ہے،

البتہ یہ ضروری نہیں کہ ہر "کوہکن"، فن کے "بے ستوں" سے "فکر" کی "جوئے شیر" نکال کر اپنی پیشانی پر "دائمی شہرت" کا کتبہ بھی نصب کر سکے! کیونکہ ایک فنکار اپنے اندر کی کائنات میں اتنا گم ہوتا ہے کہ اُسے اپنے باہر کی فضا میں گونجتے ہوئے ہنگاموں کی بعض اوقات خبر بھی نہیں ہونے پاتی، اُسے اپنے محسوسات کی عکّاسی کے لیے کئی زندگیاں ضرورت ہوتی ہیں کہ اُس کے اپنے عناصر منتشر ہونے میں جتنا وقت لگتا ہے اُس سے کہیں زیادہ مدّت اُسے کائنات کے بکھرے ہوئے ریزوں کو یکجا کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے، اِس لیے وہ مختصر ترین عرصہ میں "فن" کے خد و خال کو جس قدر بھی سنوار سکتا ہے وہی غنیمت ہے۔

یہاں یہ بحث ہی فضول ہے کہ کون کتنا نام آور ہے؟

جہاں تک میری ذات کا تعلّق ہے، مجھے کبھی بھی یہ خواہش نہیں رہی کہ میں "فن" کے پُر ہول دشتِ خار میں اپنے ہمسفروں کا میرِ کارواں بنوں۔ ابھی تو مجھے اپنی پہچان

کے کتنے مراحل طے کرنا ہیں۔ اور پھر مجھے تو "کارواں" سے "گردِ کارواں" زیادہ عزیز ہے کہ وہ اپنے کارواں کی واضح جہت کی "مستند علامت" سمجھی جاتی ہے۔

مجھے اپنے فکر کی کم مائیگی سے ندامت ہے نہ مشاہدے کی کوتاہ قامتی سے کوئی شکایت بلکہ مطمئن ہوں کہ میرے دامن میں جو کچھ بھی ہے وہ "میرا" ہے اور یہی احساس کبھی کبھی مجھے اپنے "ہونے" کا یقین دلاتا ہے،

"برگِ صحرا" میری ذہنی آوارگی کا آئینہ ہے اور میری فکری شکست و ریخت کی نامکمل تاریخ بھی۔ اس کے اشعار میں آپ مجھے بھی تلاش کر سکتے ہیں اور میرے شاعرانہ کردار کا سراغ بھی لگا سکتے ہیں۔

میں قلم کی نوک کو ضمیرِ آدم کی زبان سمجھتا ہوں اور فن کی شریعت میں جھوٹ بولنا میرے نزدیک ایک ایسا گناہ ہے جسے نہ تنقید برداشت کر سکتی ہے اور نہ تاریخ میں روایت کا منکر ہوں نہ جدّت کا باغی بلکہ یوں ہے کہ میرے پاؤں ماضی کی "سنہری خاک" میں دھنسے ہوئے ہیں اور سر مستقبل کے روشن خلاؤں کی زد میں ہے اس لیے میری شاعری بھی دونوں زمانوں کے ذائقوں کی شاعری ہے۔ "برگِ صحرا" کی اشاعت سے میں نہ تو اتنا نادم ہوں کہ آپ سے معذرت چاہوں اور نہ ہی اتنا مطمئن کہ آپ کی رائے سے بھی بے نیاز ہو جاؤں۔

میرے اشعار خواب ہیں، سچ مچ کے خواب جو اپنی تعبیروں کے لیے اکثر میری نیندیں جلا کر مجھے جاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں اگر آپ بھی کچھ دیر کو میرے ساتھ جاگ سکتے ہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ ورنہ مجھے تو بہر حال جاگنا ہی ہے!

محسن نقوی

۱۵ فروری ۱۹۷۸ء

○

اُجڑے ہُوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہُوا کر
حالات کی قبروں کے یہ کتبے بھی پڑھا کر

کیا جانیے کیوں تیز ہَوا سوچ میں گم ہے؟
خوابیدہ پرندوں کو درختوں سے اُڑا کر

اُس شخص کے تم سے بھی مراسم ہیں تو ہوں گے
وہ جھوٹ نہ بولے گا مرے سامنے آ کر

اب دستکیں دے گا تُو کہاں اے غمِ احباب!
میں نے تو کہا تھا کہ مرے دل میں رہا کر

ہر وقت کا ہنسنا تجھے برباد نہ کر دے
تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر

وہ آج بھی صدیوں کی مسافت پہ کھڑا ہے
ڈھونڈا تھا جسے وقت کی دیوار گرا کر

Scanned with CamScanner

برہم نہ ہو کم فہمی کوتہ نظراں پر ۔۔!
اے قامتِ فن اپنی بلندی کا گِلا کر

اے دل تجھے دشمن کی بھی پہچان کہاں ہے؟
تُو حلقۂ یاراں میں بھی محتاط رہا کر!

میں مر بھی چکا، مل بھی چکا موجِ ہوا میں
اب ریت کے سینے پہ مرا نام لکھا کر

پہلا سا کہاں اب مری رفتار کا عالم!
اے گردشِ دوراں ذرا تھم تھم کے چلا کر

اِس رُت میں کہاں پھُول کھلیں گے دلِ ناداں؟
زخموں کو ہی وابستۂ زنجیرِ صبا کر

اِک رُوح کی فریاد نے چونکا دیا مجھ کو
تُو اب تو مجھے جسم کے زنداں سے رہا کر

اِس شب کے مقدّر میں سحر ہی نہیں محسن
دیکھا ہے کئی بار چراغوں کو بجھا کر

Scanned with CamScanner

○

میں خود زمیں ہوں مگر ظرف آسمان کا ہے
کہ ٹوٹ کر بھی مرا حوصلہ چٹان کا ہے

بُرا نہ مان، مرے حرف زہر زہر سہی
میں کیا کروں کہ یہی ذائقہ زبان کا ہے

ہر ایک گھر پہ مسلط ہے دل کی ویرانی
تمام شہر پہ سایا مرے مکان کا ہے

بچھڑتے وقت سے اب تک میں یوں نہیں رویا
وہ کہہ گیا تھا، یہی وقت امتحان کا ہے

مسافروں کی خبر ہے نہ دکھ ہے کشتی کا
ہَوا کو جتنا بھی غم ہے وہ بادبان کا ہے

Scanned with CamScanner

جو برگِ زرد کی صورت ہوا میں اُڑتا ہے
وہ اِک ورق بھی مری اپنی داستاں کا ہے

یہ اور بات، عدالت نہ ہے بے خبر۔ ورنہ
تمام شہر میں چرچا مرے بیان کا ہے

اثر دکھا نہ سکا اُس کے دل میں اشک مرا
یہ تیر بھی کسی ٹوٹی ہُوئی کمان کا ہے

بچھڑ بھی جائے مگر مجھ سے بے خبر بھی رہے
یہ حوصلہ ہی کہاں میرے بدگمان کا ہے

قفس تو خیر مقدّر میں تھا مگر محسنؔ
ہوا میں شور ابھی تک مری اُڑان کا ہے

○

بول اے سکوتِ دل کہ درِ بے نشاں کھلے
مجھ پر کبھی تو عقدۂ ہفت آسماں کھلے

یوں دل سے ہمکلام ہُوئی یادِ رفتگاں!
جیسے اِک اجنبی سے کوئی رازداں کھلے!

سہمی کھڑی ہیں خوفِ تلاطم سے کشتیاں
موجِ ہوا کو ضد کہ کوئی بادباں کھلے

وہ آنکھ نیم وا ہو تو دل پھر سے جی اُٹھیں
وہ لب ہلیں تو قفلِ سکوتِ جہاں کھلے

وہ جبر ہے کہ سوچ بھی لگتی ہے اجنبی
ایسے میں کس سے بات کریں کیا زباں کھلے؟

جتنا ہوا سے بند قبا کھل گیا ترا!
ہم لوگ اِس قدر بھی کسی سے کہاں کھلے؟

محسن کی موت اِتنا بڑا سانحہ نہ تھی
اِس سانحے پہ بال ترے رائیگاں کھلے

○

شفق کی جھیل میں جب سنگِ آفتاب گرے
ہمارے گھر پہ سیہ رات کا عذاب گرے

کہیں تو گردشِ ایّام تھک کے سانس بھی لے!
کبھی تو خیمۂ افلاک کی طناب گرے

کواڑ بند رکھو، برق ڈھونڈتی ہے تمھیں
کسے خبر کہ کہاں خانماں خراب گرے؟

سرشکِ درد کھُلا اُس کے پیرہن پہ بہت
زمیں کی گود میں جیسے کوئی گلاب گرے

Scanned with CamScanner

کھُلی ہیں جھیل سی آنکھیں نہ جُوئے درد چلی
اُفق سے کٹ کے کہاں عکسِ ماہتاب گرے؟

کہیں تو سلسلۂ انتظار ختم بھی ہو!
کسی طرح تو یہ دیوارِ اضطراب گرے

کسی کے رائیگاں اشکوں کا کچھ حساب تو کر
فلک سے یوں تو ستارے بھی بے حساب گرے

غزل کے روپ میں وہ رُوبرُو جو ہو محسنؔ
لبوں سے لفظ اُڑیں، ہاتھ سے کتاب گرے

Scanned with CamScanner

○

بجز ہوا، کوئی جانے نہ سلسلے تیرے!
میں اجنبی ہوں، کروں کس سے تذکرے تیرے؟

یہ کیسا قرب کا موسم ہے اے نگارِ چمن!
ہوا میں رنگ نہ خوشبو میں ذائقے تیرے

میں ٹھیک سے تری چاہت تجھے جتا نہ سکا
کہ میری راہ میں حائل تھے مسئلے تیرے!

کہاں سے لاؤں ترا عکس اپنی آنکھوں میں
یہ لوگ دیکھنے آتے ہیں آئینے تیرے

گلوں کو زخم، ستاروں کو اپنے اشک کہوں
سُناؤں خود کو ترے بعد تبصرے تیرے

یہ دَرد کم تو نہیں ہے کہ تُو ہمیں نہ مِلا
یہ اور بات کہ ہم بھی نہ ہو سکے تیرے

جُدائیوں کا تصوّر رُلا گیا تجھ کو!
چراغ شام سے پہلے ہی بجھ گئے تیرے

Scanned with CamScanner

ہزار نیند جلاؤں ترے بغیر مگر
میں خواب میں بھی نہ دیکھوں وہ رتجگے تیرے

ہوائے موسمِ گُل کی ہیں لوریاں، جیسے
بکھر گئے ہوں فضاؤں میں قہقہے تیرے

کسے خبر کہ ہمیں اب بھی یاد ہیں محسنؔ
وہ کر وٹیں شبِ غم کی وہ حوصلے تیرے

Scanned with CamScanner

○

میں دل پہ جبر کروں گا، تجھے بھُلا دوں گا
مروں گا خود بھی تجھے بھی کڑی سزا دوں گا

یہ تیرگی مرے گھر کا ہی کیوں مقدّر ہو؟
میں تیرے شہر کے سارے دیئے بجھا دوں گا

ہَوا کا ہاتھ بٹاؤں گا ہر تباہی میں!
ہَرے شجر سے پرندے میں خود اُڑا دوں گا!

وفا کروں گا کسی سوگوار چہرے سے!
پُرانی قبر پہ کتبہ نیا سجا دوں گا

Scanned with CamScanner

اسی خیال میں گزری ہے شامِ درد اکثر
کہ درد حد سے بڑھے گا تو مسکرا دوں گا

تو آسمان کی صورت ہے، گر پڑے گا کبھی
زمیں ہوں میں بھی مگر تجھ کو آسرا دوں گا

بڑھا رہی ہیں مرے دکھ، نشانیاں تیری
میں تیرے خط، تری تصویر تک جلا دوں گا

بہت دنوں سے مرا دل اداس ہے محسنؔ
اس آئینے کو کوئی عکس اب نیا دوں گا

Scanned with CamScanner

○

وحشت میں سکون ڈھونڈتی ہے
جنگل کی ہَوا ابھی سر پھری ہے

اس دل میں بسی ہے یاد تیری
پتھّر میں کرن چھپی ہُوئی ہے

یہ سوچ کے ہنس پڑے ستارے
اِنسان فلک پہ اجنبی ہے

زنداں میں ہَوا کہاں سے آئی؟
دیوار کہاں سے گر پڑی ہے؟

اب پھول ملیں تو سنگ سمجھو!
اس شہر کی رُت بدل چکی ہے

Scanned with CamScanner

رونق تو وہی ہے تو پھر بھی جیسے
اِک شخص کی شہر میں کمی ہے

خود کو بھی مری نظر سے دیکھو
مخلوق تو جھوٹ بولتی ہے

گھر اپنا یہ کس نے پھونک ڈالا؟
تا حدِّ نگاہ روشنی ہے!

ملتے ہو لباسِ دوستی میں
سوچو یہ کہاں کی دشمنی ہے؟

بندے بھی خدا بنے ہوئے ہیں
محسنؔ یہ کمالِ بندگی ہے

Scanned with CamScanner

○

بچھڑ کے مجھ سے کبھی تُو نے یہ بھی سوچا ہے
اَدھورا چاند بھی کتنا اُداس لگتا ہے

یہ ختمِ وصل کا لمحہ ہے، رائیگاں نہ سمجھ
کہ اِس کے بعد وہی دُوریوں کا صحرا ہے

کچھ اور دیر نہ جھڑنا اُداسیوں کے شجر
کسے خبر ترے سائے میں کون بیٹھا ہے؟

یہ رکھ رکھاؤ محبّت سکھا گئی اُس کو
وہ روٹھ کر بھی مجھے مسکرا کے ملتا ہے

میں کس طرح تجھے دیکھوں، نظر جھجکتی ہے
ترا بدن ہے کہ یہ آئینوں کا دریا ہے؟

کچھ اس قدر بھی تو آساں نہیں ہے عشق ترا
یہ زہر دل میں اُتر کر ہی راس آتا ہے

میں تجھ کو پا کے بھی کھویا ہُوا سا رہتا ہوں
کبھی کبھی تو مجھے تُو نے ٹھیک سمجھا ہے

مجھے خبر ہے کہ کیا ہے جدائیوں کا عذاب
کہ میں نے شاخ سے گل کو بچھڑتے دیکھا ہے

میں مسکرا بھی پڑا ہوں تو کیوں خفا ہیں یہ لوگ
کہ پھول ٹوٹی ہُوئی قبر پر بھی کھِلتا ہے

اُسے گنوا کے مَیں زندہ ہوں اِس طرح محسنؔ
کہ جیسے تیز ہَوا میں چراغ جلتا ہے

Scanned with CamScanner

○

وہ دے رہا ہے "دِلاسے" تو عمر بھر کے مجھے
بچھڑ نہ جائے کہیں پھر اُداس کر کے مجھے

جہاں نہ تُو نہ تری یاد کے قدم ہوں گے
ڈرا رہے وہی مرحلے سفر کے مجھے

ہوائے دشت مجھے اب تو اجنبی نہ سمجھ!
کہ اب تو بھُول گئے راستے بھی گھر کے مجھے

یہ چند اشک بھی تیرے ہیں شامِ غم لیکن
اُجالنے ہیں ابھی خال و خد سحر کے مجھے

Scanned with CamScanner

دِل تباہ ترے غم کو ٹالنے کے لیے!
سُنا رہا ہے فسانے اِدھر اُدھر کے مجھے،

قبائے زخم بدن پر سجا کے نکلا ہوں
وہ اب مِلا بھی تو دیکھے گا آنکھ بھر کے مجھے

کچھ اس لیے بھی میں اُس سے بچھڑ گیا محسنؔ
وہ دُور دُور سے دیکھے ٹھہر ٹھہر کے مجھے

Scanned with CamScanner

○

سمجھ سکا نہ مرے چاند کوئی درد ترا
مثالِ برگِ خزاں رنگ کیوں ہے زرد ترا

جتا رہا ہے مجھے کتنی صحبتوں کا فراق
بجھا بجھا یہ بدن، ہاتھ سرد سرد ترا

وہ فاصلہ جسے صحرائے آگہی کہیئے!
بھٹک گیا اُسی صحرا میں رہ نورد ترا

بچھڑ چلا ہے تو اپنے نشاں مٹاتا جا!
پتہ بتائے گی اب راستے کی گرد ترا!

بکھر بکھر کے ہوا نے یہ کارواں سے کہا
بچھڑ گیا کسی رستے میں کوئی فرد ترا

Scanned with CamScanner

○

مجھے خلا میں بھٹکنے کی آرزو ہی سہی
کہ تُو ملے نہ ملے تیری جستجو ہی سہی

قریبِ آشبِ تنہائی، تجھ سے پیار کریں
تمام دن کی تھکن کا علاج تو ہی سہی

بڑے خلوص سے ملتا ہے جب بھی ملتا ہے
وہ بے وفا تو نہیں ہے بہانہ جُو ہی سہی

مگر وہ اَبر سمندر پہ کیوں برستا ہے؟
زمین بانجھ سہی، خاک بے نمُو ہی سہی

تم اپنے داغِ سرِ پیرہن کی بات کرو
ہمارا دامنِ صد چاک بے رفو ہی سہی

Scanned with CamScanner

یہ ناز کم تو نہیں ہے کہ اُن سے مل آئے
وہ ایک پل کو سرِ راہ گفتگو ہی سہی

جو اپنے آپ سے شرمائے، کس سے بات کرے؟
میں آئینے کی طرح اُس کے رُو برُو ہی سہی

کسی طرح تو یہ تنہائیوں کی شام کٹے
وصالِ یار نہیں، قربتِ عدو ہی سہی

یہ سجدۂ سرِ مقتل کا وقت ہے محسن
خود اپنے خونِ رگِ جاں سے اب وضو ہی سہی

Scanned with CamScanner

○

فن میں یہ معجزہ بھی پیدا کر
پتھروں سے بشر تراشا کر

کب سے اپنی تلاش میں گم ہوں
اے خدا مجھ کو مجھ پہ افشا کر

جس پہ اب اُنگلیاں اُٹھاتا ہوں
اُس کو مانگا تھا ہاتھ پھیلا کر

اے بچھڑ کر نہ لَوٹنے والے!
دُکھ کی راتوں میں یاد آیا کر

جل چکا شہر، مر چکے باسی!
اب بجھی راکھ ہی کریدا کر

عمر بھر مجھ پہ برف برسی ہے
دشت کی دھوپ مجھ پہ سایا کر

Scanned with CamScanner

ایک تنہا شجر نے مجھ سے کہا !
میرے سائے میں روز بیٹھا کر

تُو کہ معجز نما ہے نام ترا
میں کہ ذرّہ ہوں مجھ کو صحرا کر

اے مرے کچھ نہ سوچنے والے!
اپنے بارے میں کچھ تو سوچا کر

میں عزادار ہوں اندھیروں کا
تو سحر ہے تو مجھ سے پردہ کر

اے سمندر کے ابرِ آوارہ !
دشت میں ایک پل تو ٹھہرا کر

کون بانٹے گا دکھ ترے مُحسنؔ؟
دوستوں سے بھی چُھپ کے رویا کر

Scanned with CamScanner

○

نبی نہ تھے مگر انساں پہ جاں چھڑکتے تھے
سُنا ہے اگلے زمانے کے لوگ اچھے تھے

وہ بستیاں بھی عجب تھیں وہ ہستیاں بھی عجب!
کہ آندھیوں میں بھی جن کے چراغ جلتے تھے

انھوں نے مجھ سے کہا تھا کسی سے لَو نہ لگا
اُجڑ کے سوچ رہا ہوں وہ لوگ سچے تھے!

خود اپنی ذات کا غم بھی شریکِ حال رہا
وگرنہ ہم ترے غم سے کہاں بہلتے تھے!

وہ شہر کیا ہوئے جن کے برہنہ تن باسی
ردائے برگ کو ملبوسِ جاں سمجھتے تھے

Scanned with CamScanner

وہ دَور بیت گیا جب ترے بغیر ہمیں
تمام شہر کے رستے اُداس لگتے تھے!

وہ لفظ بھول گئے جن کے آئینوں میں کبھی
ترے بدن کے خد و خال تک اُترتے تھے

وہ آنکھ بجھ گئی جس کی کرن کرن کے لیے
کبھی کبھی تو ترے ہونٹ بھی ترستے تھے!

وہ سحر ٹوٹ گیا جس کے آسرے پہ کبھی!
ہم آسماں کو بھی تیری گلی سمجھتے تھے

وہ رنگ رُوٹھ گئے جو ہوائے شام کے ساتھ
ترے خنک لب و رخسار پر بکھرتے تھے

تُو کل اِدھر سے جو گزرا تو اہلِ شہر کے ساتھ
بُرا نہ مان کہ ہم خود بھی تجھ پہ ہنستے تھے

○

سر بارِ دوشِ وحشت و موجِ نفس عذاب
آوارگی کی رُت میں ہے، کُنجِ قفس عذاب

آنکھیں بجھیں تو شہر میں ہر سُو بکھر گیا
بے منظری کے دُکھ میں مرے پیش و پس عذاب

ہر لحظہ انتظارِ نزولِ شعارِ برق!
تعمیرِ آشیاں کے لیے خار و خس، عذاب

اِس کے بغیر موت کو کیا کہیے، صرف حبس
اِس کے سوا حیات بھی کیا شے ہے، بس عذاب

دامن کی وسعتوں پہ نہ جا اے نگاہِ یار!
بخشش تری درست پر اپنی ہوس عذاب

اِس دورِ کور چشم و ہُنر ناشناس میں!
چشمِ کشادہ قہر، دلِ نکتہ رس عذاب

محسنؔ یہ فصلِ گل بھی قیامت تھی، ٹل گئی
اب دیکھنا پڑے گا پھر اگلے برس عذاب

Scanned with CamScanner

○

دل وقفِ سیلِ دیدۂ پُر آب ہی تو ہے
آخر کہیں رُکے گا کہ سیلاب ہی تو ہے

کافی ہے اضطراب کو دل میں لہو کی بُوند
وہ بھی مثالِ موجۂ سیماب ہی تو ہے

ہم سے نہ رُوٹھ، صبح کے تارے، ترے نثار
تُو بھی قبیلِ شیوۂ احباب ہی تو ہے

خوشبُو، ہوائیں ریزۂ پیراہنِ بہار!
شبنم، گلوں کا گریۂ شاداب ہی تو ہے

نوحہ، شکستِ دل کی ہے آوازِ بازگشت
نغمہ، سفیرِ جنبشِ مضراب ہی تو ہے

جو کچھ بھی سُن رہا تھا، صدائے سکوت تھی
جو کچھ بھی دیکھتا ہوں وہ سب خواب ہی تو ہے

Scanned with CamScanner

سیلِ فنا کی موج میں بہہ جائے گی کبھی!
اپنی زمیں بھی گردِ رُخِ آب ہی تو ہے

نکلے گا کب حدودِ مکاں سے بشر کا ذہن؟
اب بھی اسیرِ قریۂ مہتاب ہی تو ہے

اہلِ ہوس کی لذّتِ کام و دہن کی خیر!
اپنا لہو بھی مثلِ مئے ناب ہی تو ہے

محسنؔ مسرّتوں کی طلب رائیگاں سمجھ!
عالم کتابِ درد کا اِک باب ہی تو ہے

Scanned with CamScanner

○

جسم تڑپا ہے خاک پر تنہا
رُوح کرتی رہی سفر تنہا

نیند والوں کو کیا خبر اس کی؟
کون جاگا ہے رات بھر تنہا؟

لوگ سوئے تھے بند کمروں میں
چاند بھٹکا ہے در بدر تنہا

ساتھ دیتا ہے کون منزل تک؟
ساتھ چلتی ہے رہگزر تنہا

شہر کا شہر بجھتا جاتا تھا
جا رہا تھا وہ اپنے گھر تنہا

اے غمِ زندگی کی رات کے چاند
ڈھونڈ مجھ کو نگر نگر تنہا

Scanned with CamScanner

وہ جو ہنستا تھا اہلِ دل پہ کبھی
رو پڑا خود کو دیکھ کر تنہا

بھُول کر اپنے حسن کے آداب
میرے دل میں کبھی اُتر تنہا

یہ خداؤں کا دَور ہے اس میں
رہ گیا ہے فقط بشر تنہا

یاد آئے ہزار شہر مجھے
جب بھی دیکھا کوئی کھنڈر تنہا

اِس بھرے شہر میں کبھی محسن
انجمن تھا کوئی مگر تنہا

Scanned with CamScanner

○

مری محبت تو اِک گھڑ ہے، تری وفا بے کراں سمندر
تُو پھر بھی مجھ سے عظیم تر ہے، کہاں گھڑ ہے کہاں سمندر!

یقیں ہے، دھوکے میں آکے اُترا ہے چاند، پانی کی سلطنت میں
بلندیوں سے دکھائی دیتا ہے، ہُوبہُو آسماں سمندر

ازل سے بے سمت جستجو کا سفر ہے درپیش پانیوں کو
کسے خبر کس کو ڈھونڈتا ہے مری طرح رائیگاں سمندر؟

میں تشنہ لب دُور سے جو دیکھوں تو ہر طرف سیلِ آب پاؤں
قریب جاؤں تو ریت شعلہ، غبارِ ساحل، دھواں سمندر

Scanned with CamScanner

ہمارے دل میں چھپے ہُوئے درد کی خبر چشمِ تر کو ہو گی!
سُنا ہے زیرِ زمیں خزانوں کا ہے فقط رازداں، سمندر

میں استعاروں کی سرزمیں پہ اُتر کے دیکھوں تو بھید پاؤں
بشر مُسافر، حیات صحرا، بقین ساحل، گماں سمندر

جہاں جہاں شامِ غم کی افسردگی کا ماتم بپا ہُوا ہے!
اُفق سے ہنس کر گلے ملا ہے وہاں وہاں مہرباں سمندر

وفا کی بستی میں رہنے والوں سے ہم نے محسنؔ یہ طور سیکھا
لبوں پہ صحرا کی تشنگی ہو، مگر دلوں میں نہاں سمندر

Scanned with CamScanner

○

ہم جو پہنچے سرِ مقتل تو یہ منظر دیکھا
سب سے اُونچا تھا جو سَر، نوکِ سناں پر دیکھا

ہم سے مت پوچھ کہ کب چاند اُبھرتا ہے یہاں؟
ہم نے سُورج بھی ترے شہر میں آ کر دیکھا

پیاس یاروں کو اب اُس موڑ پہ لے آئی ہے
ریت چمکی تو یہ سمجھے کہ سمندر دیکھا

ایسے پلٹے ہیں در و بام سے اب کے جیتے
حادثوں نے بڑی مدّت میں مرا گھر دیکھا

زندگی بھر نہ ہُوا ختم قیامت کا عذاب
ہم نے ہر سانس میں برپا نیا محشر دیکھا

اِتنا بے حس کہ پگھلتا ہی نہ تھا باتوں سے
آدمی تھا کہ تراشا ہُوا پتّھر دیکھا

دُکھ ہی ایسا تھا کہ رویا ترا محسنؔ ورنہ
غم چھپا کر اُسے ہنستے ہُوئے اکثر دیکھا

○

خوشی کا غم ہے نہ غم کی کوئی خوشی اب تو!
بہت اُداس گزرتی ہے زندگی اب تو!

ترے بغیر بھی دل کی تسلّیوں کے لیے!
اِک انتظار کی شب تھی، سو ڈھل چکی اب تو

اِک آشنا کے بچھڑنے سے کیا نہیں بدلا؟
ہَوائے شہر بھی لگتی ہے اجنبی اب تو

تمام رات رہی دل میں روشنی کی لکیر!
مثالِ شمعِ سحر وہ بھی جل بجھی اَب تو

چلی تھی جن سے یہاں رسمِ خودنگہداری
اُنھیں عزیز ہُوا ذکرِ خودکشی اب تو

کہاں گئے وہ شناسا وہ اجنبی چہرے!
اُجاڑ سی نظر آتی ہے ہر گلی اب تو

Scanned with CamScanner

○

اس طرح مرے ذہن میں اُترا ہُوا تُو ہے
جیسے کسی مہتاب کا سایا لبِ جُو ہے

انساں ہیں کہ پتھّر کے تراشے ہُوئے بُت ہیں
سانسوں میں حرارت ہے نہ شہ رگ میں لہُو ہے

اک گرمئ رفتار مرے پاؤں کی زنجیر!
اِک شعلۂ آواز مرا طوقِ گلو ہے

دیکھوں تو ہر اک موڑ پہ ہنگامۂ محشر!
سوچوں تو بھرے شہر میں اک عالمِ ہُو ہے

Scanned with CamScanner

دونوں کے خدوخال پہ سایا ہے ہوس کا
حالات نے بخشا ہے کسے، میں ہوں کہ تُو ہے؟

انساں کو جلا دے گئی اِحساس کی گرمی!
کہنے کو تو پتّھر میں بھی اک ذوقِ نموْ ہے

میں تیرہ مقدّر رہوں کہاں تک اُسے چاہوں
وہ شعلہ بدن، برق نظر آئینہ رُو ہے

سوچوں تو جُھلس جائے ہر اک یاد کا چہرہ!
محسنؔ مری نس نس میں غمِ دہر کی لُو ہے

○

لہو کی موج ہوں اور جسم کے حصار میں ہوں
رواں رہوں بھی تو کیسے کہ برف زار میں ہوں

جہانِ شامِ الم کے اُداس ہمسفرو
مجھے تلاش کرو، میں اسی دیار میں ہوں

میں پھول بھی ہوں مرے پیرہن میں رنگ بھی ہے
مگر ستم یہ ہُوا ہے کہ ریگ زار میں ہوں

چراغِ راہ سہی خود فریب ہوں اتنا
کہ شب کی آخری ہچکی کے انتظار میں ہوں

ہر ایک پل مجھے خوفِ شکست ہے محسنؔ
میں آئینہ ہوں مگر دستِ سنگبار میں ہوں

Scanned with CamScanner

○

سوز اِتنا تو نوا میں آئے
اُس کا پیغام ہوا میں آئے

مثلِ گُل اب کے ہو وحشت اپنی
زخم کا رنگ قبا میں آئے

دل میں یوں چپکے سے اُترا کوئی
جیسے جبریل "حرا" میں آئے

یوں اچانک تجھے پایا مَیں نے
جیسے تاثیر دعا میں آئے

Scanned with CamScanner

چاند نے جھک کے ستاروں سے کہا
کتنے انسان خلا میں آئے ؟

حادثہ ضبط کا دشمن ہے اگر
حوصلہ اہلِ وفا میں آئے

اب تو لب کھول دہن بستہ مرے
زلزلہ ارض و سما میں آئے

روگ کیا جی کو لگا ہے محسن!
زہر کا نام دوا میں آئے

Scanned with CamScanner

○

شامل مرا دشمن صفِ یاراں میں رہے گا
یہ تیر بھی پیوست رگِ جاں میں رہے گا

اِک رسمِ جنوں اپنے مقدّر میں رہے گی
اِک چاک سدا اپنے گریباں میں رہے گا

اِک اشک ہے آنکھوں میں سو چمکے گا کہاں تک؟
یہ چاند زدِ شامِ غریباں میں رہے گا

میں تجھ سے بچھڑ کر بھی کہاں تجھ سے جُدا ہوں
تو خواب صفت دیدۂ گریاں میں رہے گا

Scanned with CamScanner

رنگوں کی کوئی رُت نہ کوئی خوشبو نہیں لائی
یہ داغ بھی دامانِ بہاراں میں رہے گا!

اب کے بھی گزر جائیں گے سب وصل کے لمحے
مصروف کوئی وعدہ و پیماں میں رہے گا

میں حرفِ جنوں کہہ نہ سکوں گا، جو کہوں بھی
اِک راز کی صورت دلِ امکاں میں رہے گا

محسنؔ میں حوادث کی ہواؤں میں گھرا ہوں
کیا نقشِ قدم دشت و بیاباں میں رہے گا؟

Scanned with CamScanner

○

نیا ہے شہر، نئے آسرے تلاش کروں
تُو کھو گیا ہے، کہاں اب تجھے تلاش کروں

جو دشت میں بھی جلاتے تھے فصلِ گُل کے چراغ
میں شہر میں بھی وہی آبلے تلاش کروں؟

تُو عکس ہے تو کبھی میری چشمِ تر میں اُتر!
ترے لیے میں کہاں آئینے تلاش کروں!

تجھے ہوا سی کی آوارگی کا علم کہاں!
کبھی میں تجھ کو ترے سامنے تلاش کروں؟

Scanned with CamScanner

غزل کہوں، کبھی سادہ سے خط لکھوں اُس کو
اُداس دل کے لیے مشغلے تلاش کروں!

مرے وجود سے شاید ملے سراغ ترا
میں خود کو بھی ترے واسطے تلاش کروں

میں چپ رہوں کبھی بے وجہ ہنس پڑوں محسن
اُسے گنوا کے عجب حوصلے تلاش کروں

Scanned with CamScanner

○

گُم صُم ہُوا ، آواز کا دریا تھا جو اِک شخص
پتّھر بھی نہیں اب وہ ، ستارا تھا جو اک شخص

شاید وہ کوئی حرفِ وفا ڈھونڈ رہا تھا
چہروں کو بڑے غور سے پڑھتا جو اِک شخص

صحرا کی طرح دیر سے پیاسا تھا وہ شاید
بادل کی طرح ٹوٹ کے برسا تھا جو اک شخص

اے تیز ہَوا کوئی خبر اُس کے جُنوں کی!
تنہا سفرِ شوق پہ نکلا تھا جو اِک شخص؟

اَب آخری سطروں میں کہیں نام ہے اُس کا
احباب کی فہرست میں پہلا تھا جو اِک شخص!

ہاتھوں میں چھپائے ہُوئے پھرتا ہے کئی زخم
شیشے کے کھلونوں سے بہلتا تھا جو اِک شخص

Scanned with CamScanner

مُڑ مُڑ کے اُسے دیکھنا چاہیں مری آنکھیں
کچھ دُور مجھے چھوڑنے آیا تھا جو اِک شخص

اب اُس نے بھی اپنا لیے دُنیا کے قرینے
سائے کی رفاقت سے بھی ڈرتا تھا جو اِک شخص

ہر ذہن میں کچھ نقشِ وفا چھوڑ گیا ہے
کہنے کو بھرے شہر میں تنہا تھا جو اِک شخص

مُنکر ہے وہی اَب مری پہچان کا محسنؔ
اکثر مجھے خط خون سے لکھتا تھا جو اِک شخص

Scanned with CamScanner

○

لوگوں کے لیے صاحبِ کردار بھی میں تھا
خود اپنی نگاہوں میں گنہگار بھی میں تھا

کیوں اب مرے منصب کی سلامی کو کھڑے ہو
یارو کبھی رُسوا سرِ بازار بھی مَیں تھا

میں خود ہی چھُپا تھا کفِ قاتل کی شکن میں
مقتول کی ٹوٹی ہُوئی تلوار بھی میں تھا

چھینٹے ہیں جہاں اب مرے معصُوم لہُو کے
اُس فرقِ فلک ناز کی دستار بھی میں تھا

Scanned with CamScanner

میری ہی صدا لوٹ کے آئی ہے مجھی تک
شاید حدِ افلاک کے اُس پار بھی میں تھا

منزل پہ جو پہنچا ہوں تو معلوم ہُوا ہے!
خود اپنے لیے راہ کی دیوار بھی میں تھا

اب میرے تعارُف سے گریزاں ہے تُو لیکن
کل تک تری پہچان کا معیار بھی میں تھا

دیکھا تو میں افشا تھا ہر اِک ذہن پہ محسن
سوچا تو پسِ پردۂ اسرار بھی مَیں تھا

Scanned with CamScanner

○

اُجڑ اُجڑ کے سنورتی ہے تیرے ہجر کی شام
نہ پوچھ کیسے گزرتی ہے تیرے ہجر کی شام؟

یہ برگ برگ اُداسی بکھر رہی ہے مری!
کہ شاخ شاخ اُترتی ہے تیرے ہجر کی شام

اُجاڑ گھر میں کوئی چاند کب اُترتا ہے؟
سوال مجھ سے یہ کرتی ہے تیرے ہجر کی شام

مرے سفر میں اک ایسا بھی موڑ آتا ہے
جب اپنے آپ سے ڈرتی ہے تیرے ہجر کی شام

Scanned with CamScanner

بہت عزیز ہیں دل کو یہ زخم زخم رُتیں !
اِنہی رُتوں میں نکھرتی ہے تیرے ہجر کی شام

یہ میرا دل یہ سراسر نگارخانۂ غم
سدا اسی میں اُترتی ہے تیرے ہجر کی شام!

جہاں جہاں بھی ملیں تیری قربتوں کے نشاں
وہاں وہاں سے اُبھرتی ہے تیرے ہجر کی شام

یہ حادثہ تجھے شاید اُداس کر دے گا
کہ میرے ساتھ ہی مرتی ہے تیرے ہجر کی شام

Scanned with CamScanner

○

ایسے تنہا گھر میں کیونکر جائیے؟
اپنے سائے سے جہاں ڈر جائیے!

وہ نہیں، تو کون دیکھے گا ہمیں!
شہر میں کیوں بن سنور کر جائیے؟

روئیے اِتنا کہ اشکوں سے کبھی
دامنِ دشتِ وفا بھر جائیے

ڈھونڈ ہی لیں گی ہمیں ویرانیاں
شہر میں رہیے کہ اب گھر جائیے

Scanned with CamScanner

دل کی خاطر زندہ رہیے کب تلک؟
دل ہی کہتا ہے کہ اب مر جائیے

تھم گئی رُسوائی کی وحشی ہَوا!
ختم ہے اب شورِ محشر، جائیے

کل ہمیں ہیرے تھے سارے شہر میں
اب ہمیں ٹھہرے ہیں پتّھر، جائیے

سب وفا نا آشنا دل کے بغیر
مانیے سب کی کہ دل پر جائیے

Scanned with CamScanner

○

وہ جس کا نام بھی لیا پہیلیوں کی اوٹ میں
نظر پڑی تو چھپ گئی سہیلیوں کی اوٹ میں

رُکے گی شرم سے کہاں یہ خیال و خد کی روشنی؟
چھپے گا آفتاب کیا ہتھیلیوں کی اوٹ میں؟

ترے مرے ملاپ پر وہ دشمنوں کی سازشیں
وہ سانپ رینگتے ہوئے چنبیلیوں کی اوٹ میں

وہ تیرے اشتیاق کی ہزار حیلہ سازیاں
وہ میرا اضطراب یار بیلیوں کی اوٹ میں

چلو کہ ہم بجھے بجھے سے گھر کا مرثیہ کہیں!
وہ چاند تو اُتر گیا، حویلیوں کی اوٹ میں

Scanned with CamScanner

○

پھر وہی مَیں ہوں وہی درد کا صحرا یارو
تم سے بچھڑا ہوں تو دُکھ پائے ہیں کیا کیا یارو!

پیاس اِتنی ہے کہ آنکھوں میں بیاباں چمکیں
دھوپ ایسی ہے کہ جیسے کوئی دریا۔ یارو

یاد کرتی ہیں تمھیں آبلہ پائی کی رُتیں —!
کس بیاباں میں ہو، بولو مرے تنہا۔ یارو

تم تو نزدیکِ رگِ جاں تھے، تمھیں کیا کہنا؟
میں نے دشمن کو بھی دشمن نہیں سمجھا یارو

Scanned with CamScanner

آسماں گرد میں گم ہے کہ گھٹا چھائی ہے؟
کچھ بتاؤ کہ مرا شہر ہے پیاسا ۔ یارو

کیا کہوں گُل ہے کہ شبنم وہ غزل ہے کہ غزال؟
تم نے دیکھا ہی نہیں اُس کا سراپا یارو

کون تنہا رہے اِک عمر کسی کی خاطر؟
وہ جو مل جائے تو اُس سے بھی یہ کہنا یارو

اُس کے ہونٹوں کے تبسّم میں تھی خوشبو غم کی
ہم نے محسنؔ کو بہت دیر میں سمجھا یارو

Scanned with CamScanner

○

ہم وہ ہیں جن کو حفظِ مراتب کا غم نہیں
نوکِ سناں بھی تختِ سلیماں سے کم نہیں

اُتریں بصد خروش ہواؤں کے قافلے
صحرا حریصِ دولتِ نقشِ قدم نہیں!

وہ اپنا سر نہ تھا جسے آئی نہ سرکشی
جو سرنگوں ہُوا وہ ہمارا علم نہیں

اب کیا کہیں یہ سنگدلی ہے کہ بے حسی؟
دل ہے غموں کی زد پہ مگر آنکھ نم نہیں

ہر سانس قرض ہے تو پھر اے دل شکستگی
مرنے کو زندگی کی یہ تہمت بھی کم نہیں

کیوں لیجے اِس سے کام تری رُونمائی کا
کیا کیجے اپنا دل ہے، کوئی جامِ جم نہیں

Scanned with CamScanner

○

لوٹ کر کوئی آتا ہے کب، دیکھیے!
ہر گھڑی سُوئے در بے سبب دیکھیے

اپنے زخموں کی پُرسش سے فارغ نہیں
کیا ترا خندۂ زیرِ لب دیکھیے؟

کتنے سُورج بُجھے کتنے تارے گرے
گرم رفتارِ روز و شب دیکھیے

خواہشِ زخم تھی، پھول چُننے لگے!
ہم فقیروں کا حسنِ طلب دیکھیے

Scanned with CamScanner

اُس سے ترکِ تعلّق بھی کر آئے ہم
کیا قیامت گزرتی ہے اب، دیکھیے

اِک پُرانی کشش اُس میں آباد ہے
اِک نیا رُوپ ہے، اُس کو جب دیکھیے

آسمانوں کی بخشش پہ مت جائیے
شہر کا شہر ہے تشنہ لب دیکھیے

وصل کا دن تو محسنؔ یونہی ڈھل گیا
ہجر میں کیسے کٹتی ہے شب، دیکھیے؟

Scanned with CamScanner

○

ہم کو بھی چھپا اے شبِ غم اپنے پروں میں
ہم لوگ بھی شامل ہیں ترے ہمسفروں میں

اے دیدہ وری ہیں ترے معیار کا مجرم!
پھر لے کے چلا اپنے گہر کم نظروں میں

بادل تو برستے ہیں مگر بانجھ زمیں پر
سورج تو اُبھرتا ہے مگر بے بصروں میں

ممکن ہو تو ہر اک در و دیوار پہ لکھ دوں
پتّھر نہ چھپایا کرو شیشے کے گھروں میں

Scanned with CamScanner

مرہم کی جگہ بانٹتے پھرتے ہیں نئے زخم!
یہ رسم بھی نکلی ہے عجب چارہ گروں میں

اس گھر کے محافظ بھی خبردار ہیں کتنے؟
سوراخ تو چھت میں ہوئے تالے ہیں دروں میں

اے دوست ترا درد کہاں راحتِ جاں تھا؟
تُو ہم کو غنیمت سمجھ آشفتہ سروں میں

اس شہر میں رہتا ہوں اِس انداز سے محسنؔ
جیسے کوئی فنکار پھرے بے ہنروں میں!

⊙

خواہشوں کے زہر میں اخلاص کا رس گھول کر
وہ تو پتھر ہو گیا دو چار دن ہنس بول کر

دل ہجومِ غم کی زد میں تھا، سنبھلتا کب تلک؟
اِک پرندہ آندھیوں میں رہ گیا پَر تول کر

اپنے ہونٹوں پر سجالے قیمتی ہیروں سے لفظ
اپنی صورت کی طرح باتیں بھی تو انمول کر

آج اُس کی حدِ بخشش ہے ترے سَر سے بلند
آج اپنے سر سے بھی اُونچا ذرا کشکول کر

بند ہاتھوں کا مقدّر تھیں سبھی کرنیں مگر
سارے جگنو اُڑ گئے، دیکھا جو مُٹھی کھول کر

شہر والے جھوٹ پر رکھتے ہیں بنیادِ خلوص
مجھ کو پچھتانا پڑا محسنؔ یہاں سچ بول کر

Scanned with CamScanner

○

چُبھتے اشکوں سے کبھی آنکھیں نہ چمکایا کرو
کانچ کے ٹکڑوں سے اپنا دل نہ بہلایا کرو

مجھ کو فرصت ہی نہیں ملتی خود اپنے آپ سے
روٹھنے والو مجھے اب یاد کم آیا کرو

دوستو اپنی زباں سے مَیں ابھی واقف نہیں
جب مری باتیں سمجھ لو، مجھ کو سمجھایا کرو

اب تمھیں بھی شہر والوں کی ہنسی ڈسنے لگی!
میں نہ کہتا تھا مرا دُکھ تم نہ اپنایا کرو

کل تھکے ہارے پرندوں نے نصیحت کی مجھے
شام ڈھل جائے تو محسنؔ تم بھی گھر جایا کرو

Scanned with CamScanner

○

تمام عمر وہی قصّۂ سفر کہنا!
کہ آسکا نہ ہمیں اپنے گھر کو گھر کہنا

جو دن چڑھے تو ترے وصل کی دعا کرنا
جو رات ہو تو دعا ہی کو بے اثر کہنا

یہ کہہ کے ڈوب گیا آج آخری سورج
کہ ہو سکے تو اسی شب کو اب سحر کہنا

میں اب سکوں سے رہوں گا کہ آگیا ہے مجھے
کمالِ بے ہُنری کو بھی اِک ہُنر کہنا

Scanned with CamScanner

وہ شخص مجھ سے بہت بدگماں سا رہتا ہے
یہ بات اُس سے کہو بھی تو سوچ کر کہنا

کبھی وہ چاند جو پوچھے کہ شہر کیسا ہے؟
بجھے بجھے ہوئے لگتے ہیں بام و در کہنا

ہمارے بعد عزیزو، ہمارا افسانہ!
کبھی جو یاد بھی آئے تو مختصر کہنا

وہ ایک میں کہ مرا شہر بھر کو اپنے سوا
تری وفا کے تقاضوں سے بے خبر کہنا

وہ ایک تُو کہ ترا ہر کسی کو میرے بغیر
معاملاتِ محبّت میں معتبر کہنا

وفا کی طرز ہے محسنؔ کہ مصلحت، کیا ہے؟
یہ تیرا دشمنِ جاں کو بھی چارہ گر کہنا

Scanned with CamScanner

○

رہتے تھے پستیوں میں مگر خود پسند تھے
ہم لوگ اِس لحاظ سے کتنے بلند تھے!

آخر کو سو گئی کھُلی گلیوں میں چاندنی!
کل شب تمام شہر کے دروازے بند تھے

گزرے تو ہنستے شہر کو نمناک کر گئے
جھونکے ہوائے شب کے بڑے دردمند تھے

موسم نے بال و پر تو سنوارے بہت مگر
اُڑتے کہاں کہ ہم تو اسیرِ کمند تھے!

وہ ایک تُو کہ ہم کو مٹا کر تھا مطمئن!
وہ ایک ہم کہ پھر بھی حریصِ گزند تھے!

محسنؔ ریا کے نام پہ ساتھی تھے بے شمار
جن میں تھا کچھ خلوص وہ دشمن بھی چند تھے

Scanned with CamScanner

○

بہت ہُوا کہ غمِ دو جہاں کی زد میں نہیں
کہ ہیں اسیرِ زمان و مکاں کی حد میں نہیں

مرے ملاپ کی خواہش ہے گر تو چاند نہ بن
کہ آسماں کی بلندی تو میرے قد میں نہیں

سفیرِ موسمِ گل ہے، صبا کا پرچم ہے
وہ برگِ تر جو ابھی تک خزاں کی زد میں نہیں

ابھی نہ دام لگا اے خود آگہی اپنے !!
ابھی متاعِ جنوں دامنِ خرد میں نہیں

طلب خوشی کی نہ غم کی کشش کہ دل جیسے
بہت دنوں سے حصارِ قبول و رَد میں نہیں

صبا نے دامنِ گُل میں چھُپا کے رکھّا ہے
وہ بھولپن جو ابھی تیرے خال و خد میں نہیں

جو اعتبار تھا پیماں شکستگی میں نہاں
نجانے کیوں وہ ترے قولِ مُستند میں نہیں

یہ کہہ کے رُوح بدن سے بچھڑ گئی محسن
مجھے سکوں تری ٹوٹی ہُوئی لحد میں نہیں

Scanned with CamScanner

○

اب رفتگاں کی یاد کا کچھ تو پتا بھی دے!
اے شام دکھ دیا ہے تو پھر حوصلہ بھی دے

چبھتے ہیں اب تو اشک بھی رہ رہ کے آنکھ میں
موجِ ہوائے شب یہ چراغاں بجھا بھی دے

کیا قہر ہے فلک کا ستم بھی زمیں پہ ہو
گرنے لگے فلک تو زمیں آسرا بھی دے!

مجھ کو تو حرفِ حق کی طلب تھی سو پا لیا
میں نے یہ کب کہا تھا مجھے "کربلا" بھی دے

Scanned with CamScanner

اب کچھ تو کم ہو دل زدگاں کی فسردگی
اے دردِ رات ڈھلنے لگی، مسکرا بھی دے

ہر فردِ ابتدا کی مسافت میں شل ہُوا
کوئی تو ہو جو اب خبرِ انتہا بھی دے

کب تک ہنسے گی تجھ پہ یہ محرومیوں کی شام؟
وہ شخص بے وفا تھا، اُسے اب بھلا بھی دے

محسنؔ سا اہلِ دل تو دکھا اپنے شہر میں
محسنؔ تو ہنس کے زخم بھی کھائے، دعا بھی دے

Scanned with CamScanner

○

فلک پر اک ستارا رہ گیا ہے،
مرا ساتھی اکیلا رہ گیا ہے

یہ کہہ کر پھر پلٹ آئیں ہوائیں!
شجر پر ایک پتّا رہ گیا ہے

ہر اک رُت میں ترا غم ہے سلامت
یہ موسم ایک جیسا رہ گیا ہے

ہمارے بعد کیا گزری عزیزو!
سناؤ شہر کیسا رہ گیا ہے؟

Scanned with CamScanner

برس کچھ اور اے آوارہ بادل
کہ دل کا شہر پیاسا رہ گیا ہے

خداوندا سنبھال اپنی امانت
بشر دنیا میں تنہا رہ گیا ہے

حوادث کس لیے ڈھونڈیں گے مجھ کو؟
مرے دامن میں اب کیا رہ گیا ہے؟

ستارے بانٹتا پھرتا ہوں محسنؔ
مگر گھر میں اندھیرا رہ گیا ہے

Scanned with CamScanner

○

اِدراک پر محیط ہے ارض و سما کا دُکھ
اِس سے پرے بھی جو ہے وہ ہے ماوراء کا دُکھ

دل نے کہا نہ دیکھ سُوئے آسماں کہ یوں!
بڑھتا ہے نارسائیِ دستِ دُعا کا دُکھ

ورنہ سکوتِ مرگ کہاں اور ہم کہاں؟
حیران کر گیا ہمیں اپنی صدا کا دُکھ

دل میں اب اور کیا ہے جسے ڈھونڈتی ہے خلق
کافی ہے زندگی کو شکستِ اَنا کا دُکھ

سُن لو مسافرانِ بیابانِ شامِ غم!
بخشے گا اِبتدا کا سفر انتہا کا دُکھ

کیوں اِن دنوں سوار ہے دو کشتیوں پہ دل
چاہت اک اجنبی کی تو اِک آشنا کا دُکھ

محسنؔ خزاں کا نام بدل کر لکھو اِسے
نایابیِ نقوشِ خرامِ صبا کا دُکھ!

Scanned with CamScanner

○

وحشتیں بکھری پڑی ہیں، جس طرف بھی جاؤں میں
گھوم پھر آیا ہوں اپنا شہر، تیرا گاؤں میں

کس کو راس آیا ہے اتنی دیر تک کا جاگنا
وہ جو مل جائے تو اُس کو بھی یہی سمجھاؤں میں

اب تو آنکھوں میں اُتر آئی ہیں دل کی وحشتیں
آئینہ دیکھوں تو اپنے آپ سے ڈر جاؤں میں

کچھ بتا اے ماتمی راتوں کی دھندلی چاندنی!
بھولنے والوں کو آخر کس طرح یاد آؤں میں؟

Scanned with CamScanner

اب کہاں وہ دل کہ صحرا میں بہلتا ہی نہ تھا
اب تو اپنے گھر کی تنہائی سے بھی گھبراؤں میں

یاد کر کے تیرے لوٹ آنے کے وعدوں کی گھڑی
خود کو اک معصوم بچّے کی طرح بہلاؤں میں

میرے خوابوں نے تراشا تھا ترا اُجلا بدن
آ تجھے اب فکر کی پوشاک بھی پہناؤں میں

کس لیے محسنؔ کسی بے مہر کو اپنا کہوں!
دل کے شیشے کو کسی پتّھر سے کیوں ٹکراؤں میں؟

Scanned with CamScanner

○

اہلِ جفا سے ربطِ وفا توڑ دیجیے!
اب جی میں ہے کہ شہر ترا چھوڑ دیجیے!

مڑ مڑ کے دیکھیے نہ لٹے منظروں کی سمت
آنکھیں جو ضد کریں تو انھیں پھوڑ دیجیے

کہتی ہیں دل زدوں سے بیاباں کی وسعتیں
رُخ اپنی وحشتوں کا اِدھر موڑ دیجیے!

ہر آنکھ زخم زخم ہے ہر دل ہے چُور چُور
اب اتنے آئینوں کو کہاں جوڑ دیجیے!

Scanned with CamScanner

○

چھِڑ گئی اُس سے اہلِ درد کی بات ۔۔۔ دیکھیے کیا ہو صورتِ حالات!

زندگی ہے اُداس اور تنہا! ۔۔۔ جیسے یخ بستہ کوہسار کی رات

ہر طرف ہے ہجومِ تنہائی! ۔۔۔ جیسے جنگل میں وحشیوں کی برات

کتنی کمیاب ہے متاعِ خلوص ۔۔۔ یومِ عاشور جیسے موجِ فرات

رات تُو اِس طرح سے یاد آیا ۔۔۔ جیسے نازل ہوں ذہن پر آیات

ماورا ہے حروف سے وہ بدن ۔۔۔ شل ہُوئی جا رہی ہیں تشبیہات

کس نے چھینا تبسّمِ غمِ دوست؟ ۔۔۔ ڈوبتی جا رہی ہے نبضِ حیات

میں نے مانا ہے ایسے خالق کو ۔۔۔ جس کی تخلیق کو نہیں ہے ثبات

ایسے تقسیم ہو رہا ہے بشر ۔۔۔ جس طرح بانٹ دے کوئی خیرات

چاند بھی پتھروں کی وادی ہے ۔۔۔ دیکھ اپنی عظیم تخلیقات!

میں نے پایا ہے وہ جہاں محسنؔ
جس میں ممکن نہیں دکھوں سے نجات

○

ہر اک قدم پہ یہ خدشہ مری نگاہ میں ہے
کہ دشتِ شامِ غریباں سحر کی راہ میں ہے

ابھی کچھ اور بھڑک اے چراغِ تنہائی!
ترا وجود غنیمت شبِ سیاہ میں ہے

اُتر رہا ہے ترا درد دل میں یا سرِ شام!
ورودِ موسمِ گل دشتِ بے گیاہ میں ہے؟

جہاں پناہ ترا عدل مستند ہے مگر!
چھپا ہُوا مرا قاتل تری سپاہ میں ہے

Scanned with CamScanner

ہَوا چلی تو میں اس معجزے کو مان گیا
کہ بجلیوں کی تڑپ بھی وجودِ کاہ میں ہے

گنوا چکا ہے تو اک دن بُھلا بھی دے گا تجھے
کہ حوصلہ ابھی اتنا دلِ تباہ میں ہے!

یقین کون کرے میری بے گناہی کا
یہ تاب مجھ میں نہ جرأت مرے گواہ میں ہے

ہمارے بعد اُداسی ہے ہر طرف محسنؔ
بہار گھر میں نہ رونق وہ قتل گاہ میں ہے

○

روشنی تیرے "سفیروں" کا نشاں باقی ہے
دامنِ شب میں چراغوں کا دھواں باقی ہے

حشر تو ہو بھی چکا تیرے بچھڑ جانے پر
دل میں کیوں وسوسۂ سود و زیاں باقی ہے

اب تجھے یاد دلانے کے لیے کچھ بھی نہیں!
صرف اک عہدِ وفا، وہ بھی کہاں باقی ہے؟

رہروؤ، دھوپ نے جھلسا دیے قدموں کے نشاں
پھر بھی اِک واہمۂ ابرِ رواں باقی ہے

دل کو اب شوق سے تاراج کرے برقِ عذاب
اُٹھ گئے سارے مکیں، صرف مکاں باقی ہے

کون کہتا ہے کہ الفاظ ہیں محتاجِ قلم!
کٹ گئے ہاتھ مگر میری زباں باقی ہے

کتنے خورشید تراشے گئے، پھر بھی محسنؔ
تیرگی ہے جو گراں تا بہ گراں باقی ہے

Scanned with CamScanner

○

یوں جشنِ وفا منا رہا ہوں
ہر دُرد پہ مُسکرا رہا ہوں

اے شہر نہ کر قبول مجھ کو
صحرا سے اُجڑ کے آ رہا ہوں

اے شام نہ ہو اُداس اتنی
میں گھر کے دیئے بجھا رہا ہوں

پتھّر کو لگا رہا ہوں جو نکیں
دنیا کو وفا سکھا رہا ہوں

یوں اپنے سے کر رہا ہوں باتیں
جیسے مَیں اُنھیں سُنا رہا ہوں

ہر شخص کو مجھ سے ہے محبّت
ہر شخص کو آزما رہا ہوں

بیٹھا ہے وہ سامنے کہ مُحسن
سورج سے نظر ملا رہا ہوں؟

⊙

یہ دل یہ پاگل دل مرا کیوں بجھ گیا آوارگی!
اِس دشت میں اِک شہر تھا، وہ کیا ہُوا آوارگی!

کل شب مجھے بے شکل کی آواز نے چونکا دیا
میں نے کہا تُو کون ہے، اُس نے کہا "آوارگی"

لوگو بھلا اُس شہر میں کیسے جئیں گے ہم، جہاں
ہو جرم تنہا سوچنا لیکن سزا، آوارگی!

یہ درد کی تنہائیاں، یہ دشت کا ویراں سفر
ہم لوگ تو اُکتا گئے، اپنی سُنا آوارگی!

اک اجنبی جھونکے نے جب پوچھا مرے غم کا سبب
صحرا کی بھیگی ریت پر میں نے لکھا "آوارگی"

اُس سمت وحشی خواہشوں کی زد میں پیمانِ وفا
اِس سمت لہروں کی دھمک، کچّا گھڑا، آوارگی

کل رات تنہا چاند کو دیکھا تھا میں نے خواب میں
محسنؔ مجھے راس آئے گی شاید سدا "آوارگی"

Scanned with CamScanner

○

وہ کون لوگ تھے، اُن کا پتہ تو کرنا تھا
مرے لہُو میں نہا کر جنھیں نکھرنا تھا

یہ کیا کہ لوٹ بھی آئے سَراب دیکھ کے لوگ
وہ تشنگی تھی کہ پاتال تک اُترنا تھا

گلی کا شور ڈرائے گا دیر تک مجھ کو!
میں سوچتا ہوں دریچوں کو وَا نہ کرنا تھا

یہ تُم نے اُنگلیاں کیسے فگار کر لی ہیں؟
مجھے تو خیر لکیروں میں رنگ بھرنا تھا

وہ ہونٹ تھے کہ شفق میں نہائی کرنیں تھیں؟
وہ آنکھ تھی کہ خنک پانیوں کا جھرنا تھا؟

گلُوں کی بات کبھی راز رہ نہ سکتی تھی
کہ نکہتوں کو تو ہر راہ سے گزرنا تھا

خزاں کی دھوپ سے شکوہ فضول ہے محسنؔ
میں یوں بھی پھُول تھا آخر مجھے بکھرنا تھا

Scanned with CamScanner

○

اِتنی مُدت بعد ملے ہو !
کن سوچوں میں گم پھرتے ہو؟

اِتنے خائف کیوں رہتے ہو؟
ہر آہٹ سے ڈر جاتے ہو

تیز ہَوا نے مجھ سے پوچھا
ریت پہ کیا لکھتے رہتے ہو؟

کاش کوئی ہم سے بھی پُوچھے
رات گئے تک کیوں جاگے ہو؟

میں دریا سے بھی ڈرتا ہوں
تم دریا سے بھی گہرے ہو!

کون سی بات ہے تم میں ایسی
اِتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟

Scanned with CamScanner

پیچھے مُڑ کر کیوں دیکھا تھا
پتھر بن کر کیا تکتے ہو

جاؤ جیت کا جشن مناؤ!
میں جھوٹا ہوں، تم سچے ہو

اپنے شہر کے سب لوگوں سے
میری خاطر کیوں اُلجھے ہو؟

کہنے کو رہتے ہو دل میں!
پھر بھی کتنے دُور کھڑے ہو

رات ہمیں کچھ یاد نہیں تھا
رات بہت ہی یاد آئے ہو

ہم سے نہ پوچھو ہجر کے قصّے
اپنی کہو اب تم کیسے ہو؟

محسنؔ تم بدنام بہت ہو
جیسے ہو، پھر بھی اَچھے ہو

Scanned with CamScanner

○

تجھ سے ربط اِتنا، غمِ شام و سحر، اپنا ہے
عکس تیرا ہے مگر دیدۂ تر، اپنا ہے

جی میں آیا تو کبھی پھوڑ ہی ڈالیں گے اِسے
غیر کے ہاتھ کا پتھّر نہیں، سر اپنا ہے

وحشتِ جاں کبھی فرصت ہو تو اِس سمت بھی آ
شہر سے دُور سہی، دشت بھی گھر اپنا ہے

ڈوبتے ڈوبتے سُورج نے سیہ شب سے کہا
چاند اُبھرا بھی تو کیا، لختِ جگر اپنا ہے

Scanned with CamScanner

بارشِ سنگ کی ہیبت سے مقفّل ہیں مکاں
ہاں بھرے شہر میں وا ہے جو، وہ دَر اپنا ہے

بے حجابانہ ملے اُس سے تو یہ بھید کھُلا
خلق کا خوف نہیں ہے اُسے ڈر اپنا ہے

وہ جو منزل ہے سرِ حدِّ نظر تیری ہے
یہ جو چہرہ ہے پسِ گردِ سفر اپنا ہے

سچ بھی کہتے ہیں مگر جھُوٹ کی لَے میں محسنؔ
کچھ دنوں سے یہی اندازِ ہُنر اپنا ہے!

○

بچھڑ کے تجھ سے یہ سوچوں کہ دل کہاں جائے؟
سحر اُداس کرے، شام رائیگاں جائے

زمیں بدر جو ہُوئے ہو تو میرے ہمسفرو!
چلے چلو کہ جہاں تک یہ آسماں جائے

تمام شہر میں پھیلی ہُوئی ہے تنہائی!
یہ دل جواں سہی لیکن کہاں کہاں جائے

جَلوں تو یوں کہ ازل جگمگا اُٹھے مجھ سے
بُجھوں تو یوں کہ ابد تک مرا دُھواں جائے

Scanned with CamScanner

ابھی تو دل سے نکل کر زباں تک آئی ہے
کسے خبر کہ کہاں تک یہ داستاں جائے؟

قدم قدم پہ ہے زنداں روش روش پہ صلیب!
کوئی تو ہو کہ جو اَب بہرِ امتحاں جائے

بچھڑ چلا ہے تو میری دُعا بھی لیتا جا
وہاں وہاں مجھے پائے، جہاں جہاں جائے!

میں اپنے گھر کی طرف جا رہا ہوں یوں محسنؔ
کہ جیسے لُٹ کے کسی بن میں کارواں جائے!

Scanned with CamScanner

○

اہلِ دل جہاں سے بھی گزرے آئے
اب تو منزل تری نظر آئے!

آج دل بے سبب دھڑکتا ہے
آج شاید تری خبر آئے

فصلِ گل کوئی معجزہ اَب کے!
چاک دامن کا تا جگر آئے

دشت میں آکے یوں لگا جیسے
کوئی پردیسی اپنے گھر آئے

Scanned with CamScanner

بے نیازی سے بے وفائی تک
کوئی تہمت تو اُس کے سَر آئے

دل کا عالم تو ایک جیسا ہے
رات جائے کہ اب سحر آئے

دوستو اُس کی چاہتیں معلوم!
جس کا خط اتنا مختصر آئے

ہم نے محسنؔ سے مل کے کیا پایا؟
مفت میں جی اُداس کر آئے

Scanned with CamScanner

○

جب دھوپ مجھے پیکرِ آزار بنا دے
سایا بھی مری راہ میں دیوار بنا دے

لوگوں پہ بھرم کُھل بھی چکا اُس کی کشش کا
اب خود کو وہ بے سود پُراسرار بنا دے

سر اپنا ہتھیلی پہ لیے سوچ رہا ہوں!
کیوں مجھ کو تماشہ ترا بازار بنا دے؟

کیوں پیڑ نہ حائل ہو رہِ موجِ ہوا میں؟
خود موجِ ہوا شاخ کو تلوار بنا دے

ملبوس کو اِس طور سے تقسیم کریں ہم!
کچھ میرا کفن، کچھ تری دستار بنا دے

اِک ہم کہ کسی وضع کے قائل ہی نہیں ہیں
اِک تُو کہ ہمیں صاحبِ معیار بنا دے

Scanned with CamScanner

جی ہار کے پھرنا ہے تو قاتل سے یہ کہہ دو
آ پھر دلِ ناداں تجھے دلدار بنا دے

آہٹ سے مرا سامعہ، سو حشر تراشے!
تنکے کو مرا واہمہ، کہسار بنا دے

اے دیدۂ پرخوں کوئی برسات کہ پل میں
قطرے کو گہر، دشت کو گلزار بنا دے

وہ تیرہ مقدر ہے مری راہ کہ اکثر!
سورج کے مقابل صفِ اشجار بنا دے

اِس دَور کے فنکار کی خواہش ہے کہ محسنؔ
پانی میں کبھی دائرۂ پرکار بنا دے

○

ہر سُو خیالِ یار کی چادر سی تان کر
تعمیر اپنے سر پہ نیا آسمان کر

آنکھوں پہ اعتماد کرو گے تو دیکھنا
پتھر چُنو گے ریزۂ الماس جان کر

شاید وہ آسماں سے اُدھر بھی نہ مل سکے
اُس کے لیے کچھ اور بھی اُونچی اُڑان کر

اُس نے بھی جو سلوک کیا، عادتاً کیا۔
ہم بھی وہاں گئے تھے، کہا دل کا مان کر

Scanned with CamScanner

اپنے سوا کسے ہے خبر دردِ ہجر کی
یہ درد بھی ہماری زباں سے بیاں کر

شاید اُداسیاں بھی ترا دل لُبھا سکیں
صحرا پہ میرے شہر کا اک دن گماں کر

محسنؔ وہ شخص خواب نہیں ہے کہ محو ہو!
اُس کو غزل سمجھ، اُسے وردِ زباں کر

Scanned with CamScanner

○

موجِ خوشبو کی طرح بات اُڑانے والے!
تجھ میں پہلے تو نہ تھے رنگ زمانے والے

کتنے ہیرے مری آنکھوں سے چُرائے تُو نے
چند پتّھر مری جھولی میں گرانے والے

خوں بہا اگلی بہاروں کا ترے سر تو نہیں؟
خشک ٹہنی پہ نیا پھُول کھِلانے والے

آ تجھے نذر کروں اپنی ہی شہ رگ کا لہُو
میرے دشمن، مری توقیر بڑھانے والے

آستینوں میں چھپائے ہُوئے خنجر آئے
مجھ سے یاروں کی طرح ہاتھ ملانے والے

ظلمتِ شب سے شکایت اُنھیں کیسی محسنؔ
وہ تو سورج کو تھے آئینہ دکھانے والے

Scanned with CamScanner

○

بکھر رہے ہیں خد و خال چار سُو میرے
مجھے تلاش نہ کر لیں کہیں عدُو میرے

ہیں سنگ زاد سہوں، سوچوں گا سامنے اُس کے
وہ آئینہ ہے تو چمکے گا رو بہ رو میرے

لکھا جو مرثیہ میں نے مزاجِ آدم کا۔
تمام لفظ ہُوئے ہیں لہُو لہُو میرے

یہ ڈھلتی شام کا جادُو ہے یا فریبِ نظر؟
کہ سائے پھیلتے جاتے ہیں کُو بکُو میرے

Scanned with CamScanner

○

سُورج کو دفنانے آئے
ڈھلتی شام کے لمبے سائے

دُکھ نے سکھ کا سانس لیا ہے
کاش کوئی پھر یاد نہ آئے

ایک ہے رستہ ہم دونوں کا
دیکھیں کون کہاں تک جائے؟

آج گھٹا سے خوشبُو برسی!
جیسے تو زُلفیں لہرائے

کاش کوئی سمجھائے اُس کو
لیکن کون اُسے سمجھائے

Scanned with CamScanner

روز کوئی ملنے آتا ہے
کیا کہتے ہوں گے ہمسائے؟

تجھ سے یوں بچھڑا ہوں جیسے
پتھّر سے شیشہ ٹکرائے

آج کا اِنساں، سب سے ارزاں
کون اسے معبُود بنائے؟

بنجر دھرتی پوچھ رہی ہے
چاند پہ کس نے شہر بسائے؟

وہ "خوشبو" کی موج ہے محسنؔ
کون اُس کی تصویر بنائے؟

Scanned with CamScanner

نہیں یہ غم کہ مری حسرتوں کا خون ہُوا
خوشی تو یہ ہے کہ ساتھی ہیں سرخرو میرے

یہ کیا کہ سارا زمانہ ہے تیرا دشمنِ جاں؟
کچھ اپنی بات بھی کر اے بہانہ جُو میرے

میں تجھ سے مل کے خود اپنا وجود کھو بیٹھا
تمام رنگ چُرا لے گیا ہے تُو میرے

جنوں کی فصل تو محسنؔ گزر گئی لیکن
جگر کے چاک ابھی تک ہیں بے رفو میرے

Scanned with CamScanner

○

اگر یہ حسنِ خلق بھی مقتل میں لمحہ بھر ٹھہرے
تو نام کیوں مرے قاتل کا چارہ گر ٹھہرے؟

کسی طرح تو مٹے نارسائیوں کی خلش
کہیں تو قافلۂ شامِ بے سحر ٹھہرے!

بُرا نہ مان جو غم نے بجھا دیا مجھ کو
کہ آندھیوں میں کہاں شمعِ رہگزر ٹھہرے؟

صبا کو ہم سے عداوت ہمیں سے رُت کو گریز
بھرے چمن میں ہمیں شاخِ بے ثمر ٹھہرے

ترے فراق کے لمحوں میں دل نے سوچا ہے
ترے وصال کے دن کتنے مختصر ٹھہرے!

ہمارے بعد سجایا ہے کس نے مقتل کو
عزیزو کچھ تو کہو، ہم تو بے خبر ٹھہرے

میں شہرِ جاں کا مقدر سنوار لوں محسنؔ
وہ ماہتاب جو پل بھر کو بام پر ٹھہرے

Scanned with CamScanner

○

بہار کیا، اب خزاں بھی مجھ کو گلے لگائے تو کچھ نہ پائے
میں برگِ صحرا ہوں، یوں بھی مجھ کو ہوا اُڑائے تو کچھ نہ پائے

میں پستیوں میں بھی خوش پڑا ہوں زمیں کے ملبوں میں جڑا ہوں
مثالِ نقشِ قدم پڑا ہوں، کوئی مٹائے۔ تو کچھ نہ پائے

تمام رسمیں ہی توڑ دی ہیں، کہیں نے آنکھیں ہی پھوڑ دی ہیں
زمانہ اب مجھ کو، آئینہ بھی مرا، دکھائے تو کچھ نہ پائے

عجیب خواہش ہے میرے دل میں، کبھی تو میری صدا کو سن کر
نظر جھکائے تو خوف کھائے، نظر اُٹھائے تو کچھ نہ پائے

Scanned with CamScanner

میں اپنی بے بائیگی چھپا کر، کواڑ اپنے کھُلے رکھوں گا
کہ میرے گھر میں اُداس موسم کی شام آئے تو کچھ نہ پائے

تُو آشنا ہے نہ اجنبی ہے، ترا مرا پیار سرسری ہے
مگر یہ کیا رسمِ دوستی ہے، تُو روٹھ جائے تو کچھ نہ پائے؟

اُسے گنوا کر پھر اُس کو پانے کا شوق دل میں تو یوں ہے محسنؔ
کہ جیسے پانی پہ دائرہ سا۔ کوئی بنائے تو کچھ نہ پائے

○

جلا کے تُو بھی اگر آسرا نہ دے مجھ کو
یہ خوف ہے کہ ہَوا پھر بجھا نہ دے مجھ کو

میں اِس خیال سے مُڑ مُڑ کے دیکھتا ہوں اُسے
بچھڑ کے بھی وہ کہیں پھر صدا نہ دے مجھ کو

فضائے دشت اگر اب میں گھر کو یاد کروں
وہ خاک اُڑے کہ ہَوا راستا نہ دے مجھ کو

اِسی خیال سے شب بھر مَیں سو نہیں سکتا
کہ خوفِ خوابِ گزشتہ جگا نہ دے مجھ کو

Scanned with CamScanner

ترے بغیر بھی تیری طرح میں زندہ رہوں؟
یہ حوصلہ بھی، دعا کر خدا نہ دے مجھ کو

اُبھر رہی ہے مرے دل میں پستیوں کی کشش
وہ چاند پھر سے زمیں پر گرا نہ دے مجھ کو

میں اس لیے بھی اُسے خود مناؤں گا محسنؔ
کہ مجھ سے روٹھنے والا، بھلا نہ دے مجھ کو

Scanned with CamScanner

○

سکوں کے دن سے فراغت کی رات سے بھی گئے
تجھے گنوا کے بھری کائنات سے بھی گئے!

جُدا ہُوئے تھے مگر دل کبھی نہ ٹوٹا تھا!
خفا ہُوئے تو ترے التفات سے بھی گئے

چلے تو نیل کی گہرائیاں تھیں آنکھوں میں
پلٹ کے آئے تو موجِ فرات سے بھی گئے

خیال تھا کہ تجھے پا کے خود کو ڈھونڈیں گے
تُو مل گیا ہے تو خود اپنی ذات سے بھی گئے

بچھڑ کے خط بھی نہ لکھے اُداس یاروں نے
کبھی کبھی کی ادھوری سی بات سے بھی گئے

وہ شاخ شاخ لچکتے ہُوئے بدن محسنؔ!
مجھے تو مل نہ سکے، تیرے ہات سے بھی گئے؟

○

خواب بکھرے ہیں سہانے کیا کیا؟
لُٹ گئے اپنے خزانے کیا کیا!

صرف اِک ترکِ تعلّق کے لیے!
تو نے ڈھونڈے ہیں بہانے کیا کیا

مُڑ کے دیکھا ہی تھا ماضی کی طرف
آ ملے یار پُرانے کیا کیا!

آج دیکھی ہے جو تصویر تری!
یاد آیا ہے نجانے کیا کیا!

شکریہ اے غمِ احباب کی رات
ہم پہ گزرے ہیں زمانے کیا کیا

کس سے کہیے کہ تری چاہت میں
ہم نے سوچے تھے فسانے کیا کیا

رات صحرا کی ردا پر مُحسنؔ
حرف لکھے تھے ہوا نے کیا کیا

Scanned with CamScanner

○

وہی تھا رنگ اُداسی کا، رہگذر جیسا
رہا ہے گھر میں بھی عالم وہی سفر جیسا

دعائیں دے مرے اشکوں کو شامِ ہجر کے چاند
دمک گیا ترا چہرہ مری سحر جیسا!

رُلا گیا مجھے تنہائیوں کی منزل پہ
خلوص موجِ ہَوا کا وہ ہم سفر جیسا

کسے بتاؤں کہ اُس سے بچھڑ کے کیا گزری؟
کہاں گیا وہ مرے غم سے بے خبر جیسا

تُو اجنبی ہے تو شاید تجھے نہ راس آئے
اُجاڑ دشت کا انداز میرے گھر جیسا

بدل گیا نہ ہو پردیس جا کے وہ محسن
کہ اُس کا خط بھی ملا اب کے مختصر جیسا

Scanned with CamScanner

○

جب سے اُس نے شہر کو چھوڑا، ہر رستہ سنسان ہُوا
اپنا کیا ہے، سارے شہر کا اک جیسا نقصان ہُوا

یہ دل، یہ آسیب کی نگری، مسکن سوچوں وہموں کا
سوچ رہا ہوں اِس نگری میں تُو کب سے مہمان ہُوا؟

صحرا کی منہ زور ہوائیں، "اوروں" سے منسوب ہُوئیں
مفت میں ہم آوارہ ٹھہرے، مفت میں گھر ویران ہُوا

میرے حال پہ حیرت کیسی، درد کے تنہا موسم میں
پتھر بھی رو پڑتے ہیں، انسان تو پھر انسان ہُوا

Scanned with CamScanner

اتنی دیر میں اُجڑے دل پر، کتنے محشر بیت گئے
جتنی دیر میں تجھ کو پا کر، کھونے کا اِمکان ہُوا

کل تک جس کے گِرد تھا رقصاں اِک انبوہ ستاروں کا
آج اُسی کو تنہا پا کر، میں تو بہت حیران ہُوا

اُس کے زخم چھپا کر رکھیے، خود اُس شخص کی نظروں سے
اُس سے کیسا شکوہ کیجے، وہ تو ابھی نادان ہُوا

جن اشکوں کی پھیکی لَو کو ہم بے کار سمجھتے تھے!
اُن اشکوں سے کتنا روشن، اِک تاریک مکان ہُوا

یوں بھی کم آمیز تھا محسنؔ، وہ اس شہر کے لوگوں میں
لیکن میرے سامنے آ کر اور بھی کچھ "انجان" ہُوا

○

جتنے بھی سخنور ہیں سبھی مُہر بہ لب ہیں
اے دوست ترے شہر کے آداب عجب ہیں

بے رشتۂ زنجیر ترا در ہے تو کیا ہے ؟
ہم منتظرِ عدلِ جہانگیر ہی کب ہیں ؟

اے محتسبِ شہر نہیں تجھ سے شکایت
ہم خود ہی دل و جاں کی تباہی کا سبب ہیں

یہ اہلِ وفا کون ہیں اے کوچۂ قاتل !
جاں نذرِ وفا کر کے بھی بیداد طلب ہیں

اے واردِ نو ہم پہ نہ کر اتنا بھروسہ
ہم لوگ بھی دریوزہ گرِ نام و نسب ہیں

اب دیکھیے کس کس پہ ترے غم کا کرم ہو؟
ورنہ تری چاہت کے گنہگار تو سب ہیں

سورج کی طرح ہم پہ مُسلّط ہیں کئی لوگ
یہ بات الگ ہے کہ وہ پروردۂ شب ہیں

محسنؔ ہمیں معلوم ہے ہر غم کی حقیقت!
ہم حلقۂ ماتم میں بھی مصروفِ طرب ہیں

Scanned with CamScanner

○

اب کیا ہوئیں وہ صحبتیں اے دل، وہ بزم آرائیاں؟
بکھری پڑی ہیں شہر میں ہر سُو کٹھن تنہائیاں

اب دودھ کی تاثیر بھی مٹی میں مل کر رہ گئی
اب بھائیوں سے دشمنی کرنے لگیں ماں جائیاں

کس کس سے رکھیے دوستی، کس کس کو دشمن جانیے!
چہروں میں گھر کر رہ گئیں، نادانیاں، دانائیاں

رستہ بتاتے ہیں مگر، آنکھوں پہ پٹی باندھ کر!
کچھ ہمسفر کرتے ہیں یوں بھی حوصلہ افزائیاں

Scanned with CamScanner

سورج کسی کے ہجر کا ڈھلنے میں آنا ہی نہ تھا
یادوں کی گہری رات نے زلفیں بہت بکھرائیاں

محمل سجا کر چل پڑی پگلی پرائے دیس کو!
ہنستے رہے آنسو مرے، روتی رہیں شہنائیاں

رشتوں کے بندھن توڑ کر ہم تم یونہی ملتے رہیں
روکا کریں گھر والیاں، پوچھا کریں ہمسائیاں

کتنی رُتیں بیتیں مگر محسنؔ ابھی تک یاد ہیں
اِک چاندنی اوڑھے ہوئے آنگن میں دو پرچھائیاں

Scanned with CamScanner

○

اجنبی شہر لگے صورتِ زنداں مجھ کو
لے چل اے موجِ ہوا سوئے بیاباں مجھ کو

رات آئے تو ترے درد کی رُت بھی آئے
چاند نکلے تو کرے داں بھی پریشاں مجھ کو

میں کبھی بجھنے کو ہوں اے قتل گہِ شہر مگر
یاد رکھے گی تری شامِ غریباں مجھ کو

لوٹ آیا ہوں نصیبِ غمِ یاراں بن کر
راس آئی نہ ہوائے غمِ دوراں مجھ کو

تُو کہ دریا پہ برستا ہے نہ صحراؤں میں
اپنی منزل تو بتا — اَبرِ گریزاں مجھ کو!

یوں بھی رُسوا تھی بہت خلوتِ دل کی خواہش
تیری چاہت نے کیا اور نمایاں مجھ کو!

اپنا گھر کتنا ہی ویراں ہو، پھر اپنا گھر ہے
بسترِ خاک لگے تختِ سلیماں مجھ کو

جانتا ہوں میں خد و خال کی قیمت محسنؔ
آئینہ کر نہ سکے گا کبھی حیراں مجھ کو

Scanned with CamScanner

○

وہ صبا زادہ سہی، صرصر بھی ہے!
سنگدل بھی، آئینہ پیکر بھی ہے

کر رہا ہوں طے اندھیروں کا سفر
بوجھ صدیوں کا مرے سر پر بھی ہے

آئینے کو کیا خبر اس بھید کی!
ایک چہرہ جسم کے اندر بھی ہے

صبح کی پہلی کرن، کو کیا خبر؟
تیرے زانو پر بھی کسی کا سر بھی ہے

Scanned with CamScanner

پربتوں کے پار جانا ہے مجھے
ہر قدم پر اک نئی ٹھوکر بھی ہے

منصفی آئی ہے جس کے ہاتھ میں
آستیں اُس کی لہو میں تر بھی ہے

چاند بھی اُترا ہُوا ہے جھیل میں
اِک نیا منظر پسِ منظر بھی ہے

احتیاط اے سادہ دل محسنؔ مرے
دوستوں کے ہاتھ میں خنجر بھی ہے

Scanned with CamScanner

○

اُس کو اپنے گھر کے سناٹے سے کتنا پیار تھا
وہ بظاہر کچھ نہ لگتا تھا مگر "فنکار" تھا

تجھ سے بچھڑا ہوں تو دیکھے ہیں کئی چہرے مگر
خواہشوں کی بھیڑ میں بھی تو مرا معیار تھا

اُس کی خواہش تھی تو پی لینا تھا جامِ زہر بھی
دیکھنا بے سود تھا پھر سوچنا بے کار تھا

میرا سَر نوکِ سناں پر بھی رہے سب سے بلند
میں بنی آدم کی عظمت کا علمبردار تھا

میں سفر آغاز کیا کرتا اَنا کے دشت میں
میرا سایہ راہ کی سب سے بڑی دیوار تھا

شہر بھر میں ایک ہی دشمن نظر آیا ہے
وہ ستمگر بھی مرا صدیوں پرانا یار تھا

ہم نے محسنؔ کی غزل پڑھ کر ہی جی بہلا لیا
اُس سے کیا ملتے وہ اپنے آپ سے بیزار تھا

Scanned with CamScanner

○

رہروِ فرات کا نہ مسافر ہوں نیل کا
میں پھول ہوں خود اپنی لہو رنگ جھیل کا

اے شامِ بے سحر تُو مرا احترام کر
میں آخری چراغ ہوں تیری فصیل کا

تُو نے کہا نہ تھا کہ "مرا آئینہ ہے تُو"
میں منتظر رہا ترے عکسِ جمیل کا

شاید خدا کے گھر کی طرح دل بھی بچ سکے
وردِ زباں ہے واقعہ "اصحابِ فیل" کا

محسنؔ بروزِ حشر نہیں خوفِ تشنگی
ساقی ہے بُو تراب اگر سلسبیل کا

Scanned with CamScanner

○

جذبے کو زبان دے رہا ہوں
پتّھر کو بھی جان دے رہا ہوں

اِک یاد کو دفن کر کے دل میں
دشمن کو امان دے رہا ہوں

مُنصف کا مزاج جانتا ہوں
بے سُود بیان دے رہا ہوں

بہروپ بدل کے آندھیوں کا
ذرّوں کو اُڑان دے رہا ہوں

Scanned with CamScanner

چہرے پہ سجا کے خون اپنا
قاتل کا نشان دے رہا ہوں

فصلوں کو تو بارشوں نے لُوٹا
مٹّی کا لگان دے رہا ہوں

تنہائی میں کر رہا ہوں باتیں
دیوار کو کان دے رہا ہوں

اِس شہر میں شعر کہہ کے محسنؔ
صحرا میں اذان دے رہا ہوں

Scanned with CamScanner

○

سنگدل کتنے ترے شہر کے منظر نکلے
جن کی مہماں تھی شبِ غم، وہی بے گھر نکلے

ایسی آنکھوں سے تو بہتر تھا کہ اندھے ہوتے
ہم جسے آئینہ سمجھیں وہی پتّھر نکلے!

دن بُرے ہوں تو گہر پر بھی ہو کنکر کا گماں
بن پڑے بات تو صحرا بھی سمندر نکلے

آبگینوں کو جو توڑا تو وہ ٹھہرے مٹّی!
سنگریزوں کو جو پرکھا تو وہ "مرمر" نکلے

Scanned with CamScanner

جن کو نفرت سے ہَوا، راہ میں چھوڑ آئی تھی
آسماں پر وہی ذرّے مہ و اختر نکلے

شہر والوں نے جنھیں دار کا مجرم سمجھا
وہ گنہگارِ محبّت کے پیمبر نکلے

خوف سے موت کی ہچکی بھی اٹک جاتی ہے
اس خموشی میں کہاں کوئی سخنور نکلے؟

میری ہر سانس تھی میزانِ عدالت محسنؔ
جتنے محشر تھے مرے جسم کے اندر نکلے!

Scanned with CamScanner

○

وہی قصّے ہیں وہی بات پرانی اپنی
کون سنتا ہے بھلا رام کہانی اپنی

ہر ستمگر کو یہ ہمدرد سمجھ لیتی ہے
کتنی خوش فہم ہے کم بخت جوانی اپنی

روز ملتے ہیں دریچے میں نئے پھول مجھے
چھوڑ جاتا ہے کوئی روز نشانی اپنی

تجھ سے بچھڑے ہیں تو پایا ہے بیاباں کا سکوت!
ورنہ دریاؤں سے ملتی تھی روانی اپنی!

قحطِ پندار کا موسم ہے سُنہرے لوگو!
اور کچھ تیز کرو اب کے گرانی اپنی

دشمنوں سے ہی غمِ دل کا مداوا مانگیں
دوستوں نے تو کوئی بات نہ مانی اپنی

آج پھر چاند اُفق پر نہیں اُبھرا محسنؔ
آج پھر رات نہ گزرے گی سُہانی اپنی

Scanned with CamScanner

○

اب تو ہر اک آن بدلتی رُت سے جی ڈرتا ہے
بے فکری کی نیند کا موسم شاید بیت گیا ہے

پیلے پتّوں والے پودے کب کے اُکھڑ چکے ہیں
پت جھڑ کی اس رُت میں لیکن دل کا پیڑ ہرا ہے

جب وہ مجھ سے چھپ کر رویا، جب یہ بات کھُلی ہے
کہنے کو ہم ایک ہیں لیکن، دکھ اپنا اپنا ہے

کون بچائے کالی ناگن رات کی زد سے اس کو؟
ڈھلتا سورج بوڑھے دن کا اِکلوتا بیٹا ہے

Scanned with CamScanner

تُو وہ بستی بھول چکا ہے، جس کا اِک اِک باسی
پتھر بن کر اب تک تیرا رستہ دیکھ رہا ہے

شہر اُجڑا، گھر ویراں ٹھہرے رستے چپ ہیں لیکن
سُوکھے پیڑ پہ اب تک تیرا میرا "نام" لکھا ہے

وہ "انمول گھر" ہے اَب بھی، اُس کی بات نہ چھیڑو
ہم ہی پیار میں جھوٹے نکلے محسنؔ وہ سچا ہے

Scanned with CamScanner

○

رات باقی رہے کہ ڈھل جائے؟
زندگی تو نہ رُخ بدل جائے

سوچ کی دھوپ میں بدن اُس کا
برف جیسے پگھل پگھل جائے

کس قدر گرم ہے وجُود کا لمس؟
برق چھُو لے تو وہ بھی جل جائے

اِس قدر محوِ رنجِ ہستی ہوں
موت آئے تو وہ بھی ٹل جائے

Scanned with CamScanner

پہلی پہلی محبتوں کا خمار
باتوں باتوں میں رات ڈھل جائے

اب کے دل میں وہ درد اُترا ہے
غیر ممکن ہے آج کل جائے

زندگی خوش ہے تیرے وعدوں پہ
جیسے بچّے کا دل بہل جائے

ہجر کی رات ڈھل گئی محسنؔ
اب تو دل سے کہو سنبھل جائے

Scanned with CamScanner

○

اس شہر میں ایسی بھی قیامت نہ ہوئی تھی
تنہا تھے مگر خود سے تو وحشت نہ ہوئی تھی

یہ دن ہیں کہ یاروں کا بھروسا بھی نہیں ہے
وہ دن تھے کہ دشمن سے بھی نفرت نہ ہوئی تھی

اب سانس کا احساس بھی اِک بارِ گراں ہے
خود اپنے خلاف ایسی بغاوت نہ ہوئی تھی

اُجڑے ہوئے اس دل کے ہر اک زخم سے پوچھو!
اِس شہر میں کس کس سے محبت نہ ہوئی تھی؟

اب تیرے قریب آکے بھی کچھ سوچ رہا ہوں
پہلے تجھے کھو کر بھی ندامت نہ ہوئی تھی

ہر شام اُبھرنا تھا اِسی طور سے مہتاب
لیکن دلِ وحشی کی یہ حالت نہ ہوئی تھی

خوابوں کی ہَوا راس تھی جب تک مجھے محسنؔ
یوں جاگتے رہنا مری عادت نہ ہوئی تھی

Scanned with CamScanner

وہ لوگ جن کو ستاروں کی جستجو ہے بہت
اُنھی کی آبلہ پائی پہ گفتگو ہے بہت

تو آسماں پہ شفق در شفق گلاب کھلا
مری زمیں کو مرے جسم کا لہو ہے بہت

یہی خیال مری زندگی کا حاصل ہے!
مجھے گنوا کے مرا یار سرخرو ہے بہت

قدم قدم پہ کئی زاویے بدلتا ہے
تری طرح ترا غم بھی بہانہ جو ہے بہت

Scanned with CamScanner

میں جنگلوں کے گلابوں سے پیار کرتا ہوں
وہ یوں کہ دل میں اُجڑنے کی آرزو ہے بہت

میں کب سے آنکھ میں آنسو سجائے پھرتا ہوں
سُنا تھا اُس کو نگینوں کی جستجو ہے بہت

مری گلی میں اُترا اے شبِ غریب کے چاند!
میں شہر بھر میں اکیلا ہوں مجھ کو تُو ہے بہت

یہ کہہ کے شہر سے محسنؔ گزر گیا بادل
میں کیا کروں کہ تری خاک بے نمو ہے بہت

○

تجھ پر بھی فسوں دہر کا چل جائے گا آخر
دنیا کی طرح تُو بھی بدل جائے گا آخر

پھیلی ہے ہر اک سمت حوادث کی کڑی دھوپ
پتھر ہی سہی، وہ بھی، پگھل جائے گا آخر

اے میرے بدن رُوح کی دولت پہ نہ اِترا
یہ تیر بھی ترکش سے نکل جائے گا آخر

وہ صبح کا تارہ ہے تو پھر ماند بھی ہوگا
چڑھتا ہُوا سورج ہے تو ڈھل جائے گا آخر

دل تجھ سے بچھڑ کر بھی کہاں جائے گا اے دوست!
یادوں کے کھلونوں سے بہل جائے گا آخر

آوارہ و بدنام ہے محسنؔ تو ہمیں کیا؟
خود ٹھوکریں کھا کھا کے سنبھل جائے گا آخر

Scanned with CamScanner

○

ٹھہر جاؤ کہ حیرانی تو جائے
تمہاری شکل پہچانی تو جائے

شبِ غم تُو ہی مہمان بن کے آ جا
ہمارے گھر کی ویرانی تو جائے

ذرا کھُل کر بھی رو لینے دو ہم کو
کہ دل کی آگ تک پانی تو جائے

بلا سے توڑ ڈالو آئینوں کو!
کسی صورت یہ حیرانی تو جائے

ترے محتاج جینا سیکھ لیں گے
سروں سے بُوئے سلطانی تو جائے

شکستِ عہد و پیماں پر یقیں ہے
مگر دل کی پریشانی تو جائے

نمٹ لیں گے غمِ دنیا سے محسنؔ
غمِ دل کی فراوانی تو جائے

Scanned with CamScanner

○

میں کل تنہا تھا، خلقت سو رہی تھی
مجھے خود سے بھی وحشت ہو رہی تھی

اُسے جکڑا ہُوا تھا زندگی نے !
سرہانے موت بیٹھی رو رہی تھی

کھُلا مجھ پر کہ میری خوش نصیبی!
مرے رستے میں کانٹے بو رہی تھی

مجھے بھی نارسائی کا ثمر دے!
مجھے تیری تمنا جو رہی تھی

Scanned with CamScanner

مرا قاتل مرے اندر چھپا تھا
مگر بدنام خلقت ہو رہی تھی

بغاوت کر کے خود اپنے لہو سے
غلامی داغ اپنے دھو رہی تھی

لبوں پر تھا سکوتِ مرگ لیکن
مرے دل میں قیامت سو رہی تھی

بجز موجِ فنا، دنیا میں محسن
ہماری جستجو کس کو رہی تھی؟

Scanned with CamScanner

○

یہ کیا کہ دن کو بھی رات لکھو!
ہُنر ورو، دل کی بات لکھو!

میں پیاس سے جاں بہ لب ہوں دیکھو
وہ بہہ رہا ہے فُرات، لکھو!

جلیں تو جل جائیں ہونٹ، بولو!
کٹیں تو کٹ جائیں ہات، لکھو!

خدا کی قدرت سمجھنے والو۔!
بشر کے بھی معجزات لکھو!

Scanned with CamScanner

مزا تو جب ہے کہ زہر پی کر
حدیثِ آبِ حیات لکھو!

یہ جشن جو میری موت پر ہے،
اِسے بھی میری برات لکھو!

بہے جو آنسو بنامِ آدم!
اُسے میری کائنات لکھو

حقیقتِ روح کچھ ہو محسنؔ
بدن کو زندانِ ذات لکھو!

Scanned with CamScanner

⊙

چاندنی جب خوف کے منظر کو عریاں کر گئی!
زندگی اپنے ہی سائے سے اچانک ڈر گئی

رات میری آنکھ میں کرنوں کا اِک سیلاب تھا
تیرا چہرہ دیکھنے سے بھی طبیعت بھر گئی

چاند کے محمل سے اُتری جب وہ شرمیلی کرن
دُور سے دیکھا تو میں سمجھا کہ میرے گھر گئی

ایک پرچھائیں مری باہوں کا آنگن چھوڑ کر
خود بھی آوارہ ہُوئی مجھ کو بھی تنہا کر گئی

میں نہ کہتا تھا نہ نکلو آئینہ خانے سے تم
اب بتاؤ تہمتِ سنگ آج کس کے سر گئی

کیوں نظر آئے مجھے محسن وہاں تہمت کے داغ؟
کیوں مری میلی نظر اُس کے لبادے پر گئی؟

Scanned with CamScanner

○

باغی میں آدمی سے نہ منکر خدا کا تھا
درپیش مسئلہ مری اپنی انا کا تھا

گم صم کھڑا تھا ایک شجر دشتِ خوف میں
شاید وہ منتظر کسی اندھی ہوا کا تھا

اپنے دھوئیں کو چھوڑ گیا آسمان پر
بجھتے ہوئے دیے میں غرور انتہا کا تھا

دیکھا تو وہ حسین لگا سارے شہر میں
سوچا تو وہ ذہین بھی ظالم بلا کا تھا

Scanned with CamScanner

لہرا رہا تھا کل جو سرِ شاخِ بے لباس
دامن کا تار تھا کہ وہ پرچم صبا کا تھا؟

ورنہ مکانِ تیرہ کہاں، چاندنی کہاں؟
اُس دستِ بے چراغ میں شعلہ حنا کا تھا

میں خوش ہُوا کہ لوگ اکٹھے ہیں شہر کے
باہر گلی میں شور تھا لیکن ہوا کا تھا

اُس کو غلافِ روح میں رکھا سنبھال کر
محسنؔ وہ زخم بھی تو کسی آشنا کا تھا

○

بہروپ نیا بدل رہے ہیں
ہم وقت کے ساتھ چل رہے ہیں

بے وجہ چھلک رہی ہیں آنکھیں
بے وقت چراغ جل رہے ہیں

اِس فصل میں گُل کہاں کھلیں گے؟
شاخوں پہ تو سانپ پل رہے ہیں

اے دُشمنو تم گواہ رہنا!
ہر دَور میں ہم اٹل رہے ہیں

منہ زور ہُوا ہے جشنِ تنہا
دریاؤں کے دل پگھل رہے ہیں

اب ماہ و نجوم کو بھی انساں
کلیوں کی طرح مَسل رہے ہیں

اِس دَور کے زخم کھا کے محسنؔ
پتھر بھی لہُو اُگل رہے ہیں

Scanned with CamScanner

○

میں کیوں نہ ترکِ تعلّق کی ابتداء کرتا
وہ دُور دیس کا باسی تھا، کیا وفا کرتا؟

وہ میرے ضبط کا اندازہ کرنے آیا تھا
میں ہنس کے زخم نہ کھاتا تو اور کیا کرتا؟

ہزار آئینہ خانوں میں بھی پا نہ سکا
وہ آئینہ جو مجھے خود سے آشنا کرتا

درِ قفس پہ قیامت کا حبس تھا ورنہ
صبا سے ذکر ترا میں بھی سُن لیا کرتا

مری زمیں تُو اگر مجھ کو راس آجاتی!
میں رفعتوں میں تجھے آسمان سا کرتا

غمِ جہاں کی محبّت لُبھا رہی تھی مجھے
میں کس طرح تری چاہت پہ آسرا کرتا؟

اگر زبان نہ کٹتی تو شہر میں محسن
میں پتھروں کو بھی اِک روز ہمنوا کرتا!

○

کچھ اپنی آنکھ بھی ہے خمارِ انا سے مست
کچھ ان دنوں ہے شہر کا موسم بھی مے پرست

صحرا میں گُل کھلے ہیں قفس تاک صبا گئی
شاید جنوں کے ہاتھ ہے گلشن کا بندوبست

اب زندگی کو منہ نہ دکھائیں گے ہم کبھی
سمجھو شکستِ سازِ نفس، آخری شکست

اب وحشتوں کو صبر کی تلقین کیا کریں؟
دامانِ دل دراز ہے، صحرا ہے تنگ دست

محسنؔ کہاں ہے سود و زیاں کی خبر ہمیں؟
ہم سے نہ پوچھ مطلبِ فرقِ بلند و پست،

○

نہ پوچھ غم نے دکھائی ہیں پستیاں کیسی ؟
اُجڑ گئی ہیں دل و جاں کی بستیاں کیسی ؟

کسی پہ رازِ درِ میکدہ کھُلا کہ نہیں ؟
سناؤ اب کے رہیں فاقہ مستیاں کیسی

غموں نے لُوٹ لیے ہیں عقیدتوں کے چمن
خدا بھی یاد نہیں، بُت پرستیاں کیسی ؟

فلک نے خاک کو پُرسہ دیا ہے جن کے لیے
ہُوئی ہیں زیرِ زمیں دفن ہستیاں کیسی !

تجھے گنوا کے فراغت کسے سنورنے کی ؟
شراب ہی نہ ملے جب تو مستیاں کیسی

علیؑ ولی کا کرم ہے تو خوش رہو محسنؔ
کہاں کے رنج و اَلم، تنگ دستیاں کیسی ؟

O

آنکھیں کھلی رہیں گی تو منظر بھی آئیں گے
زندہ ہے دل تو اور ستمگر بھی آئیں گے

پہچان لو تمام فقیروں کے خدّوخال!
کچھ لوگ شب کو بھیس بدل کر بھی آئیں گے

گہری خموش جھیل کے پانی کو یوں نہ چھیڑ!
چھینٹے اُڑے تو تیری قبا پر بھی آئیں گے

خود کو چھپا نہ شیشہ گروں کی دکان میں
شیشے چمک رہے ہیں تو پتھّر بھی آئیں گے!

اُس نے کہا، گناہ کی بستی سے مت نکل
اک دن یہاں حسین پیمبر بھی آئیں گے

اے شہر یار دشت سے فرصت نہیں۔مگر
نکلے سفر پہ ہم تو ترے گھر بھی آئیں گے

محسنؔ ابھی صبا کی سخاوت پہ خوش نہ ہو
جھونکے یہی بصورتِ صرصر بھی آئیں گے

Scanned with CamScanner

○

گھور اندھیروں کی بستی میں جنسِ ہُنر کو عام کریں
پھر سے ہم یہ آنسو بیچیں، روشنیاں نیلام کریں

اِک دُنیا ہے دشمن اپنی ایک زمانہ قاتل ہے
کس کس کے سر تہمت باندھیں، کس کس کو بدنام کریں؟

وہ شہرت سے ڈرنے والا، تنہا تنہا پھرتا ہے
دل کہتا ہے ساری غزلیں اُس کافر کے نام کریں

دُھوپ سے اُجلا روپ ہے اُس کا، سونے جیسی صورت ہے
ہم اُجڑی تقدیروں والے، کیسے اُس کو رام کریں؟

اِک اُڑتے بادل کا سایا کب تک ساتھ نبھائے گا؟
پھر بھی کچھ سستا لیں یارو، کچھ لمحے آرام کریں

دوست کہاں تک ہاتھ بٹائیں کیوں احباب کو زحمت ہو
دل کے ہر اک درد کو محسنؔ آؤ غرقِ جام کریں

Scanned with CamScanner

○

صحرا کو "فُرات" کہہ رہا ہوں
کتنی بڑی بات کہہ رہا ہوں

ہر لمحہ گزرتی زندگی کو!
ڈھلتی ہُوئی رات کہہ رہا ہوں

اے زہرِ غمِ فراق تجھ کو!
لے، آبِ حیات کہہ رہا ہوں

اِس دَور کی مصلحت یہی ہے
میں دن کو بھی رات کہہ رہا ہوں

اب کون و مکاں کی وسعتوں کو
اِک مجلسِ ذات کہہ رہا ہوں

اِنسان کے ارتقاء کو محسنؔ
لمحاتِ وفات کہہ رہا ہوں

○

امرت تری چاہت کا پیے بِن نہ رہا جائے
یہ جُرم اگر ہے تو کیے بِن نہ رہا جائے

جب ذکر ہو تسکینِ دل و جاں کا سرِ بزم
مجھ سے تو ترا نام لیے بِن نہ رہا جائے

وہ رُت ہے کہ ہر سانس عذابِ رگِ جاں ہے
اِس پر بھی ستم یہ کہ جیے بِن نہ رہا جائے

جب جب مَیں ہَوا بن کے ترے شہر سے گزروں
دستک ترے در پر بھی دیے بِن نہ رہا جائے

سایا مری تنہائی کا دُشمن ہے سفر میں!
لیکن اِسے ہمراہ لیے بِن نہ رہا جائے!

کیا موسمِ آغازِ جنوں ختم کو پہنچا؟
کیوں دامنِ صد چاک سیے بِن نہ رہا جائے؟

محسن کوئی آنسو ہی جلاؤ سرِ مژگاں
مجھ سے تو اندھیرے میں دیے بِن نہ رہا جائے

Scanned with CamScanner

○

دل مرجھائے پھولوں جیسا، چہرے پر ہریالی ہے
محسنؔ وہ سُندرتا گوری کتنی بھولی بھالی ہے

ہر اک چہرہ ایک خزانہ ہے انمول نگینوں کا
لیکن غور سے دیکھ رہا ہوں ہر اک آنکھ سوالی ہے

میں مدّت سے سوچ رہا تھا کس کس بھید کا خون کروں؟
میرے گُم صُم لفظ چرا کر تم نے بات بنالی ہے؟

ننگے چہرے بھوکی نظریں پیاسے ہونٹ سوال کریں
کون اس شہر کا اَن داتا ہے کون اس شہر کا والی ہے؟

Scanned with CamScanner

اندھی آگ میں اُجلی آنکھیں جل کر راکھ نہ ہو جائیں
نیل گگن کی اور نہ تکنا بجلی گرنے والی ہے

ہر اک راہی آنکھ میں ڈھیروں دیپ جلائے پھرتا ہے
یوں لگتا ہے جیسے شہر میں آج کی شب دیوالی ہے

جس کی اِک اِک بات سے پھُوٹیں سو سو جھرنے امرت کے
اُس نے کیوں نازک ہونٹوں پر چپ کی مُہر لگالی ہے؟

ہم فرہاد نہ تھے پر محسنؔ اُس کو راہ پر لائے ہیں
ہم نے اُس کے پتھر دل سے پیار کی نہر نکالی ہے

Scanned with CamScanner

○

یہ ہم نے دیکھا تھا خواب پیارے، ندی کنارے
زمیں پہ اُترے تھے دو ستارے، ندی کنارے

نجانے گزرے ہیں کتنے ساون اِس آرزو میں
کبھی تو کوئی ہمیں پکارے، ندی کنارے

وہی شجر ہیں وہی ہیں سائے مگر پرائے
ہیں اپنی بستی کے رنگ سارے ندی کنارے

اُتر کے مہتاب بن گیا آئینہ کسی کا!
کسی نے بال اپنے یوں سنوارے، ندی کنارے

کبھی اِدھر سے گزر کے دیکھو تو یاد آئیں
وہ قول اپنے وچن تمھارے، ندی کنارے

کٹی ہے اِک عمر ہمنشیں کے بغیر اپنی
کوئی تو اپنی طرح گزارے، ندی کنارے

Scanned with CamScanner

دعائیں دیتی ہیں بانسری کی صدائیں شب کو
کبھی نہ سُوکھیں یہ سبز چارے، ندی کنارے

تمھیں نہ دیکھا تو رائیگاں رائیگاں لگے ہیں
شراب، شبنم، شفق، شرارے، ندی کنارے

تمھیں نہ پایا تو موج در موج بٹ گئے ہیں
بہ شرط ہم اس طرح سے ہارے، ندی کنارے

یہ گھر کی تنہائیاں تو محسن سدا رہیں گی!
چلو، سحر کی ہَوا پکارے، ندی کنارے

Scanned with CamScanner

○

اب یہ خواہش ہے کہ اپنا ہمسفر کوئی نہ ہو
جُز شبِ تنہا، شریکِ رہگزر کوئی نہ ہو

رات کے پچھلے پہر کی خامشی کے خوف کو
اُس سے پوچھو، شہر بھر میں جس کا گھر کوئی نہ ہو

یا چراغِ کم نفس کو صبح تک جلنا سکھا!
یا پھر ایسی شام دے جس کی سحر کوئی نہ ہو

جل رہے ہیں بام و دَر اور مطمئن بیٹھا ہوا ہیں
گھر کی بربادی سے اتنا بے خبر کوئی نہ ہو

جستجو فن کی، متاعِ فن بچانے کا خیال
پتھروں کے شہر میں بھی شیشہ گر کوئی نہ ہو

درد اتنا ہو کہ بول اُٹھے سکوتِ شہرِ جاں
زخم ایسا دے کہ جس کا چارہ گر کوئی نہ ہو

صحبتوں کے خواب دیکھوں رات بھر محسنؔ مگر
صبحدم آنکھیں کھُلیں تو بام پر کوئی نہ ہو

Scanned with CamScanner

O

ریشم زلفوں، نیلم آنکھوں والے اچھے لگتے ہیں
میں شاعر ہوں مجھ کو اُجلے چہرے اچھے لگتے ہیں

تُم خود سوچو، آدھی رات کو ٹھنڈے چاند کی چھاؤں میں
تنہا راہوں پر ہم دونوں کتنے اچھے لگتے ہیں!

آخر آخر سچے قول بھی چبھتے ہیں دل والوں کو
پہلے پہلے پیار کے جھوٹے وعدے اچھے لگتے ہیں

جب سے وہ پردیس گیا ہے شہر کی رونق روٹھ گئی
اب تو اپنے گھر کے بند دریچے اچھے لگتے ہیں

کالی رات میں جگمگ کرتے تارے کون بجھاتا ہے؟
اِس دلہن کو یہ موتی یہ گہنے، اچھے لگتے ہیں

کل اُس رُوٹھے رُوٹھے یار کو دیکھا تو محسوس ہُوا
محسن اُجلے جسم پہ میلے کپڑے اچھے لگتے ہیں

Scanned with CamScanner

○

اک دیا دل میں جلانا بھی، بجھا بھی دینا
یاد کرنا بھی اُسے روز، بھلا بھی دینا

کیا کہوں یہ مری چاہت ہے کہ نفرت اُس کی؟
نام لکھنا بھی مرا، لکھ کے مٹا بھی دینا

پھر نہ ملنے کو بچھڑتا تو ہوں تجھ سے لیکن،
مُڑ کے دیکھوں تو پلٹنے کی دعا بھی دینا

خط بھی لکھنا اُسے، مایوس بھی رہنا اُس سے
جرم کرنا بھی مگر خود کو سزا بھی دینا

Scanned with CamScanner

مجھ کو رسموں کا تکلّف بھی گوارا لیکن
جی میں آئے تو یہ دیوار۔ گرا بھی دینا

اُس سے منسوب بھی کر لینا پُرانے قصّے،
اُس کے بالوں میں نیا پھول سجا بھی دینا

صورتِ نقشِ قدم، دشت میں رہنا محسنؔ
اپنے ہونے سے نہ ہونے کا پتا بھی دینا

Scanned with CamScanner

○

شہر کی دھوپ سے پوچھیں کبھی گاؤں والے
کیا ہوئے لوگ وہ زلفوں کی گھٹاؤں والے!

اب کے بستی نظر آتی نہیں اُجڑی گلیاں،
آؤ ڈھونڈیں کہیں درویش، دعاؤں والے!

سنگ زاروں میں مرے ساتھ چلے آئے تھے
کتنے سادہ تھے وہ بلّور سے پاؤں والے!

ہم نے ذرّوں سے تراشے تری خاطر سُورج
اب زمیں پر بھی اُتر، زرد خلاؤں والے!

Scanned with CamScanner

کیا چراغاں تھا محبت کا کہ بجھتا ہی نہ تھا!
کیسے موسم تھے وہ پُرشور ہواؤں والے

تُو کہاں تھا مرے خالق، کہ مرے کام آتا؟
مجھ پہ ہنستے رہے پتّھر کے خداؤں والے!

ہونٹ سی کر بھی کہاں بات بنی ہے محسنؔ
خامشی کے وہی تیور ہیں صداؤں والے

○

جب تک ترے ہمسفر رہے ہیں
ہم خود سے بھی بے خبر رہے ہیں

کیا تیرے بغیر زندگی ہے ؟
کہنے کو تو دن گزر رہے ہیں

ناداں ہیں چمن کے پاسباں بھی
"خُوشبُو" کو اسیر کر رہے ہیں

اِس دور میں کچھ سمجھ نہ آئے
زندہ ہیں کہ لوگ مر رہے ہیں؟

"بادل" کی طرح برسنے والے !
"دریا" کی طرح اُتر رہے ہیں

Scanned with CamScanner

برگِ صحرا
۱۷۴

"موسم" کی طرح بدلنے والے!
پتّوں کی طرح بکھر رہے ہیں

ڈوبے تھے ہم اپنی لغزشوں سے
الزام ہوا کے سَر رہے ہیں

رودادِ حیات اُن سے پوچھو
اک عمر جو دربدر رہے ہیں

کچھ دشت کا ذکر بھی ہوا تھا!
ہم لوگ تو آب کے گھر رہے ہیں

جب تک وہ قریبِ جاں تھا محسنؔ
ہم چاند کے دوش پر رہے ہیں

○

وہ دل کا بُرا، نہ بے وفا تھا
بس، مجھ سے یونہی بچھڑ گیا تھا

لفظوں کی حدوں سے ماورا تھا
اب کس سے کہوں وہ شخص کیسا تھا؟

وہ میری غزل کا آئینہ تھا
ہر شخص یہ بات جانتا تھا

ہر سمت اُسی کا تذکرہ تھا
ہر دل میں وہ جیسے بس رہا تھا

میں اُس کی "انا" کا آسرا تھا
وہ مجھ سے کبھی نہ روٹھتا تھا

میں دھوپ کے بن میں جل رہا تھا
وہ سایۂ ابر بن گیا تھا

میں بانجھ رُتوں کا آشنا تھا
وہ موسمِ گُل کا ذائقہ تھا

Scanned with CamScanner

اِک بار بچھڑ کے جب ملا تھا
وہ مجھ سے لپٹ کے رو پڑا تھا

کیا کچھ نہ اُسے کہا گیا تھا؟
اُس نے تو لبوں کو سِی لیا تھا

وہ چاند کا ہمسفر تھا شاید
راتوں کو تمام جاگتا تھا

ہونٹوں میں گلوں کی نرم خوشبو
باتوں میں تو شہد گھولتا تھا

کہنے کو جُدا تھا مجھ سے لیکن
وہ میری رگوں میں گونجتا تھا

اُس نے جو کہا، کیا وہ دل نے
اِنکار کا کِس میں حوصلہ تھا

یوں دل میں تھی یاد اُس کی جیسے
مسجد میں چراغ جل رہا تھا

Scanned with CamScanner

مت پوچھ حجاب کے قرینے
وہ مجھ سے بھی کم ہی کھُل سکا تھا

اُس دن مرا دل بھی تھا پریشاں
وہ بھی مرے دل سے کچھ خفا تھا

میں بھی تھا ڈرا ہُوا سا لیکن
رنگ اس کا بھی کچھ اُڑا اُڑا تھا

اِک خوف سا ہجر کی رُتوں کا
دونوں پہ محیط ہو چلا تھا

اِک راہ سے میں بھی تھا گریزاں
اِک موڑ پہ وہ بھی رُک گیا تھا

اِک پل میں جھپک گئیں جو آنکھیں
منظر ہی نظر میں دوسرا تھا

سوچا تو ٹھہر گئے زمانے
دیکھا تو وہ دُور جا چکا تھا

Scanned with CamScanner

قدموں سے زمیں سرک گئی تھی
سُورج کا بھی رنگ سانولا تھا

چلتے ہُوئے لوگ رُک گئے تھے
ٹھہرا ہُوا شہر گھومتا تھا

سہمے ہُوئے پیڑ کانپتے تھے
پتّوں میں ہراس رینگتا تھا

رکھنا تھا میں جس میں خواب اپنے
وہ کانچ کا گھر چٹخ گیا تھا

ہم دونوں کا دُکھ تھا ایک جیسا
احساس مگر جُدا جُدا تھا

کل شب وہ ملا تھا دوستوں کو
کہتے ہیں اُداس لگ رہا تھا

محسنؔ یہ غزل ہی کہہ رہی ہے
شاید ترا دل دُکھا ہُوا تھا

○

جو مقتلوں کو چلے تھے دلاوروں کی طرح
بچھڑ گئے کہیں رستے میں رہبروں کی طرح

جنھیں غرورِ زرِ آگہی بہت تھا، وہ لوگ
تری تلاش میں نکلے گداگروں کی طرح

مرے قبیلۂ سرکش کا تاجور ہے وہ شخص
بڑھے جو دار کی جانب پیمبروں کی طرح

ترے بغیر فضا میں بکھرتا جاتا ہوں
بچھڑتی کونج کے ٹوٹے ہوئے پروں کی طرح

Scanned with CamScanner

نہ گفتہ لفظ مرے دل میں ڈھونڈتے ہیں اماں
فشارِ جنگ میں کٹتے ہوئے سروں کی طرح

جو تشنگی مری آنکھوں کی جان لے تو کہوں
یہ دل کہ گونج رہا ہے سمندروں کی طرح

نہ پوچھ وقت کی غارت گری مرے محسنؔ
اُجڑ گئے کئی چہرے، لُٹے گھروں کی طرح

Scanned with CamScanner

○

یہ خوف دل میں نگاہ میں اضطراب کیوں ہے؟
طلوعِ محشر سے پیشتر یہ عذاب کیوں ہے

کبھی تو بدلے یہ ماتمی رُت اُداسیوں کی:
مری نگاہوں میں ایک سا شہرِ خواب کیوں ہے

کبھی کبھی تیری بے نیازی سے خوف کھا کر
میں سوچتا ہوں کہ تُو مرا انتخاب کیوں ہے؟

فلک پہ بکھری سیاہیاں اب بھی سوچتی ہیں
زمیں کے سر پہ یہ چادرِ آفتاب کیوں ہے

ترس گئے میرے آئینے اُس کے خال و خد کو
وہ آدمی ہے تو اس قدر لاجواب کیوں ہے؟

اُسے گنوا کر پھر اُس کو پانے کا شوق کیسا؟
گناہ کر کے بھی انتظارِ ثواب کیوں ہے

ترے لیے اُس کی رحمتِ بے کنار کیسی؟
مرے لیے اُس کی رنجشِ بے حساب کیوں ہے

اُسے تو محسنؔ بلا کی نفرت تھی شاعروں سے
پھر اُس کے ہاتھوں میں شاعری کی کتاب کیوں ہے؟

Scanned with CamScanner

○

ہوس تو ہے کہ بلندی پہ تیرا گھر دیکھوں
نظر اُٹھاؤں تو اپنے شکستہ "پر" دیکھوں

ترے قریب سہی، مضطرب ہے دل کتنا
ہوا کی چاپ جو اُبھرے تو "سُوئے در" دیکھوں

کسی طرح تو یہ تنہائیوں کا کرب کٹے
بلا سے اپنے ہی سائے کو ہمسفر دیکھوں

کچھ اس لیے بھی اندھیروں نے ڈس لیا مجھ کو
مجھے یہ شوق تھا رنگِ رخِ سحر دیکھوں

وہ لمس وہم سہی اُس سے دل تو بہلاؤں
وہ جسم خواب سہی اُس کو عمر بھر دیکھوں

Scanned with CamScanner

میں لُٹ چکا مرے رہزن بھی گم ہُوئے لیکن
یہ کیسا خوف ہے پھر بھی، اِدھر اُدھر دیکھوں

ہوائے شامِ سفر یہ سفر کہاں کا ہے؟
کہ ہر قدم پہ نیا رنگِ رہگزر دیکھوں

فرازِ عرش نہیں گر تو شاخِ دار سہی
کسی طرح تو بلندی پہ اپنا سر دیکھوں

گنوا دیا اِنھیں اب اُن کی یاد کیوں آئے؟
میں دوستوں سے یہ رشتہ بھی توڑ کر دیکھوں

دھواں دھواں مری سانسیں ہیں زخم زخم بدن
خیال تھا کبھی اخلاصِ چارہ گر دیکھوں

وہ کُنجِ لب ہو اگر "وا" مرے لیے محسن
بقولِ دردؔ میں سو سو طرح سے مر دیکھوں

ما میر درد

اب کوئی نہیں بہرِ تماشا سرِ مقتل
جز قاتلِ جاں، وہ بھی ہے تنہا سرِ مقتل

اس شہر میں جب قحط پڑا دل زدگاں کا،
کیا کیا نہ اُڑی خاکِ تمنّا، سرِ مقتل

ہم تھے تو اُجالوں کا بھرم بھی تھا ہمیں سے
کہتے ہیں کہ پھر چاند نہ اُبھرا سرِ مقتل

قاتل کی جبیں شرم سے پیوست زمیں ہے
کس دھج سے مرا قافلہ اُترا سرِ مقتل

میں دار پہ، سایا مرا دشمن کی صفوں میں
دل کتنے عجب کرب سے گزرا سرِ مقتل

Scanned with CamScanner

لے دے کے کہیں ایک پیمبر ہُوا مصلوب
کہنے کو تو کل شور تھا کتنا سرِ مقتل

جس نے صفِ یاراں سے کئی تیر چلائے!
پہچان لیا میں نے وہ چہرہ سرِ مقتل

اِک پل کو تو بجھتی ہوئی آنکھیں چمک اُٹھیں
اِک پل کو تو وہ شخص بھی آیا سرِ مقتل

مشکل ہے کہ پہچان سکوں تیرے خدوخال
پھیلا ہے نگاہوں میں اندھیرا سرِ مقتل

سر لے کے ہتھیلی پہ جو تُو بھی نکل آتا،
محسن میں قصیدہ ترا لکھتا سرِ مقتل

Scanned with CamScanner

○

سو بھی جاؤں تو ہر اک خواب بُرا ہی دیکھوں
میں کن آنکھوں سے دل وجاں کی تباہی دیکھوں

دل یہ چاہے کہ پلٹ جاؤں خود اپنے گھر کو
جب بھی منزل سے بھٹکتے ہوئے راہی دیکھوں

تُو سحر ہے تو اُفق سے کوئی سورج بھی نکال
میں کہاں تک تیرے ماتھے کی سیاہی دیکھوں

جُرمِ ناکردہ گناہی کی سزا یہ ہے کہ میں
اپنی سوچوں کو بھی زنجیر بپا ہی دیکھوں

بارہا ترکِ تعلق پہ یہ سوچا میں نے !
تجھ کو ڈھونڈوں تری افسردہ نگاہی دیکھوں

وہ بھی کیا شخص ہے کھُلتا ہی نہیں بھید اُس کا
جب بھی دیکھوں اُسے دنیا سے خفا ہی دیکھوں

کس سے پوچھوں میں پتہ اپنے پرانے گھر کا
اجنبی شہر میں ہر شخص نیا ہی دیکھوں

وسعتِ دشت کی تنہائی سے ڈر لگتا ہے
کوئی رہرو نہیں، نقشِ کفِ پا ہی دیکھوں

میرے ساتھی تو مری صف سے الگ ٹھہرے ہیں
اپنے حق میں کسی دشمن کی گواہی دیکھوں

میرے محسنؔ ترا معیارِ نظر کچھ بھی سہی!
میں تو انسان کے پیکر میں خدا ہی دیکھوں

Scanned with CamScanner

○

گلا نہیں کوئی تجھ سے جو تُو دکھائی نہ دے
وہ تیرگی ہے کہ کچھ بھی مجھے سجھائی نہ دے

بجھا دے اے مرے گھر کی اُداس رات مجھے
کہ وحشتِ سرِ صحرا مجھے رہائی نہ دے

ترے وصال کی صبحوں کا رنگ کیا ہوگا؟
یہ سوچنے کی فراغت شبِ جدائی نہ دے

ترا وجود اگر ہے تو اب نقاب اُٹھا
میں تھک گیا ہوں مجھے زخمِ نارسائی نہ دے

Scanned with CamScanner

میں جھوٹ بول رہا ہوں کہ معتبر ٹھہروں
جو سچ کہوں تو زمانہ مری صفائی نہ دے

رگوں سے خون جو پھوٹے تو کوئی خط لکھوں
کہ میری آنکھ تو لکھنے کو روشنائی نہ دے

مری زباں پہ تری مصلحت کے پہرے ہیں
مرے خدا مجھے الزامِ بے نوائی نہ دے

کوئی بھی دشمنِ جاں ہو مجھے قبول مگر!
میں اپنے مصر کا یوسف ہوں مجھ کو بھائی نہ دے

سکوتِ دشت کی ہیبت ہے یا خموشیِ مرگ
خود اپنی چیخ بھی محسنؔ مجھے سنائی نہ دے

○

کہنے کو تو گزرے کئی طوفان بھی سر سے
ہم لوگ مگر شہر میں رونے کو بھی ترسے

لفظوں کے غلافوں میں چھپاؤں اُسے کب تک؟
بجلی ہے تو ٹوٹے، کوئی بادل ہے تو برسے!

لشکرِ مہ و انجم کا کہاں دفن ہُوا ہے
فرصت ہو تو پوچھوں کبھی گلنارِ سحر سے

اِک پل کو رُکا دیدۂ پُرنم تو میں سمجھا!
جیسے پلٹ آیا ہوں سمندر کے سفر سے

Scanned with CamScanner

کچھ دیر ٹھہر جا ابھی اے موجِ تلاطم
ٹوٹی ہوئی کشتی کو اب الجھنے دے بھنور سے

اس جنس کا گاہک کوئی ملتا نہیں ورنہ
اس دَور میں سستا ہے بشر لعل و گہر سے

ہمسائے کے گھر کون مقید تھا کہ شب بھر
رہ رہ کے ہوا سر کو پٹختی رہی در سے

ان تیز ہواؤں میں کہاں جاؤ گے محسن
راتوں کو تو پاگل بھی نکلتے نہیں گھر سے

شیرازہ

کون تنہائی میں دُہرائے اُنھیں
جو ملاقاتیں اَدھوری رہ گئیں

Scanned with CamScanner

تیرے بغیر جی تو رہا ہوں مگر یہ دل
صحرا کی چاندنی کی طرح سوگوار ہے

مدّتوں بعد اُسے پا کر اُس رات
اتنا رویا تھا کہ سوچوں تو ہنسی آتی ہے

تم تو انسان کے مقتل سے گزر آئے ہو
مجھ سے ٹوٹا ہُوا پتّہ بھی نہ دیکھا جائے

آخرِ شب وہ کسی یاد کی آہستہ روی!
جیسے رگ رگ میں اُترتا چلا جائے کوئی

ہزار وسوسے اُٹھتے ہیں اُس کی آنکھوں میں
لکھا نہ کر اُسے خط، سرخ روشنائی سے

ایک دل ہے کہ بسایا نہیں جاتا ہم سے!
لوگ صحراؤں کو گلزار بنا دیتے ہیں

Scanned with CamScanner

یہ دیکھنے کو بھی کچھ لوگ گھر سے نکلے ہیں!
کہ آندھیوں کے مقابل چراغ کتنے ہیں
کبھی کبھی تو اسیروں کی بے گناہی سے
عدالتوں کے کٹہرے بھی خوف کھاتے ہیں

اتنا خائف ہوں میں اس دور کے ہنگاموں سے
اب ہَوا سانس بھی لیتی ہے تو ڈر جاتا ہوں

چل مرے ساتھ کبھی تُو کسی ویرانے میں
میں تجھے شہر کے ماحول سے ہٹ کر دیکھوں
مجھ کو ضد ہے مری بینائی رہے یا نہ رہے
تیرے چہرے کی نقابیں تو اُلٹ کر دیکھوں

چاند نکلا ہے ترے بعد تو یوں لگتا ہے میرے آنگن کا پتا بھول گیا ہو جیسے

روز ٹھوکر کھا کے گرتا ہے جو کہساروں کے پار
سوچتا ہوں شام کا سورج کہیں اندھا نہ ہو
جھیل میں یوں دیکھتا تھا عکس اپنا بار بار!
جیسے اُس نے مدّتوں سے آئینہ دیکھا نہ ہو

Scanned with CamScanner

دکھ تجھے ہوگا کہ میں بے حس ہوں پتھر کی طرح
میری تنہائی میں شامل اپنی تنہائی نہ کر!

دیکھ، خوشبو کی طرح اُڑتے ہیں قصّے شہر میں
اجنبی لوگوں سے ذکرِ محفل آرائی نہ کر

تمام دن مرے سینے میں جنگ کرتا ہے — وہ شخص جس کے مقدر میں خودکشی بھی نہیں

نجانے کیوں اُسے دل مہرباں سمجھتا ہے؟
وہ دوست ہے تو بس اتنا کہ اجنبی کم ہے

کسی نے کھول دیا آنکھ میں بدن اپنا
مگر نگاہ کو ضد ہے کہ روشنی کم ہے

کون بلقیس اس میں اُتری ہے؟ — دل، سلیماں کا تخت لگتا ہے
اِس کی منزل بھی ہے اندھیروں میں — چاند بھی تیرہ بخت لگتا ہے

تو مسیحا سہی، محبّت بھی — روگ ہے اور بہت پرانا ہے
یاد کرنا ہے ٹوٹ کر اک بار — اور۔ پھر تجھ کو بھول جانا ہے

شدّتِ درد کے عالم میں بھی چپ رہتا ہوں
مسکراؤں تو ترا درد بُرا مانے گا!

Scanned with CamScanner

مرجھائے ہوئے ہونٹ یہ سنولایا ہُوا روپ
شاید ترے دیہات میں سرسوں نہیں پھُولی

لکھا تھا نام ترا ہاتھ کی لکیروں میں
ترے بغیر کہاں جا کے ہاتھ پھیلاتے؟

سکوتِ دشت مرے دم سے بول اُٹھتا ہے
خود اپنا شہر سمجھتا ہے بے نوا مجھ کو
میں رائیگاں تھا تو پھر کیوں مری تلاش میں ہے؟
میں بے بہا ہوں تو پھر خاک سے اُٹھا مجھ کو

رگوں میں زہر، دلوں میں کدورتیں ہیں وہی
نئی رُتوں میں بھی یاروں کی صورتیں ہیں وہی
انہی رُتوں میں اُجڑتے ہیں قافلے دل کے
وہی ہے جشنِ چراغاں، مہورتیں ہیں وہی
ہزار بار زمیں غرق ہو گئی محسن
سمندروں کی ابھی تک ضرورتیں ہیں وہی

Scanned with CamScanner

درِ قفس پہ قیامت کا حبس طاری ہے
کوئی غزل کوئی نوحہ کہ رات کٹ جائے
شعورِ جاں بھی وہی، محورِ غزل بھی وہی
وہ سادگی جو ترے حسن میں سمٹ جائے

یوں ترا انتظار کرتا ہوں   جیسے میں تجھ کو یاد ہوں اب تک

کیوں پریشاں ہو شدّتِ غم سے؟   چڑھتے دریا اُتر بھی جاتے ہیں

زندگی سے ہے پیار کس کس کو؟   موت کچھ سوچ کر نہیں آتی

ممکن نہیں اب ملاپ اپنا   ہم اپنی جگہ سے ہل گئے ہیں
جس راہ سے تُو گزر گیا تھا   اُس راہ پہ پھول کِھل گئے ہیں
بات آئی ہے جب مری وفا کی   احباب کے ہونٹ سِل گئے ہیں

کیا کہوں، دل پہ قیامت سی گزر جاتی ہے
اتفاقاً جو کسی آنکھ میں آنسو چمکے
کتنی غزلوں کو ترے نام سے منسوب کیا
میری خواہش تھی بھرے شہر میں اک تُو چمکے

Scanned with CamScanner

اب ریت پہ آندھی میں بھی لکھتا ہوں ترا نام
اِس طرح میں پہلے کبھی پاگل نہ ہُوا تھا
یہ کہہ کے تری یاد نہ اُتری مرے دل میں
یہ دل وہ چمن ہے جو بہاروں میں جلا تھا

جمالِ موسمِ گُل زیرِ بار ہے تیرا
تمام رنگ ترے پیرہن سے آئے ہیں
اُنھیں لُبھا نہ سکی چاندنی زمانے کی
جو لوگ اُٹھ کے تری انجمن سے آئے ہیں

شمیمِ صحنِ چمن یوں بھی ہے عزیز مجھے
کہ تیرے نام سے ملتا ہُوا ہے نام اُس کا

وہ شخص شہر کے لوگوں میں ڈھلتا جاتا ہے
کہ اُس کی بات کا لہجہ بدلتا جاتا ہے

اُسے بھی دُکھ ہے تعلق کے ٹوٹ جانے کا
وہ جا رہا ہے مگر ہاتھ ملتا جاتا ہے

Scanned with CamScanner

کھُلے کھُلے ہوُئے گیسو سنوارنا بھی نہیں
وہ روٹھتا ہے تو خود کو نکھارنا بھی نہیں
میں آئینہ ہوں، ترستا ہوں خال و خد کو مگر
نقابِ رُخ کوئی پیکر اُتارنا بھی نہیں

پھر جاگ اُٹھا ہے دل میں پرانے دنوں کا درد
جی چاہتا ہے پھر کوئی تازہ غزل کہوں

═

Scanned with CamScanner

سید محسن نقوی کو شاعرِ اہل بیت کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ محسن کی مولائی و کربلائی شاعری میں بھی اتنی دلکشی اور دلربائی ہے کہ اس پر ایمان لائے بغیر چارا نہیں لیکن میں اس محسن نقوی کو زیادہ قریب سے جانتا ہوں جو عقائد کی دنیا سے دور ــــ ادب کے نخلستانوں میں، کسی کھجور کے تلے خیمہ زن، حرف حرف زندگی کو جوڑ کر شعروں کے ساغر بناتا ہے اور انہیں آفاقیت کے میخانے میں سجا کر صلائے عام کا اعلان کر دیتا ہے۔ وہ اپنی ذات میں کائنات کی وسعتیں رکھنے والا شاعر ہے۔ اسے اپنے عہد کے تقاضوں کا اس حد تک احساس ہے کہ لمحہ بہ لمحہ آگے بڑھتے ہوئے مسائلِ حیات سے پیچھے رہ جانا اس کے نزدیک پسپائی سے کم نہیں۔ وہ ایک فاتح اور ظفرمند تاجدار کی طرح شعروادب کے کئی معرکے سر کر چکا ہے اور ابھی اسے کئی معرکے سر کرنے ہیں۔

قتیل شفائی

Scanned with CamScanner

غزل

ہر مکیں اپنے مکاں سے بے خبر ہو جائے گا
دیکھنا، یہ شہر بھی اک دن کھنڈر ہو جائے گا

پاؤں بھر "چھاؤں" کو ترسیں گے مسافر دھوپ میں
ہر تناور پیڑ، بے برگ و ثمر ہو جائے گا

آسماں سے کون لائے گا بشارت نور کی؟
چاند جب پیوندِ خاکِ رہگذر ہو جائے گا

بے بہا اشکوں کے ہیرے آنکھوں میں رہ جائیں گے
آدمی وابستۂ لعل و گہر ہو جائے گا

حد سے بڑھ جائے گی اک دن خواہشِ آوارگی
شہر والوں کے لیے صحرا بھی گھر ہو جائے گا

لے کے نکلو گے بدن کی کاغذی کشتی کہاں؟
حلقۂ موجِ نفس ہی جب بھنور ہو جائے گا

شب کو گر جاگیرِ حرفِ حق یونہی لٹتی رہی
صبح تک سچ بولنا بھی اک ہنر ہو جائے گا۔

محسن نقوی
۲۹/ اگست ۱۹۸۰ء

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

قتل چھپتے تھے کبھی سنگ کی دیوار کے بیچ
اَب تو کُھلنے لگے مقتل بھرے بازار کے بیچ

خیمہ جاں

محسن نقوی

Scanned with CamScanner

انتساب

سیّد عباس نقوی
کے نام

Scanned with CamScanner

☆

قتل چُھپتے تھے کبھی سنگ کی دیوار کے بیچ
اَب تو کھلنے لگے مقتل بھرے بازار کے بیچ

اپنی پوشاک کے چھن جانے پہ افسوس نہ کر
سَر سلامت نہیں رہتے یہاں دستار کے بیچ

سُرخیاں اَمن کی تلقین میں مصروف رہیں
حرف بارُود اُگلتے رہے اخبار کے بیچ

کاش اِس خواب کو تعبیر کی مُہلت نہ ملے
شعلے اُگتے نظر آئے مجھے گلزار کے بیچ

ڈھلتے سُورج کی تمازت نے بکھر کر دیکھا
سَر کشیدہ مِرا سایا صَفِ اشجار کے بیچ

رِزق، ملبُوس، مکاں، سانس، مرض، قرض، دَوا
مُنقسِم ہوگیا اِنساں انہی افکار کے بیچ

دیکھے جاتے نہ تھے آنسو مِرے جس سے محسنؔ
آج ہنستے ہوئے دیکھا اُسے اغیار کے بیچ

Scanned with CamScanner

ابھی لکھیں تو کیا لکھیں

ہر اک جانب اُداسی ہے
ابھی سوچیں تو کیا سوچیں؟
ہر اک سُو ہو کا عالم ہے
ابھی بولیں تو کیا بولیں؟
ہر اک انسان پتھر ہے
ابھی دھڑکیں تو کیا دھڑکیں؟
فضا پر نیند طاری ہے
ابھی جاگیں تو کیا جاگیں؟
ہر اِک مقتل کی شہ رَگ میں
لہُو کی لہر جاری ہے
ابھی دیکھیں تو کیا دیکھیں؟
ہر اِک انسان کا سایہ
ابھی مٹی پہ بھاری ہے
ابھی لکھیں تو کیا لکھیں؟

Scanned with CamScanner

☆

معرکہ اَب کے ہُوا بھی تو پھر اَیسا ہو گا
تیرے دریا پہ مری پیاس کا پہرہ ہوگا

اُس کی آنکھیں تیرے چہرے پہ بہت بولتی ہیں
اُس نے پلکوں سے ترا جسم تراشا ہو گا

کتنے جگنو اِسی خواہش میں مرے ساتھ چلے
کوئی رَستہ ترے گھر کو بھی تو جاتا ہوگا

میں بھی اپنے کو بُھلائے ہوئے پھرتا ہوں بہت
آئینہ اُس نے بھی کچھ روز نہ دیکھا ہوگا!

رات جَل تَھل مری آنکھوں میں اُتر آیا تھا
صورت اَبر کوئی ٹوٹ کے برسا ہوگا

یا مسیحائی اُسے بھول گئی ہے محسن
یا پھر ایسا ہے مرا زخم ہی گہرا ہوگا

Scanned with CamScanner

☆

تجھے رُسوائی کا ڈر ہے نہ آیا کر
بچھڑ جانا ہی بہتر ہے نہ آیا کر

کِسی شاداب قریے میں بسا خُود کو
یہ دِل اُجڑا ہوا گھر ہے نہ آیا کر

بڑا دُکھ تجھ کو بھی اِک دِن ڈبودے گا
بہت گہرا سمندر ہے نہ آیا کر

گزر جا آئینے جیسا بدن لے کر
یہاں ہر آنکھ پتھر ہے نہ آیا کر

گزرتے اَبر کی بھیگی ہوئی بخشش!
زمیں صدیوں سے بنجر ہے نہ آیا کر

پلٹ جا اجنبی، وہموں کے جنگل سے
یہ پُر اسرار منظر ہے نہ آیا کر

بکھرتی ریت کی ڈھانپے گی سر تیرا؟
وہ خود بوسیدہ چادر ہے نہ آیا کر

خوشی کی رُت میں مُحسن کو منا لینا
یہ فضل دیدۂ تر ہے -- نہ آیا کر

Scanned with CamScanner

☆

میں تنہائی کا حاصل ہو گیا ہوں
بھری دُنیا میں شامل ہوگیا ہوں

اُسے آساں سمجھ لینے کی دُھن میں
میں اپنے آپ مشکل ہوگیا ہوں

بہت پتّھر بنا ہُوں ٹوٹنے کو
مگر اِک چوٹ سے "دل" ہوگیا ہُوں

بری فطرت رہی ہے قتل ہونا
مگر مشہور "قاتل" ہوگیا ہُوں

غبارِ ہمسفر کے ساتھ رہ کر
پسِ محرابِ منزل ہوگیا ہُوں

مجھے دریا سے ملنے کی ہوس تھی
بکھر کر ریگِ ساحل ہوگیا ہُوں

کہا کل چاند نے بنجر زمیں سے
میں آبادی کے قابل ہوگیا ہُوں

ضروری تھا بِرا محسنؔ سے مِلنا !!
میں خُود رَستے میں حائل ہوگیا ہُوں

Scanned with CamScanner

☆

مِرے لفظوں کے سب جادُو تمہارے
صَدا کے ٹوٹتے گھنگھرو تمہارے

سُنا ہے دُھوپ جب ڈَستی تھی مجھ کو
بہت کُھلتے رہے گیسُو تمہارے

کہاں دَر دست آجاؤ کِسی دِن!
مِرے صحرا کے سب آنسو تمہارے

تمہارے لَب پہ میرے قہقہے ہیں!
مِری آنکھوں میں سب آنسو تمہارے

مِری راتوں کے دامن میں بھرے ہیں
سِتاروں کی طرح جگنُو تمہارے

ہَوا سے بولنا لیکن سنبھل کر
چُرالے گی سُخن خوشبو تمہارے

مِرے مشکیزے کا تَسمہ نہ کھولو
مِری آنکھیں مِرے بازُو تمہارے

بہت روکا تھا محسؔن سے نہ مِلنا
بہت چرچے ہیں اَب ہر سُو تمہارے

Scanned with CamScanner

☆

کبھی تُو مُحیطِ حواس تھا، سو نہیں رہا
میں ترے بغیر اُداس تھا، سو نہیں رہا

مری وسعتوں کی ہوس کا خانہ خراب ہو
مرا گاؤں شہر کے پاس تھا، سو نہیں رہا

تری دسترس میں تھیں بخششیں ، سو نہیں رہیں
مرے لَب پہ حرفِ سپاس تھا، سو نہیں رہا

میرا عکس مجھ سے اُلجھ پڑا تو گرہ کھلی،
کبھی میں بھی چہرہ شناس تھا، سو نہیں رہا

مرے بعد نوحہ بہ لَب ہوائیں کہا کریں
وہ جو اِک دریدہ لباس تھا، سو نہیں رہا

میں شکستہ دِل ہوں صفِ عدُو کی شکست پر
وہ جو لُطفِ خوف و ہراس تھا، سو نہیں رہا

Scanned with CamScanner

☆

ذرا سی خاک سَدا بال و پَر میں رکھتے ہیں
ہم اپنے ساتھ زمیں کو سفر رکھتے ہیں

اُداسیاں بھی بَساتے ہیں اپنے سینے میں
نشانِ وُسعتِ صحرا بھی گھر میں رکھتے ہیں

بہت اُداس نہ ہو شامِ بے چراغ کہ ہم!
سحر کی روشنیاں چشمِ تر میں رکھتے ہیں

ہمارے سچ کی گواہی پہ اُنگلیاں نہ اُٹھا
یہی تو عیب ہم اپنے ہُنر میں رکھتے ہیں،

Scanned with CamScanner

☆

بجز اپنے لفظوں کے خزانے کھولتا کب تھا
وہ آنکھیں سوچتی کب تھیں وہ چہرہ بولتا کب تھا؟

اُسے خُود کو گنوانے کا ہُنر بخشا ہے، کِس رُت نے؟
وہ اپنا عکس گہرے پانیوں میں گھولتا کب تھا!

میں ڈرتا ہُوں یہ فصلِ ہجر کی سازش نہ ہو ورنہ
وہ اپنے قیمتی آنسو ہَوا میں رولتا کب تھا؟

یقیناً پُھوٹتی ہیں مستیاں اُس کی اداؤں سے
وگر نہ رُو برو اُس کے زمانہ ڈولتا کب تھا؟

غلط فہمی کے سائے درمیاں بجھتے گئے محسنؔ
میں اُس کے سامنے ہر بات پہلے تولتا کب تھا؟

☆

رونقِ رہگزر ہے تنہائی
پھر مری ہمسفر ہے تنہائی

چاند کیوں ماند پڑتا جاتا ہے
تُو ہے یا بام پر ہے تنہائی

Scanned with CamScanner

کیا مسیحاؤں کو تلاش کریں
زخم کی چارہ گر ہے تنہائی

شامِ غم اوڑھ کر ہی سو جاؤ
شامِ غم سے اُدھر ہے تنہائی

قِسمتِ رنج و غم ہے سناٹا
حاصلِ چشمِ تر ہے تنہائی

کرچیوں سے بھی عکس چُنتی ہے
سنگدل کِس قدر ہے تنہائی

جن کے مہماں ہوں شب کے اندیشے
ایسے لوگوں کا گھر ہے تنہائی

لمحہ بھر کو ہے ساتھ سانسو کا
اور پھر عُمر بھر ہے تنہائی!

جانے کس کی تلاش میں محسنؔ
آج کل دَربدَر ہے تنہائی

Scanned with CamScanner

☆

لبوں پہ حرفِ رَجَز ہے زِرَہ اُتار کے بھی
میں جشنِ فتح مَناتا ہُوں جنگ ہار کے بھی

اُسے لُبھا نہ سکا میرے بعد کا موسم!
بہت اُداس لگا خال و خَد سنوار کے بھی

اَب ایک پَل کا تغافُل بھی سہہ نہیں سکتے
ہم اہلِ دل کبھی عادی تھے اِنتظار کے بھی

وہ لمحہ بھر کی کہانی کہ عُمر بھر میں کہی!
ابھی تو خُود سے تقاضے تھے اختصار کے بھی

زمین اوڑھ لی ہم نے پہنچ کے منزل پر
کہ ہم پہ قرض تھے کچھ گردِ رہگزار کے بھی

مجھے نہ سُن مِرے بے شکل اب دکھائی تو دے
میں تھک گیا ہُوں فضا میں تجھے پکار کے بھی

مِری دُعا کو پلٹنا تھا پھر اِدھر محسنؔ
بہت اُجاڑ تھے منظر اُفق سے پار کے بھی

Scanned with CamScanner

☆

مثالِ مَوجِ ہوا دَربدر وہ ایسا تھا
بچھڑ کے پھر نہ مِلا، ہمسفر وہ ایسا تھا

خُود اپنے سر لیا الزامِ بے وفائی تک!
کہا نہ کچھ بھی اُسے، معتبر وہ ایسا تھا

اُسے بسائے ہوئے تھی بَلا کی ویرانی!
دیارِ ہجر میں آباد گھر وہ اَیسا تھا

کہ جیسے چاند مُسافت سے ماند پڑ جائے
پسِ غلافِ غبارِ سَفر وہ ایسا تھا

نہ دوشِ اہلِ حَکَم پر نہ زیرِ تاجِ شہی!
سِناں کی نوک پہ جچتا تھا، سَر وہ ایسا تھا

بس ایک خواب نے نیندیں نچوڑ لیں اپنی!
سَما گیا مِری نَس نَس میں، ڈر وہ ایسا تھا

لہُو لہُو مِری آنکھیں، ہیں تار تار قبا
کہ حادثہ ہی مِری جاں مگر وہ اَیسا تھا

زمیں پہ اُس کے کٹے بازوؤں کا سایہ ہے!
عدُو کے سامنے سینہ سپر وہ ایسا تھا

Scanned with CamScanner

اُس کا کام تھا زخموں کی پَرورش محسنؔ
اُسی کے نام دُعا، چارہ گر وہ ایسا تھا!

☆

نہ شورشِ غمِ دَوراں نہ خُود سری اپنی
بہت دِنوں سے ہے گُم صُم سخنوری اپنی

سُپردِ آئینہ کرتا نہ تھا وہ عکس اپنا
اُسے عزیز تھی کس درجہ دِلبری اپنی

یہ دوپہر تو ڈھلے، تجھ کو راکھ ہونا ہے
جتا نہ خاک نشینوں پہ برتری اپنی!

نہ شوقِ خانہ بدوشی نہ وسعتوں کی ہَوس
بَسا گئی ہمیں صحرا میں بے گھری اپنی

اُجاڑ دِل یہی چُپ چُپ سا کوہِ قاف اپنا
یہیں کہیں کبھی رہتی تھی اِک پَری اپنی!

اُسی کا نقش ہے اب تک متاعِ جاں محسنؔ
ہُوئی تھی جس سے مُلاقات سَر سَری اپنی

Scanned with CamScanner

☆

اَب اور دَربدَر کا عذاب کیا سہنا؟
یہ شہرِ کم نظراں ہے اَب اِس میں کیا رہنا؟

یہاں تو چُپ ہی بھلی ہے کہ اُنگلیاں نہ اُٹھیں
کسی کے حق میں، کسی کے خلاف کیا کہنا؟

کِنارِ چشم سے اُس سَمت، کُنجِ دل سے اِدھر
لہُو کی بُوند کبھی اپنی مَوج میں بہنا!!

کبھی بہت تھے مِرے ساتھ جاگنے والے!
کبھی یہ چاند بھی لگتا تھا رات کا "گہنا"

☆

ہوس کی آگ کا حال نہ پُوچھو!
کہ سُورج بھی ستارے بھانکتا ہے

ہوا میں بانٹ دیتا ہے وہ خُوشبو
گلاب اپنے بدن پہ ٹانکتا ہے

Scanned with CamScanner

مرے خوابوں سے اوجھل ہے مگر وہ
مری نیندوں سے مجھ کو جھانکتا ہے

مسافت کی تھکن پُوچھو اُسی سے
وہ چرواہا جو ریوڑ ہانکتا ہے

مری پلکوں کے آنسو کون محسنؔ
رِدائے شامِ غم پر ٹانکتا ہے!

☆

تو مرے ہمراہ چلتا اور دُنا دیکھتی
رات کو سُورج نہ ڈھلتا اور دُنیا دیکھتی

میری سانسوں کی تپش سے تیرا مَر مَر سا بدن
برف کی صورت پگھلتا اور دُنیا دیکھتی

میری آنکھیں مسکراتیں شامِ شہرِ ہجر پر
وقت خود سے ہاتھ مَلتا اور دُنیا دیکھتی

شہر بھر کی روشنی بجھتی مری دہلیز پر!
بَن سنور کر تو نکلتا اور دُنیا دیکھتی

Scanned with CamScanner

کاش اِک باغی سِتارے کی طرح آنسو مِرا
تیری پلکوں پر مچلتا اور دُنیا دیکھتی!

پیاس پی لیتی سمندر کی رگوں کے ذائقے
سیپیاں، صحرا اُگلتا اور دُنیا دیکھتی

یا کبھی آنگن اندھیرے پھانکتے محسنؔ
یا۔ دِیا ہر گھر میں جلتا اور دُنیا دیکھتی!!

Scanned with CamScanner

حیثیت!

یہ خوبرو لوگ جن کی آنکھیں
تُمھارے اُجلے بدن پہ چسپاں
تُمہارے نقشِ قدم کی خوشبو میں
ثبت ایسے
بھنور میں جیسے حِنا کے پتّے

میں سوچتا ہوں
کہ اتنی آنکھوں کے دائروں میں
مری اکیلی اُداس آنکھوں کی حیثیت کیا؟
مِری وفا کا مقام کیا ہے؟
مِرے محبت کا نام کیا ہے؟؟

۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء لاہور

مجھے بُجھاؤ تو ______!

مجھے بجھاؤ تو سوچ لینا!
تمہارے گھر میں اُداسیاں جب
سیاہ راتوں کو تن پہ اوڑھے
کٹھن اندھیرے چھڑ کنے آئیں
تو کیا کروگی؟

۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء

Scanned with CamScanner

☆

خود اپنے سائے پہ بارِ گراں تھے ہم جیسے
کھلا کہ شہر میں بس رائیگاں تھے ہم جیسے

ہمیں سے شب کے اندھیرے لپٹ کے سوئے تھے
کھلی جو دھوپ تو خود بے اَماں تھے ہم جیسے

زمیں کے تَن پہ ہمارے لہُو کی چادر تھی
خود اپنی ذات میں اِک آسماں تھے ہم جیسے

ہمارے پاؤں تلے موج مارتا تھا فُرات
یہ اور بات کہ تشنہ وَہاں تھے ہم جیسے

یہ تاج و تخت رہے اپنی ٹھوکروں میں سَدا
کہ سر فرازِ صلیب و سِناں تھے ہم جیسے

تمہارے لَمس کی حیرت سے آئینہ ٹھہرے
وگر نہ دِید کے قابل کہاں تھے ہم جیسے

Scanned with CamScanner

☆

بُھول جانا بھی اُسے یاد کرتے رہنا
اَچّھا لگتا ہے اِسی دُھن میں بِکھرتے رہنا

ہجر والوں سے بڑی دیر سے سیکھا ہم نے
زندہ رہنے کے لیے جاں سے گزرتے رہنا

کیا کہوں کیوں مرے نیندوں میں خلل ڈالتا ہے
چاند کے عکس کا پانی میں اُترتے رہنا!

میں اگر ٹوٹ بھی جاؤں تو پھر آئینہ ہُوں
تم مرے بعد بہر طور سنورتے رہنا،

گھر میں رہنا تو بِکھرے ہوئے سائے چُن کر
زخم دیوار و دَر و بام کے بھرتے رہنا

شام کو ڈوبتے سورج کی ہے عادت محسنؔ
صبح ہوتے ہی مرے ساتھ اُبھرتے رہنا

Scanned with CamScanner

☆

زندگی کیا ہے، کبھی دِل مجھے سمجھائے تو!
موت اچھی ہے اگر وقت پہ آجائے تو!!

مجھ کو ضد ہے کہ جو ملنا ہے، فلک سے اُترے
اُس کی خواہش ہے کہ دامن کوئی پھیلائے تو

کتنی صدیوں کی رفاقت میں اُسے پہناؤں!
شرط یہ ہے مسافر کبھی لَوٹ آئے تو!

خواب در خواب نئی نیند نہاؤں -- لیکن
میرا ماضی میرا بچپن کبھی دُہرائے تو

میری آنکھوں میں یہ رِم جھم یہ دَھنک دھوپ فضا
ایسے موسم میں وہ آنچل کہیں لہرائے تو

دُھوپ محسنؔ ہے غنیمت مجھے اب بھی لیکن
میری تنہائی کو سایہ مرا بہلائے تو

Scanned with CamScanner

☆

جب آنکھ میں کچھ خاک سی اُڑتی نظر آئی
سمجھے سبھی خُوش فہم کہ حَدِ سفر آئی

اِک عُمر تو جاگے تھے کہ چَھٹ جائے اندھیرا
پَل بھر کو لگی آنکھ تو ملنے سَحر آئی!

میں نے تو وَرق پر ابھی لکھنا تھے کئی نام
دُھندلی سی یہ تصویر کہاں سے اُبھر آئی؟

دِل میں ہے عجب ساعتِ نَو روز کا عالَم
بُھولی ہُوئی اِک یاد سرِ شام گھر آئی؟

شاید اِسے کہتے ہیں تمنا کی تلافی!
ہونٹوں پہ تبسّم تھا کہ پھر آنکھ بھر آئی؟

پلکوں پہ نہ آنسو نہ ستارے نہ چراغاں!
تُو آج شبِ ہجر، مِری جاں کِدھر آئی؟

اُس نے بھی کیا راہ بدلنے کا ارادہ!
صد شُکر محبت بھی کسی موڑ پر آئی

اِک راحتِ اعزاز سَجی تیری جَبیں پر
اِک تُہمتِ پیہم تھی کہ محسؔن کے سر آئی

Scanned with CamScanner

☆

رہِ وفا کے لیے ساز و رخت جمع کروں
کہاں تلک جگرِ لخت لخت جمع کروں؟

کمک ملی ہے تو اُدھڑی زمیں پہ سوچتا ہُوں
کہ پھر سے مُہر و علَم، تاج و تخت جمع کروں!

میں زخم زخم سہی پھر بھی ضِد غنیم کی ہے!
کہ دست بستہ سبھی سنگِ سخت جمع کروں

لگاؤں پھر سے "پنیری" جلی زمینوں میں
میں آندھیوں کے لیے پھر درخت جمع کروں

زرِ دُعا نہ اُڑا لے ہَوا تو میں بھی کبھی
بجھے بجھے ہوئے ہاتھوں پہ بخت جمع کروں

جلوسِ اہلِ "بغاوت" کی دُھن ہے گر محسنؔ
تو ہاتھ کھر درے، چہرے کرخت جمع کروں

Scanned with CamScanner

وُہی سب کچھ سہی لیکن ____!

وُہی آنکھیں ہیں
جن میں زندگی نے خواب لکھے تھے!
وُہی پلکیں ہیں جن پر
میرے ہونٹوں کی شُعاعوں نے
چُنی تھی کہکشاں اکثر!
وُہی لَب، جن سے لفظوں کے ستارے ٹُوٹ کر
میری غزل میں سانس لیتے تھے،
وُہی چہرہ ____ جو حَرف وصَوت کے ہر دائرے میں
مرکزی نقطہ'
وُہی گردن' کہ جس میں عقدِ مرجاں، آئنہ بندی کا خمیازہ'
وُہی بازو، جنہیں میرے بدن کا لمس اکثر
بے کراں چاہت کی رُت سے
آشنا کرتا
وُہی سب کچھ ____ مگر اِک فرق واضح ہے
کہ اَب اُس کی طبعیت میں سمندر کا تموج ہے
ہی سَب کچھ ____ مگر اَب اِس طرح لگتا ہے جیسے
ہم میں نادیدہ فصلیں کھچ گئیں خُود سے
کبھی میری محبت سے اَٹے مہتاب کی راتیں
گھنی راتیں!
اُسے اَچھی نہیں لگتیں
کبھی بے رَبط و بے خواہش ملاقاتیں

Scanned with CamScanner

اُسے اُچھی نہیں لگتیں

وُہی سب کچھ سہی لیکن ـــــ اَب ایسا ہے
مِیر باتیں ـــــ اُسے اچھی نہیں لگتیں،

۱۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء

☆

محبتوں میں ہَوس کے اَسیر ہم بھی نہیں
غلط نہ جان کہ اتنے حقیر ہم بھی نہیں

نہیں ہو تم بھی قیامت کی تُند و تیز ہَوا!
کسی کے نقشِ قدم کی لکیر ہم بھی نہیں،

ہماری ڈُوبتی نبضوں سے زندگی تو نہ مانگ
سخی ہو ہیں مگر اِتنے امیر ہم بھی نہیں

کرم کی بھیک نہ دے، اپنا تخت بخت سنبھال
ضرورتوں کا خُدا تُو، فقیر ہم بھی نہیں

شبِ سیاہ کے "مہمان دار" ٹھہرے ہیں
وگر نہ تیرگیوں کے سفیر ہم بھی نہیں،

ہمیں بُجھا دے، ہماری اَنا کو قتل نہ کر
کہ بے ضَرر ہی سہی بے ضمیر ہم بھی نہیں

Scanned with CamScanner

☆

جب وہ کھلتے گلاب جیسا تھا

میں نے دیکھا تھا اُن دِنوں میں اُسے
جب وہ کھلتے گُلاب جیسا تھا
اُس کی پلکوں سے نیند چَھنتی تھی
اُس کا لہجہ شراب جیسا تھا
اُس کی زُلفوں سے بھیگتی تھی گھٹا
اُس کا رُخ ماہتاب جیسا تھا
لوگ پڑھتے تھے خال و خَدّ اُس کے
وہ اَدب کی کتاب جیسا تھا
بولتا تھا زبان خُوشبو کی ۔ ۔ !
لوگ سنتے تھے دھڑکنوں میں اُسے
میں نے دیکھا تھا اُن دِنوں میں اُسے
ساری آنکھیں تھیں آئنے اُس کے
سارے چہرے میں انتخاب تھا وہ!
سب سے گُھل مل کے اجنبی رہنا
ایک دریا نُما سَراب تھا وہ!
خواب یہ ہے کہ وہ "حقیقت تھا"
یہ حقیقت ہے کوئی خواب تھا وہ
دل کی دھرتی پہ آسماں کی طرح
صُورت سایہ و سحاب تھا وہ

Scanned with CamScanner

اپنی نیندیں اُسی کی نذر ہُوئیں
میں نے پایا تھا رتجگوں میں اُسے

میں نے دیکھا تھا اُن دِنوں میں اُسے
جب وہ ہنس ہنس کے بات کرتا تھا
دل کے خیمے میں رات کرتا تھا

رنگ پڑھتے تھے آنچلوں میں اُسے
میں نے دیکھا اُن دِنوں میں اُسے

یہ مگر دیر کی کہانی ہے
یہ مگر دُور کا فسانہ ہے
اُس کے میرے ملاپ میں حائل
اَب تو صدیوں بھرا زمانہ ہے
اب تو یوں ہے حال اپنا بھی
دشتِ ہجراں کی شام جیسا ہے

کیا خبر اِن دنوں وہ کیسا ہے؟
میں نے دیکھا تھا اُن دنوں میں اُسے

۱۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء
۱۲ بجکر ۴۵ منٹ
P.C لاہور

Scanned with CamScanner

☆

پتّوں کی طرح خود سے بکھرتے ہوئے کچھ لوگ
آپس میں بھی ملتے ہیں تو ڈرتے ہوئے کچھ لوگ

یہ دِل بھی عجب آئینہ خانہ ہے کہ اِس میں
آباد ہیں ہر لمحہ سنورتے ہوئے کچھ لوگ

اُبھرے جو کوئی چاپ تو جی اُٹھتے ہیں پھر سے
ہر سانس میں دَم توڑتے ، مرتے ہوئے کچھ لوگ

صحراؤں کی وسعت پہ عجب طنز ہیں محسنؔ
چڑھتے ہوئے دریا میں اُترتے ہُوئے کچھ لوگ

یہ کتنا مختصر سچ ہے!

وہ کہتا تھا ___ !

بدن کاغذ کی ناؤ ہے

اِسے گیلا نہ ہونے دے!

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۵

۱-۱۰ دوپہر

Scanned with CamScanner

بعض اوقات ۔۔!

بعض اوقات شب کے پچھلے پہر
اک اکیلے اُجاڑ جنگل میں
جب اندھیرے کے واہموں کا غبار
آنکھ پر ثبت کر دے خوف کی مُہر
ایسی گُم صُم فضا کے سائے مین
ہر بھٹکتے ہوئے مسافر کو
جلتا بُجھتا ہُوا بَس اِک جگنُو
ایک "سُورج" دکھائی دیتا ہے

۱۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء
سہ پہر ۴ ۱/۲ بجے

ہَوا ____! کیوں بھول جاتی ہے؟

ہَوا کیوں بھول جاتی ہے؟
کہ اپنے رتجگے تیرا اثاثہ
ہماری جاگتی راتوں کی ساری کرچیاں
آنکھوں میں چُبھتی ہیں
تو کیا کچھ یاد آتا ہے!!
سفر' آوارگی' ہجر و وصالِ دلفگاراں
محفلِ لالہ رُخاں، عکسِ ہجومِ گلعذاراں

Scanned with CamScanner

نکہتِ فصلِ بہاراں

ماتمِ یاراں!

ہَوا ــــ اَندھی ہوا ــــ!!

جب بھی تھکے ہارے پرندوں کی طرح

خود ٹوٹ کر بکھرے ہُوئے پتّے

زمیں کی خاک سے چُنتی ہے

بھٹکے رہروؤں کے نقشِ پا

رَستوں کی پتھریلی ہتھیلی سے اُٹھاتی ہے

کسی اُجڑے کھنڈر کی خامشی

جب سَنسناتی ہے!

ہَوا، کیوں بھول جاتی ہے؟

کہ ہم اپنے کواڑوں کو تری دستک سے پہلے

اپنے بوسیدہ گریبانوں کی صُورت کھول دیتے ہیں

تری خاطر ہم آنکھوں میں

ستارے گھول دیتے ہیں

(مگر کب تک؟)

مگر کب تک؟

تجھے تو خیر یوں بھی راس ہے

صدیوں کا سناٹا، سفر، آوارگی

موسم کی بے مہری!

مگر کب تک؟

ہماری دُکھتی آنکھوں میں یہ چُبھتے رتجگے کب تک؟

خود اپنے آپ سے ملنے میں حائل "فاصلے" کب تک؟

ہَوا، کیوں بھول جاتی ہے؟

کہ ہم تیرے سوا اپنے بھی "کچھ لگتے" تو ہیں آخر!

Scanned with CamScanner

ہوا، تجھ سے جو ممکن ہو

تو صدیوں کی تھکن اشکوں سے دھونے دے،

ہمیں کھل کر بھی رونے دے!

دلِ بے مہر کو چبھتے ہُوئے خوابوں کے

پس منظر میں کھونے دے!!

ہَوا، پَل بھر کو سونے دے!!

بدھ ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء

۳۰-۹ بجے رات

☆

بَدن میں اُتریں تھکن کے سائے تو نیند آئے
یہ دِل کہانی کوئی سُنائے تو نیند آئے

بُجھی بُجھی رات کی ہتھیلی پہ مُسکرا کر!
چراغِ وعدہ کوئی جلائے تو نیند آئے

ہَوا کی خواہش پہ کون آنکھیں اُجاڑتا ہے؟
دِیے کی لَو خُود سے تھرتھرائے تو نیند آئے

تمام شب جاگتی خموشی نے اُس کو سوچا!
وہ زیرِلَب گیت گنگنائے تو نیند آئے

بَس ایک آنسو بہت ہے محسنؔ کے جاگنے کو
یہ اِک سِتارہ کوئی بجھائے تو نیند آئے

Scanned with CamScanner

مجھے معلُوم ہے سب کچھ

مجھے معلوم ہے سب کچھ!
کہ وہ حرفِ وفا سے اجنبی ہے!
وہ اپنی ذات سے ہٹ کر
بہت کم سوچتی ہے!
وہ جب بھی آئنہ دیکھے
تو بَس اپنے ہی خال وخَد کے
تیور دیکھتی ہے ___!!
اُسے اپنے بَدن کے زاویے، قوسیں، مثلث، مستطیلیں
بازوؤں کی دسترس میں رقص کرتی خواہشوں کی سب اُڑانیں
قیمتی لگتی ہیں سیم وزر کے پوشیدہ خزانوں سے!
زمینوں، آسمانوں میں رَواں روشن زمانوں سے!!
وہ لمحہ لمحہ اپنے ہی تراشیدہ گَروں میں
گھومتی ہے!
وہ بارش میں نہائی دُھوپ کے آنگن میں
کِھلتی، کِھلتی، ہنستی ہَری بیلوں کی شہ رگ سے
نچڑتی، ناچتی بوندوں کی پی کر
جُھومتی ہے!!
اُسے اپنے سِوا، دُنیا کی ہر صُورت، ہر اِک تصویر
بے ترتیب لگتی ہے،
مجھے معلوم ہے سب کچھ

Scanned with CamScanner

کہ وہ رنگوں بھرے منظر، دھنک کے ذائقے
اُجلی فضا کی خُوشبوئیں، جھلمل شعاعیں
اپنی بینائی کے حلقوں میں مقیّد کر کے اپنی مسکراہٹ
کے دریچے کھولتی ہے
کہ وہ اقرار کے لمحوں میں کم کم بولتی ہے!!
مجھے معلوم ہے سب کچھ
مگر "معلوم" ہی سب کچھ نہیں ہے
کہ اِس "معلوم" کی سرحد کے اُس جانب
فِشارِ آگہی کا آسماں ہے
خود فراموشی، خموشی کی زمیں ہے
جہاں ظاہر کی آنکھوں سے ابھی "معدوم" ہے سب کچھ
مجھے معلوم ہے سب کچھ
مگر معلوم ہے سب کچھ نہیں ہے!!

جمعرات ۱۴، اکتوبر ۱۹۹۵ء
دوپہر ۳۲-۱

ہَوا ضِدّی بہت ہے

ہوا ضِدّی بہت ہے!
شاخ پر اِک پُھول تک رہنے نہیں دیتی
روِش پر خاک اُڑاتی ہے
تو اُس کی دُھول تک رہنے نہیں دیتی

Scanned with CamScanner

ہَوا کی ضِد پہ

شاخیں کب تلک خوشبو سنبھالیں گی؟
کہ پھولوں کی مہکتی پتیوں کی
نرم و نازُک سی رگیں آخر
ہَوا کے کھردرے ہاتھوں سے چھل جائیں
تو موسم زرد پڑ جائے ___!!
ہَوا ضِد پر جو اُڑ جائے
تو پیروں کی جڑیں مٹی کی تہہ میں
___ ٹوٹ جاتی ہے
سنبھالو سانس کا ریشم
کہ آوارہ ہَوا کے تُند خو جھونکے سے چُھو جائیں
تو آپس میں جُڑی سانسیں بھی اکثر چھوٹ جاتی ہیں
سنبھالو اپنے سائے کو
کہ آپس میں بچھڑنے کی یہی رُت ہے
----ہَوا ضِدّی بہت ہے!!

اتوار ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء
دوپہر ۵۰-۱۲

Scanned with CamScanner

ترے ملنے کا اِک لمحہ

ترے ملنے کا اِک لمحہ!
بَس اِک لمحہ سہی ___ لیکن
بکھر جائے تو موسم ہے
وفا کا بے کراں موسم!
اَزل سے مہرباں موسم!!
یہ موسم آنکھ میں اُترے
تو رنگوں سے دہکتی روشنی کا
عکس کہلائے!
یہ موسم دِل میں ٹھہرے تو
سُنہری، سوچتی صدیوں کا
گہرا نقش بن جائے!!

ترے ملنے کا اِک لمحہ ___
مقدّر کی لکیروں میں
دھنک بھرنے کا موسم ہے!
یہ موسم،
خُوبصورت شاعری کرنے کا موسم ہے!!

اتوار ۱۵ اکتوبر
P.C لاہور

Scanned with CamScanner

☆

سفر تنہا نہیں کرتے !
سنو، ایسا نہیں کرتے

جسے شفاف رکھنا ہو!
اُسے "میلا" نہیں کرتے

تری آنکھیں اِجازت دیں
تو ہم کیا کیا نہیں کرتے؟

بہت اُجڑے ہوئے گھر پر
بہت سوچا نہیں کرتے

سفر جس کا مقدّر ہو،
اُسے روکا نہیں کرتے!

جو مِل کر خود سے کھو جائے
اُسے رُسوا نہیں کرتے

چلو، تُم راز ہو اپنا - - !
تمہیں افشا نہیں کرتے

یہ اُونچے پیڑ کیسے ہیں؟
کہیں سایا نہیں کرتے!

Scanned with CamScanner

جو دُھن ہو، کر گزرنے کی
تو پھر سوچا نہیں کرتے

کبھی ہنسنے سے ڈرتے ہیں
کبھی رویا نہیں کرتے

تری آنکھوں کو پڑھتے ہیں
تجھے دیکھا نہیں کرتے

سحر سے پُوچھ لو محسؔن!!
کہ ہم سویا نہیں کرتے!

☆

دِیا خُود سے بُجھا دینا
ہَوا کو اور کیا دینا؟

سِتارے توڑنے والو!
فلک کو آسرا دینا - !!

کبھی اس طور سے ہنسنا
کہ دنیا کو رُلا دینا -!

Scanned with CamScanner

کبھی اس رنگ سے رونا -!
کہ خود پر مُسکرا دینا

میں تیری دسترس چاہوں!
مجھے ایسی دُعا دینا!!

میں تیرا بَر ملا مجرم -!
مجھے کُھل کر سزا دینا!!

میں تیرا مُنفرد ساتھی!
مجھے ہَٹ کر جزا دینا -!!

مِرا سَر سب سے اُونچا ہے
مجھے "مقتل" نیا دینا -!

مجھے اچھا لگے محسنؔ
اُسے پاکر گنوا دینا

Scanned with CamScanner

☆

رَگوں میں زہر بھر لینا
بدن آباد کر لینا!

سَدا بجھتے چراغوں سے
سُراغِ ہمسفر لینا -!

ہمارے "جشنِ ماتم " میں!
گھڑی بھر کو سنور لینا

گھٹن شہروں کی ڈس لے گی
کسی صحرا میں گھر لینا

اُسے مت بے وفا کہنا
یہ تہمت اپنے سَر لینا

بس اِک لمحے کا دُکھ دے کر
دُعائیں عُمر بھر لینا - !!

دُکانِ رنگ سے محسنؔ
کسی "تِتلی " کے پَر لینا

Scanned with CamScanner

بہت حسّاس اِنسانوں کے ساتھی!

تمہاری انگلیوں کی نرم پوریں
جُھلستی سوچ کا تنہا اثاثہ
خزاں کے زرد موسم پر نہ جاؤ
تمہاری یاد کا جنگل ہرا ہے
یہی جنگل گھنے سایوں کی چاہت سے بھرا ہے
بہت حسّاس اِنسانوں کے ساتھی!
بہت جاگا کرو میری طرح سے
کہ تُم پر بھی کسی شب کی اُداسی
بے رَدا آشفتگی کی سَر سَراہٹ
اگر اَیسا نہیں تو ـــــــ اِس طرح ہے
کہ تم اپنے لہُو کی شوخ، لَو دیتی تمازت
جھلستی سوچ، اپنی انگلیوں کی نرم پوریں
مرے لمحوں کے سب چھبتے شکستہ آئنوں پر ثبت کردو،
مجھے اشکوں کے اُس جانب بھی اِک دن
تمھی کو کھوجنا ہے
تمہیں اپنی طرح سے سوچنا ہے!!
بہت حسّاس انسانوں کے ساتھی!

۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء

Scanned with CamScanner

وہ میں نہیں ہوں

وہ آنکھوں آنکھوں میں بولتی ہے
تو اپنے لہجے میں
کچی کلیوں کی نکہتیں
اَدھ کھلے گلابوں کا رَس
خنک رُت میں شہد کی موج گھولتی ہے

وہ زیرِ . مسکرا رہی ہو
تو ایسے لگتا ہے
جیسے شام وسحر گلے مل کے اَن سُنی لے میں گنگنائیں
صبا کی زلفیں کُھلیں
ستاروں کے تر سانسوں میں جھنجھنائیں
وہ اَبروؤں کی کماں کے سائے میں
چاہتوں سے اَٹی ہُوئی دھوپ
راحتوں میں کھلی ہوئی چاندنی
کے موسم نکھارتی ہے
وہ دل میں خواہش کی لہر لیتی ضِدیں،
خیالوں کی کرچیاں تک اُتارتی ہے!
ہوا کی آوارگی کے ہمراہ اپنی زُلفیں سَنوارتی ہے!!

کبھی وہ اپنے بدن پہ اُجلی رُتوں کا ریشم پہن کے نکلے

Scanned with CamScanner

تو کتنے رنگوں کے دائرے

سِلوٹوں کی صورت میں ٹوٹتے ہیں

وہ لَب ہلائے تو پھول جھڑتے ہیں

اُس کی باتیں؟

کہ جیسے رَنگ دیارِ یاقوت سے شعاعوں کے اَن گنت

تار پھوٹتے ہیں!!

وہ سر سے پاؤں تلک

دھنک، دُھوپ، چاندنی ہے!

دُھلے دُھلے موسموں کی بے ساختہ

غزل بخت شاعری ہے!!

(مرے ہُنر کے سبھی اثاثوں سے قیمتی ہے)

وہ مُجھ میں گُھل مل گئی ہے لیکن

ابھی تلک مجھ سے اجنبی ہے،

کسی اُدھوری گھڑی میں

جب جب وہ بے ارادہ محبتوں کے

چُھپے چُھپے بھید کھولتی ہے!

تو دل یہ کہتا ہے

جس کی خاطر وہ اپنی "سانسیں"

وفا کی سُولی پہ تولتی ہے

وہ آسماں زاد، کہکشاں بخت ___ (کچھ بھی کہہ لو ___!)

جو اُس کی چاہت کا "آسرا" ہے

وہ "میں" نہیں ہوں

کوئی تو ہے جو مرے سوا ہے!

وہ شہر بھر کے تمام "چہروں" سے ہٹ کے

Scanned with CamScanner

اِک "اور مہرباں" ہے
جو اُس کی خواہش کا "آسماں" ہے
(کسے خبر کون ہے، کہاں ہے؟)

مگر مجھے کیا؟
کہ میں زمیں ہوں!
وہ جس کی چاہت میں اپنی سانسیں لُٹا رہی ہے
وہ "میں" نہیں ہوں!
وہ آنکھوں آنکھوں میں بولتی ہے!!

منگل ۲۴ اکتوبر
دوپہر ۲-۴۰ بجے
لاہور

Scanned with CamScanner

☆

ہر گھڑی رائیگاں گُزرتی ہے
زندگی اَب کہاں گُزرتی ہے؟

درد کی شام __ وشتِ ہجراں سے
صُورت کارواں گزرتی ہے!!

شَب گراتی ہے بجلیاں دِل پر
صبح آتش بَجاں گزرتی ہے!

زخم پہلے مہکنے لگتے تھے __ !
اب ہَوا بے نشاں گزرتی ہے

تُو خفا ہے تو دِل سے یاد تری
کس لیے مہرباں گزرتی ہے؟

اپنی گلیوں سے اَمن کی خواہش
تن پہ اوڑھے دُھواں، گزرتی ہے

مسکرایا نہ کر کہ محسنؔ پر
یہ "سخاوت" گراں گزرتی ہے!

Scanned with CamScanner

☆

سُکھ کا موسم خیال و خواب ہُوا _ !
سانس لینا بھی اَب عذاب ہُوا _ !

آنکھوں آنکھوں پڑھا کرو جذبے
چہرہ چہرہ کُھلی کتاب ہُوا _ !

روشنی اُس کے عکس کی دیکھو
آئینہ شب کو آفتاب ہُوا

اِک فلک ناز کی محبت میں
میں ہَواؤں کا ہَم رکاب ہُوا

عدل پَرور، کبھی حِساب تو کر!
ظلم کِس کِس پہ بے حساب ہُوا؟

کون مَوجوں میں گھولتا ہے لہُو
سُر خُرو کِس لیے چناب ہُوا،

کس کے سَر پر سِناں کو رشک آیا
کون مقتل مین کامیاب ہُوا؟

اَب کے ہجراں کی دُھوپ میں محسنؔ
رنگ اُس کا بھی کچھ خراب ہُوا!

Scanned with CamScanner

جاگتے سوتے!

نیم شب کا اُجاڑ سناٹا -!
خواب آلود، بے صَدا رستے
تیرگی سے اَٹی ہوئی گلیاں،
کھردرے، بے چراغ کواڑ
سہمی سہمی ہَوا کی دَستک سے
سانس لیتے ہیں، بے حواسی میں
پیڑ پر چند زرد رُو پتّے -!
ٹوٹتے ہیں -زمیں پہ گرتے ہیں
(جیسے بے شکل چاپ پر اکثر
کوئی بیمار دِل دھڑکتا ہے)
ایسی تنہائیوں میں بھی اب تک
میں ترے نام جاگتے سوتے!
خیریت کے خطوط لکھتا ہوں!!

اتوار ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۵ء
رات بارہ بجے، ہوٹل پی۔سی لاہور

Scanned with CamScanner

بھکارن

اِک بھکارن!

شہر کے مصروف چوراہے کی اندھی بھیڑ میں

اپنے فاقوں سے اُٹی خواہش کی ضِد پر

بیچنے آئی ہے

اپنی نوجوانی کا غُرور!

توڑنے آئی ہے بے صُورت اَنا کے آئینے

بے حنا ہاتھوں میں پھیلائے ہوئے

بس "چند لمحے" زندہ رہنے کا سوال!

"چند لمحے" جن کا ماضی ہے نہ حال--!!

آنکھ میں بجھتی ہُوئی اِک موجِ نُور،

تن پہ لپٹے چیتھڑوں کی سِلوٹوں میں

سانس لیتے واہمے!

دَم توڑتا احساس، لَو دیتا شُعور!!

زندگی کے دو کنارے ___ چار سُو!

اک طرف ہنگامۂ ہَوس---اِک سَمت "ھُو"

کس قدر مہنگی ہیں "باسی روٹیاں"

کتنی سستی ہے "متاعِ آبرُو"

اے خُدائے "کاخ و کُو"

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء

ایک بجے شب

ہوٹل پی۔سی لاہور

Scanned with CamScanner

سفر سے لَوٹ آیا ہوں

سفر سے لَوٹ آیا ہوں
مگر اَب کے
اگرچہ شہر میرا ہے
وُہی رستے وہی گلیاں، وہی مانوس چہرے ہیں
سبھی چہرے سبھی آنکھیں شناسا ہیں
سبھی ہونٹوں پہ اَب تک ایک جیسی مُسکراہٹ ہے
وہی شامیں اُنہی شاموں میں صبحوں کی
وُہی مانوس آہٹ ہے
وہی کچے مکاں جن کے مکیں میری محبت کا اثاثہ ہیں
وہی افلاس کی کُچلی ہُوئی سڑکیں

کہ جن میں بارشوں کے چند چھینٹے گر برس جائیں تو ہفتوں
دُھوپ کی حِدّت وہاں ٹھہرے ہوئے پانی میں
صبح شام کرتی ہے!

اگرچہ شہر میا ہے
مگر میں اجنبی آنکھیں لیے
ہر سمت آوارہ فضا میں ڈھونڈتا ہوں
بے سبب اِک آشنا چہرہ
شناسا لَب، مرے ہمراہ شب بھر بولتی آنکھیں
وہ آنکھیں جن کی ساری گفتگو
اب کے سفر میں چھوڑ آیا ہوں،

Scanned with CamScanner

وہ ساری گفتگو جس کے سبھی حرفوں کے شیشے

رہگذر میں توڑ آیا ہوں

وہ آنکھیں چھوڑ آیا ہوں

مگر اُن میں بھری نیندیں مری نَس نَس میں ہنستی ہیں

مجھے اپنی طرف واپس بُلاتی ہیں،

کہ "لوٹ آؤ___

تمہارے بعد اس "بستی" کی رَونق

بے چراغاں ہے"

اگرچہ شہر میرا ہے___

مگر اَب کے تو___

جیسے میرے چہرے پر تمہاری بولتی آنکھوں کی حیرانی

مجھے رُکنے نہیں دے گی،

مجھے خود اپنی مُدّت کے شناسا، دلنشیں چہرے

اچانک چھوڑنا ہوں گے،

تمہارے ساتھ پیماں جوڑنے کی سرسری ساعت سے ملنے تک

خود اپنے آپ سے جاناں

روابط توڑنے ہوں گے!

اگرچہ شہر میرا ہے!!

۴ نومبر ۱۹۹۵ء

پانچ بجکر ۳۵ منٹ

Scanned with CamScanner

☆

آدمی جَلتا دیا ہے اور بس!
سانس آوارہ ہَوا ہے اور بس!!

موت ہے آفاق صدیوں کا سَفر
زندگی زنجیرِ پا ہے اور بس!!

نارِ سائی، اس قدر برہم نہ ہو
لَب پہ اِک حرفِ دُعا ہے اور بَس !

اور - میں رُوٹھا ہوں اپنے آپ سے
اور - تُو مجھ سے خَفا ہے اور بس!!

یا نگاہوں میں ہے رنگوں کا ہجُوم
یا ترا بندِ قَبا ہے، اور بَس!

اُس طرف طغیانیوں پر ہے چناب
اِس طرف کچّا گھڑا ہے اور بس!

دِل مثالِ دشت بے نقش و نگار
اُس میں تیرا نقشِ پا ہے اور بس!

شامِ غم میں تیرے ہاتھوں کا خیال!
شعلہء رنگِ حنا ہے اور بَس!!

Scanned with CamScanner

اُس کے میرے فاصلے محسنؔ نہ پُوچھ
رنگ سے خوشبو جُدا ہے اور بس !!

☆

ہے کِس کا عکس دِل کے قریں، چار سُو ہے کون؟
گردِ گُماں چھٹے تو کُھلے رُوبرُو ہے - کون؟

کس کے بدن کے دُھوپ نے لہریں اُجال دیں؟
اے عکسِ ماہتاب تہِ آب جُو ہے کون؟

کیا جانے سَنگ بار ہُوا کُوئے یار کی
پیوند کِس قبا میں لگے ،بے رفُو ہے کون؟

نوکِ سِناں پہ کیوں نہ سجے اپنی سرکشی
جُز شہریار شہر میں اپنا عدُو ہے کون؟

اے مصلحت کی تیز ہَوا، جُز غریبِ شہر
اِس شہرِ ننگ و نام میں بے آبرو ہے کون؟

پلکوں پہ کون چُنتا ہے رُسوائیوں کی دُھول
رُسوا ہمارے ساتھ یہاں کُو بکُو ہے کون؟

Scanned with CamScanner

محسنؔ اَب اپنا آپ بھلایا ہے اس طرح
مجھ سے خُود اپنے عکس نے پُوچھا کہ "تُو" ہے کون؟"

☆

کم سُخن لوگ جو سچ بولتے ہیں
خُود سے ہر گِرہ ستم کھولتے ہیں

آندھیاں خواب سے جاگ اُٹھی ہیں
کچھ پرندے کہیں پَر تولتے ہیں

جن کی باتوں میں مسیحائی ہو
خُون میں زہر وُہی گھولتے ہیں

اُس کی آنکھوں نے نشہ چھڑکا ہے
لوگ بے وجہ کہاں ڈولتے ہیں

جب وہ موضوعِ سُخن ہو محسنؔ
ہم بہت لعل و گہر رولتے ہیں

Scanned with CamScanner

☆

میں تنہا - - درپیش سفر تقدیر کا ہے
کیا جانے کس موڑ نگر تقدیر کا ہے؟

سارے پتھر غار سے ہم سَر کا بیٹھے
اِن سے آگے اِک پتھر تقدیر کا ہے!

ہے کتنا شفاف لبادہ یوسف کا
دامن پر اِک داغ مگر تقدیر کا ہے

زرد رُتوں کے زہر بھرے سب پیڑوں میں
دُور سے ہَرا کھجور شجر تقدیر کا ہے!

اُن کی قسمت آپ لکیر خزانوں کی!
میرے ہاتھ پہ خالی گھر تقدیر کا ہے

اُڑتے اُڑتے ہم افلاک کو چھُو آئیں
لیکن راہ میں حائل پَر تقدیر کا ہے

رات کی لاش پہ محسنؔ ماتم کرنے کو
صبح کا تارا "دیدۂ تر" تقدیر کا ہے

Scanned with CamScanner

☆

ہر ایک لمحہ پہن کے صدیوں کی شال گزرا
لہُو کا موسم بھی آپ اپنی مثال گزرا

حکایتِ ضبطِ ہجر سُنتے کہ اشکت چُنتے
گزر گیا، جس طرح بھی عہدِ وصال گزرا

جو شب بھی آئی وہ حشر کے دِن کو ساتھ لائی
وہ دن بھی گزرا وہ شامِ غم کی مثال گزرا

لہُو لہُو ساعتوں نے چھڑکے ہیں زخم اِتنے!
کہ جو بھی پَل تھا جراحتوں سے نڈھال گزرا

اُجاڑ بستی سے وقت کی سلطنت کا حاکم!
سَجا کے ہاتھوں پہ سُرخ سُورج کا تھال گزرا

میں تیرے ملنے کو معجزہ کہہ رہا تھا لیکن،
ترے بچھڑنے کا سانحہ بھی کمال گزرا!

غمِ جہاں نے بدل دیا ہے مزاج اپنا
گراں بہت اب کے دِل پہ تیرا خیال گزرا

نہیں کہ تجھ سے بچھڑ کے دُنیا اُجڑ گئی ہو
یہی کہ دِل بُجھ گیا ذرا سا مَلال گزرا

Scanned with CamScanner

ہر اس، بارُود، مَوت، سَنّجوں کا خوف محسنؔ
نہ پُوچھ کتنی اذّیتوں میں یہ سال گزرا

دسمبر مجھے راس آتا نہیں

(۱۹۹۵ء کی آخری نظم)

کئی سال گزرے
کئی سال بیتے
شب وروز کی گردشوں کا تسلسل
دل و جاں میں سانسوں کی پرتیں اُلٹتے ہوئے
زلزلوں کی طرح ہانپتا ہے!
چٹختے ہوئے خواب
آنکھوں کی نازک رگیں چھیلتے ہیں
مگر میں ہر اِک سال کی گود میں جاگتی صبح کو
بے کراں چاہتوں سے اَٹی زندگی کی دُعا دے کے
اَب تک وہی "جستجو" کا سَفر کر رہا ہُوں
سفر زندگی ہے
سفر آگہی ہے
سفر آبلہ پائی کی داستاں ہے
سفر عمر بھی کی سُلگتی ہوئی خواہشوں کا دھواں ہے!

Scanned with CamScanner

کئی سال گزرے
کئی سال بیتے!
مسلسل سفر کے خم و پیچ میں
سانس لیتی ہوئی زندگی تھک گئی ہے
کہ جذبوں کی گیلی زمینوں میں
بوئے ہوئے روز و شب کی ہر اک فصل اب "پک" گئی ہے

گزرتا ہوا سال بھی آخری ہچکیاں لے رہا ہے
مرے پیش و پس
خوف، دہشت، اَجل، آگ، بارود کی مَوج
آبادیاں نوچ کر اپنے جبڑوں میں جکڑی ہوئی زندگی کو
درندوں کی صُورت
نِگلنے کی مشقوں میں مصروف تر ہے
ہر اک راستہ، موت کی رہ گزر ہے

گزرتا ہوا سال جیسے بھی گزرا
مگر سال کے آخری دِن
نہایت کٹھن ہیں
ہر اک سَمت لاشوں کے اَنبار
زخمی جنازوں کی لمبی قطاریں
کہاں تک کوئی دیکھ پائے؟
ہواؤں میں بارُود کی باس
خود اَمن کی نوحہ خواں ہے
کوئی چارہ گر، عصرِ حاضر کا کوئی مسیحا کہاں ہے؟

Scanned with CamScanner

نئے سال کی مُسکراتی ہوئی صبح ____ گر ہاتھ آئے

تو مِلنا!!

کہ جاتے ہوئے سل کی ساعتوں میں

یہ بجھتا ہُوا دل

دھڑکتا تو ہے

مسکراتا نہیں

دسمبر مجھے راس آتا نہیں ____

سوموار ۲۵ دسمبر ۱۹۹۵ء

☆

۱۹۹۶ کی پہلی غزل

کیا خزانے مِرے جاں، ہجر کی شب یاد آئے
تیرا چہرہ، تیری آنکھیں، تیرے . یاد آئے

ایک تُو تھا جِسے غُربت میں پکارا دِل نے
ورنہ بچھڑے ہوئے احباب تو سب یاد آئے

ہم نے ماضی کی سخاوت پہ جو پَل بھر سوچا!
دُکھ بھی کیا کیا ہمیں یاروں کے سبب یاد آئے

Scanned with CamScanner

پھول کھِلنے کا جو موسم مِرے دِل میں اُترا
تیرے بخشے ہوئے کچھ زخم عجب یاد آئے

اَب تو آنکھوں میں فقط دُھول ہے کچھ یادوں کی
ہم اُسے یاد بھی آئے ہیں تو کب یاد آئے!

بھول جانے میں وہ ظالم ہے بَھلا کا ماہر
یاد آنے پہ بھی آئے تو غضب یاد آئے

یہ خُنک رُت یہ نئے سال کا پہلا لمحہ
دِل کی خواہش ہے کہ محسؔن کوئی اَب یاد آئے،

وہ خواب اپنے

بچھڑتے لمحوں کی
بے صدا جلد باز رُت میں
جب اُس کے ہونٹوں کی نرم چھاؤں
مجھے جدائی کی دُھوپ دے کر
حواس کی انگلیوں سے
دامن چھڑا رہی تھی
تمام رسموں تمام قسموں کی جلتی شمعیں
بجھا رہی تھی

Scanned with CamScanner

میں اُس کی آنکھوں میں

چھوڑ آیا تھا خواب اپنے

وہ خواب جن کی تمازتوں میں

"تمام سچ تھا"

وہ خواب تکمیلِ آرزو کی نشانیاں تھے

وہ خواب میری وفا کی اُجلی کہانیاں تھے

میں سوچتا ہوں

کہ اَب کبھی چاندنی میں بھیگی ہُوئی ہوائیں

جب اُس کی آنکھوں سے

نیند کا کچھ خمار، اُس کے بدن کی خوشبو سے چُور

کوئی پیام لائیں

تو میں بھی مانگوں حساب اپنے

میں اُس کی آنکھوں سے مُسکرا کر طلب کروں

پھر سے خواب اپنے

میں اُس کو بھیجوں عذاب اپنے!

۷ جنوری ۱۹۹۶ء

Scanned with CamScanner

اگر بچھڑنا ٹھہر گیا ہے

اگر بچھڑ گیا ہے
تو میرے خوابوں سمیت اپنی اُداس آنکھیں
بھلا کے جاؤ
کہ جب بھی مِلنا پڑے کسی سے
(کسی شناسا کہ اجنبی سے)
تو یُوں نہ ہو
تم چھپا نہ پاؤ
تمام ماضی!
تمام سچ کے لہُو میں تر
ناتمام وعدے،
کہ اجنبی دوستوں سے ملتے ہوئے
خود اپنی اُداس آنکھوں میں
بولتے سچ کو دفن کرنا
بہت ہی مشکل ہے
اپنے ماضی کے سچ پہ
"اظہارِ معذرت!"
اور معذرت!
اعترافِ جرم و سزا سے بھی
اک کڑا عمل ہے
جو تم سے شاید کبھی نہ ہوگا!!

۷ جنوری ۱۹۹۶ء

Scanned with CamScanner

اِن دِنوں

اِن دِنوں شہر بھر کے رستوں میں
ناچتی ہے بَلا کی ویرانی!
عکس در عکس ڈستی رہتی ہے
بے صدا آئینوں کو حیرانی
سارے چہروں کے رنگ پھیکے ہیں
ساری آنکھیں اُجاڑ لگتی ہیں
سارے دن آہٹوں کی گنتی میں
ساری راتیں پہاڑ لگتی ہیں
بجھتی جاتی ہیں یاد کی شمعیں
اپنی پلکوں سے آنسوؤں کے نگیں
ٹوٹتے ہیں تو دِل نہیں چُنتا
جیسے شاخوں سے زرد رُوپتے
ٹوٹتے ہیں - -کوئی نہیں سُنتا
تو کہاں ہے ، کہاں نہیں ہے تو؟
بھول جا - - یاد کیوں نہیں آتا؟
ہم سے کیا پوچھنا -مزاجِ حیات؟
ہم تو بس اِک دریدہ دامن میں
بھر کے خاکسترِ دیار وفا - !
لے کے صدیوں کی باس پھرتے ہیں
اِن دِنوں شہر بھر کے رستوں میں
ہم اکیلے اُداس پھرتے ہیں!
اَب یہ سوچیں تو آنکھ بھر آئے،

Scanned with CamScanner

اِن اکیلے اُجاڑ رستوں میں
تو بھی شاید کہیں نظر آئے!

۷جنوری رات ۲ بجے

☆

زندگی بھر عذاب سہنے کو
دل مِلا ہے اُداس رہنے کو

ایک "چُپ" کے ہزارہا مفہوم
اور کیا رہ گیا ہے کہنے کو؟

چاند جس کی جبیں پہ جچتا ہو
وہ ترستی ہے ایک "گہنے" کو

آسماں سے اُتر پڑا سُورج
چلتے دریا کے ساتھ بہنے کو

گھر میں تم بھی رہا کرو محسنؔ
گھر بناتے ہیں لوگ رہنے کو

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ماورا پبلشرز
۳۔ بہاولپور روڈ۔ لاہور ۷

ردائے خواب

سید محسن نقوی

Scanned with CamScanner
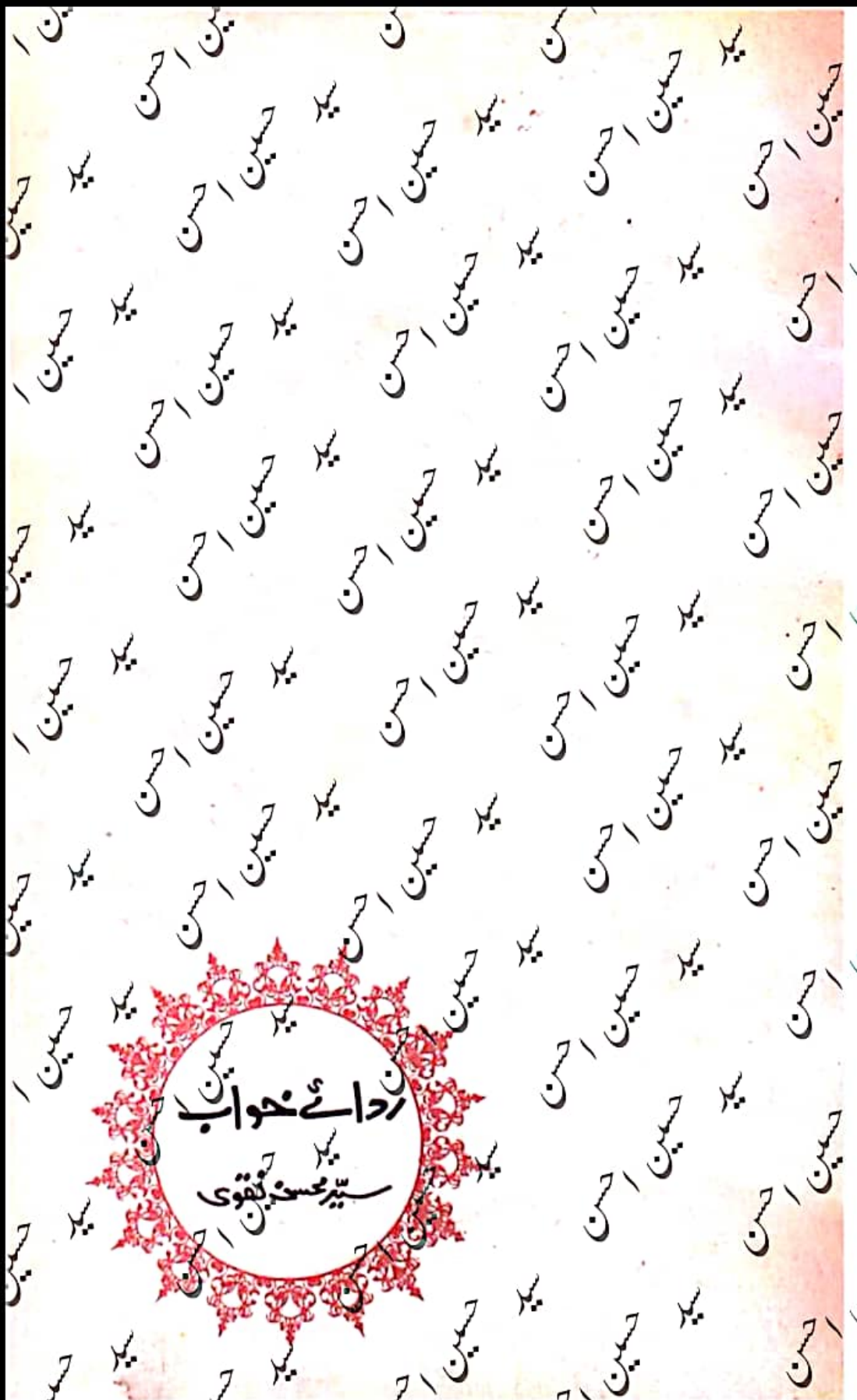
ہماری کتابیں، خوبصورت کتابیں

تزئین و اہتمامِ اشاعت

منتظم : اختر جمیل کاظمی

بار اوّل : ۱۹۸۵ء

خوشنویس: غلام رسول اختر

مطبع : پرنٹ مین ۔ لاہور

Scanned with CamScanner

انتساب

ناراض دوستوں کے نام ——— !!

Scanned with CamScanner

مجھے چاندنی میں نہائے ہُوئے صحرا کے سینے پر ہوا کی تحریر پڑھنے کا شوق ہے ـــــ میں ویران راستوں میں چُپ چاپ سفر کرتے ہُوئے اُونٹوں کی قطاروں کو مطمئن مسافت کی علامت سمجھتا ہوں ـــــ

مجھے ویران پگڈنڈیوں پر چھتناروں کے سائے میں بانسری کی تان اُٹھاتے ہُوئے جوانوں کی آنکھوں میں گھُلتے خواب گلابوں کی رُت سے بھی زیادہ مدُھر لگتے ہیں ـــــ مجھے گاؤں کی سوہنیاں، تھل کی سَسّیاں اور چناب کی ہیریں آج بھی داستانی عشق کے کرداروں کی طرح دلچسپ اور دِلکش دِکھائی دیتی ہیں ـــــ

میں مُحبّت کے جذبے کی صداقت اور حیات کی توانائیوں پر ایمان کی حد تک یقین رکھتا ہُوں ـــــ

کبھی کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں کوئی ایسی بستی بساؤں جس میں آسمان اور سمندر کے درمیان فاختاؤں کی پُرسکون پھڑپھڑاہٹ کے علاوہ کُچھ سنائی نہ دے ـــــ میرا آدرش مُحبّت اور ماٹو امن ہے، زندگی اتنی مختصر ہے، کہ اس میں جی بھر کے مُحبّت کرنے کی مہلت بھی نہیں ملتی، خُدا جانے لوگ نفرت کرنے کے لئے وقت کہاں سے بچا لیتے ہیں؟

اور پھر مجھے تو ہنستے بستے کچّے مکانوں کے آنگنوں میں جلتے

Scanned with CamScanner

ہُوئے چولھوں سے اُٹھتا ہُوا دُھواں بارود کے دُھویں سے زیادہ عزیز ہے
آج وقت کم ہے، (بہت کم) ـــــ سوچنے، پڑھنے اور لکھنے کے لئے
جتنی فرصت چاہیئے ـــــ وہ موجِ فراتؔ کی طرح کمیاب ہے۔ ایسے میں طویل
بات کرنے سے سامع اُکتا جاتا ہے ـــــ اور داستان گوئی یُوں بھی پُرانے
زمانوں کی بات لگتی ہے۔ "ردائے خواب" میرے مختصر قطعات کا مجموعہ ہے۔
جس میں ادُھوری باتیں، نامکمّل مُلاقاتیں، ٹوٹتے بکھرتے خواب، اور چُبھتی چُبھتی
خواہشیں ہیں ـــــ میں نے کوشش کی ہے کہ اِن قطعات کی زبان آسان اور
مفہوم ابہام سے مُبرّیٰ رہے۔ تاکہ آپ کی سماعت ایک لمحے کو بھی تھکن محسوس
نہ کرے، اور نہ ہی "ردائے خواب" پڑھنے کے لئے آپ اپنے مصروف ترین وقت
سے طویل فرصت طلب کریں۔

جہاں تک اِن قطعات کے معیار کا تعلق ہے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کہاں تک
آپ کی تشفی کر سکیں گے،

لیکن اِتنا ضرور ہے کہ اپنے محسوسات کے لئے میں نے کبھی بھی ناروا پابندی
قبول نہیں کی جو کچھ محسوس کرتا ہوں، بے دھڑک کہنے کی عادت میں ہمیشہ مُبتلا رہتا
ہوں۔ آپ چاہیں تو اِس کے خلاف بھی فیصلہ دے سکتے ہیں۔

مَیں آپ کی رائے کا احترام کروں گا (اور آپ کی رائے مجھے اپنے "ہونے"
کا یقین بھی تو بخشے گی) ـــ

"ردائے خواب" ایک مسافر کی "خُود کلامی" ہے، جو دن بھر خواب بُنتا ہے،
خواہشوں کے ریزے چُنتا اور پلکوں پہ سجا کر اپنی ذات کے صحرا میں خیالوں کا خیمہ
نصب کر کے سو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

یہ خُود کلامی اگر آپ کی خواہشوں، خوابوں اور خراشوں کی دُھندلی سی تصویر ثابت ہو تو میری کامیاب کوشش ہوگی ورنہ خُود کلامی پر پہرہ تو نہیں بٹھایا جاسکتا۔

"ردائے خواب" کے قطعات کی تخلیق میں بہت سے دوستوں کی خواہش اور تقاضوں کا ہاتھ بھی ہے۔ اس لئے اس کی اشاعت بھی اُنہی دوستوں کی مرہونِ احسان ہے۔ جن میں کُچھ میرے حقیقی محُسن ہیں اور کُچھ کی رنجشِ بے جا میرے شُکریئے کی مستحق ہے۔ بہر صُورت دونوں صُورتوں میں مجُھے سکُون نصیب ہُوا ہے ـــ کیونکہ میں ملامتِ صفِ دُشمناں اور رنجِ کم ظرفیِ دوستاں، دونوں سے بے نیاز ہوکر زندگی صَرف کرنے کا عادی ہوں۔

محسن نقوی۔
۲۸ مارچ ۱۹۸۵ء
لاہور۔

برگِ صحرا' سے رِدائے خواب' تک میں محسن کا شریکِ سفر ہوں۔ مجھے دیدہ زیب کتابوں کی اشاعت کا جنون ہے اور محسن کو اپنے فن کو نکھارنے اور سنوارنے کی لگن ـــــ! اُس کے چاہنے والوں اور اُس سے چاہے جانے والوں کے لیے معذرت کے ساتھ اطلاع کہ اُس کا سچا عشق ـــــ صرف شاعری ہے۔

ع کسے کہ کُشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

خالد شریف

Scanned with CamScanner

ردائے خواب

"نگارِ وقت اب اسے لہو سے کیا چمن کریں؟"
یہ دستِ جاں کہ ہانپتا رہا سراب اوڑھ کر
لبوں کے حرفِ نرم کی تپش سے مت جگا اِسے
یہ دِل تو کب کا سو چکا "ردائے خواب" اوڑھ کر

محسن نقوی

لاہور ۱۲ ستمبر ۱۹۸۵

Scanned with CamScanner

مجھے کسی سے محبّت نہیں کسی کے سوا
مَیں ہر کسی سے محبّت کروں کسی کے لیے

Scanned with CamScanner

۱۷

میں اور وہ -!

اُس نے جس راہ کو لہو بخشا

میں بھی اُس راہ کا مسافر تھا

وہ سرِ دار میں سرِ مقتل

وہ پیمبر تھا اور میں شاعر تھا

❁

Scanned with CamScanner

۱۸

جیسے !

اب کے تُو اس طرح سے یاد آیا

جس طرح دشت میں گھنے سائے

جیسے دُھندلے سے آئینے کے نقوش

جیسے صدیوں کی بات یاد آئے

٭

Scanned with CamScanner

۱۹

بعض اوقات!

موسمِ غم ہے مہرباں اب کے
ہم پہ تنہائیوں کا سایا ہے
بعض اوقات رات یُوں گزری ،
تُو بھی کم کم ہی یاد آیا ہے

٭

۲۰

عظمتِ آدم ۔ !

عشق، منزل کے رُخ کا غازہ ہے
عقل، رستے کو صاف کرتی ہے۔
زندگی پر جو لوگ چھا جائیں،
موت اُن کا طواف کرتی ہے

٭

Scanned with CamScanner

احساس

کیا بتاؤں کہ رُوٹھ کر تجھ سے

آج تک تجربوں میں کھویا ہُوں،

تو مجھے بھول کر بھی خوش ہو گا

میں تجھے یاد کر کے رویا ہُوں،

✻

Scanned with CamScanner

۲۲

قربت

مَیں سجاتا ہوں پیاس ہونٹوں پہ
تُم گھٹا بن کے دِل پہ چھا جاؤ!
اے رگِ جاں میں گونجنے والو!!
اور بھی کچھ قریب آجاؤ!!!

✿

Scanned with CamScanner

۲۳

غیرتِ جاں!

ہم نے سچ بولنے کی جرأت کی
تیرے بارے میں اور کیا کہتے
غیرتِ جاں کی بات تھی ورنہ،
ہم ترے سامنے بھی چُپ رہتے

Scanned with CamScanner

۲۴

یادش بخیر!

جو کبھی زندگی کا محور تھے :

کاش اب بھی وہ دوست کہلاتے

جو بُھلائے نہ جا رہے تھے کبھی !

اب وہی یاد بھی نہیں آتے

❋

٢٥

عذاب

جب ہوس چار سُو بکھر جائے

آدمی امن کو ترستا ہے

جب زمیں تیرگی سے اَٹ جائے

آسماں سے لہو برستا ہے

❁

Scanned with CamScanner

٢٦

ہم وہ تاجر ہیں —!

جی میں آئی تو بیچ کر شیشے :
شعلۂ جامِ جم خریدیں گے
ہم وہ تاجر ہیں جو سرِ محفل
قہقہے دے کے غم خریدیں گے

❁

Scanned with CamScanner

اختلاف

تُو وہ کج بیں کہ تُجھ کو منزل پر ،

رہگذاروں کے بَل دکھائی دیں ،

مَیں وہ خوش فہم ہوں کہ مُجھ کو سدا

آبلے بھی کنوَل دکھائی دیں!

❋

۲۸

قطعہ — ۱

صرف ہرجائی پن کی بات نہیں،
اب ہمیں لوگ کیا نہیں کہتے!
اس قدر ظلم سہہ کے بھی اے دوست
ہم تجھے بے وفا نہیں کہتے

❋

۲۹

حبس

غم کو زُلفوں کا بَل نہیں کہتا،

زخمِ جاں کو کنول نہیں کہتا

وہ جو اِک پل کو رُوٹھ جاتا ہے

مدّتوں میں غزل نہیں کہتا

❁

۳

تنبیہہ

سُن لو جہان بھر کی جگر دار گردشو !

کہہ دو ہوائے دہر کی رفتار ٹوک کر،

میں سو رہا ہوں زیرِ زمیں اُس کی تاک میں

گُذرے اِدھر سے میرا عدو سانس روک کر

✻

Scanned with CamScanner

۳۱

کتھارسس

چند لمحے جو غم کو ٹال آئے

کتنے خوش بخت و خوش خیال آئے

لوگ یوں مطمئن سے ہیں جیسے

آسماں پر کمند ڈال آئے

✲

Scanned with CamScanner

٣٢

سُہاگن

خواہشوں کی جوان دیوی ہے

وحشیوں کے نگر کی ناگن ہے

بانجھ دھرتی کی ہچکیوں پہ نہ جا

زندگی تو سدا سُہاگن ہے

✻

Scanned with CamScanner

٣٣

ضُرورت

فِکر کی ہر کسک شعوری ہے
عقل کی ہر ادا ادھوری ہے
دِل کی دُنیا سنوارنے کے لئے
"عشق کرنا بہت ضروری ہے"

✿

Scanned with CamScanner

۳۴

"تضاد"

سیرتیں بے قیاس ہوتی ہیں،
صُورتیں، غم شناس ہوتی ہیں،
جن کے ہونٹوں پہ مُسکراہٹ ہو
اُن کی آنکھیں اُداس ہوتی ہیں

✿

Scanned with CamScanner

٣٥

بازگشت

سُکوتِ شامِ غریباں میں سُن سکو تو سُنو!

کہ مقتلوں سے ابھی تک صدائیں آتی ہیں،

لہُو سے جن کو منوّر کرے دماغِ بشر،

ہوائیں ایسے چراغوں سے خوف کھاتی ہیں

✿

Scanned with CamScanner

۳۶

یا کہیں .....؟

جو مری یادوں سے زندہ تھا کبھی
مُدّتوں سے اُس کا خط آیا نہیں،
میں مگر کہتا ہُوں اپنے آپ سے،
وہ بہت مصروف ہوگا — یا کہیں ...؟

✿

Scanned with CamScanner

سلامی

ستارے چُومتے ہیں گردِ پا کو
خراجِ خُود کلامی لے رہی ہے،
وہ رستے میں کھڑی ہے یُوں کہ جیسے
دو عالم کی سلامی لے رہی ہے

✿

٣٦

یا کہیں .....؟

جو مری یادوں سے زندہ تھا کبھی
مدتوں سے اُس کا خط آیا نہیں،
میں مگر کہتا ہوں اپنے آپ سے،
وہ بہت مصروف ہوگا — یا کہیں...؟

✿

۳۷

سلامی

ستارے چُومتے ہیں گردِ پا کو
خراجِ خُود کلامی لے رہی ہے
وہ رستے میں کھڑی ہے یُوں کہ جیسے
دو عالم کی سلامی لے رہی ہے

✿

۳۸

تلاشِ امن

غم کے غبار میں ہیں ستارے اَٹے ہُوئے!

خواہش کی کرچیوں میں ہیں چہرے بٹے ہُوئے

اب کیا تلاشِ امن میں نکلیں کہ ہر طرف!

مُدت سے فاختاؤں کے ہیں پَر کٹے ہُوئے

❀

Scanned with CamScanner

نصیحت

جوانی کے کٹھن رستوں پہ ہر سو
فریبِ آرزو کھانا پڑے گا!
بچھڑ جاؤ، مگر یہ سوچ لینا
تمہیں اِک روز پچھتانا پڑے گا۔

✿

Scanned with CamScanner

۴۰

عادی !

دفن ہیں مجھ میں شورشیں کتنی

دِل کی صُورت خموش وادی ہُوں !

شوق سے ترکِ دوستی کر لے !

مَیں تری نفرتوں کا عادی ہُوں

*

۴۱

چاکِ داماں!

اِک فسانہ ہے زندگی لیکن،

کتنے عنواں ہیں اس فسانے کے

چاکِ داماں کی خیر ہو یاربّ!

ہاتھ گُستاخ ہیں زمانے کے

✻

Scanned with CamScanner

۴۲

ماتمی رُت

ماتمی رُت کا راج ہے ہر سُو
پھُول مُرجھا گئے ہیں سہروں کے
اِک ترے غم کی روشنی کے سوا
بُجھ گئے سب چراغ چہروں کے

✿

Scanned with CamScanner

۴۳

ویرانی

شہر کے سب لوگ ٹھہرے اجنبی

زندگی تُو کب مُجھے راس آئے گی

اب تو صحرا میں بھی جی لگتا نہیں

دِل کی ویرانی کہاں لے جائیگی؟

✿

Scanned with CamScanner

۴۴

سچ تو یہ ہے!

سب فسانے ہیں دُنیا داری کے

کس نے کس کا سکون لُوٹا ہے؟

سچ تو یہ ہے کہ اِس زمانے میں

مَیں بھی جھوٹا ہُوں، تُو بھی جھوٹا ہے

✿

Scanned with CamScanner

۴۵

ماتم

اُڑ گیا رنگ رہگزاروں کا
قافلہ بُجھ گیا چناروں کا
اوڑھ کر زرد موسموں کی ردا،
آؤ ماتم کریں بہاروں کا۔

96659

Scanned with CamScanner

۴۶

قحط

بھنور نے کاٹ دیئے سلسلے کناروں کے

خزاں نے رنگ چرا ہی لئے بہاروں کے

عجیب قحط پڑا ہے کہ پیٹ بھرنے کو

میں راز بیچتا پھرتا ہوں اپنے یاروں کے

✿

Scanned with CamScanner

اُفق کا چہرہ ......!

کہاں ہے اَرض و سَما کا خالق کہ چاہتوں کی رگیں کُریدے!

ہَوس کی سُرخی رُخِ بشر کا حَسین غازہ بنی ہُوئی ہے

کوئی مَسیحا اِدھر بھی دیکھے، کوئی تو چارہ گری کو اُترے

اُفق کا چہرہ لہُو میں تر ہے، زمین جنازہ بنی ہُوئی ہے

❀

تشنگی

وہ کہ جلتی رُتوں کا بادل تھا ،

کیا خبر کب برس گیا ہوگا ؟

لیکن اندر کی آگ میں جل کر

اُس کا چہرہ جُھلس گیا ہوگا

✻

خمیازہ

ہمارے دل نے بھی محفل سجائی ہے کیا کیا!

حیات ہم پہ مگر مُسکرائی ہے کیا کیا!

ہوائے گردشِ دوراں کے ایک جھونکے سے

تمہاری یاد کی لَو تھرتھرائی ہے کیا کیا!

❀

Scanned with CamScanner

٥٠

سانولی

کیا جانے کب سے دُھوپ میں بیٹھی تھی سانولی؛

اُبھری ہُوئی اَنا کی شکن سی جَبین پر!

دیکھا فضا میں اُڑتے پرندوں کو ایک بار؛

پھر کھینچنے لگی وہ لکیریں زمین پر

New Delhi

MALHOTRA COLLECTION

Scanned with CamScanner

قرض

اپنے ہمسائے کے چراغوں سے

بام و دَر کو سنوار لیتا ہوں،

اِتنا مُفلس کیا اندھیروں نے

روشنی تک اُدھار لیتا ہوں

✿

Scanned with CamScanner

۵۲

اور ہم !

بارہا خُود سے ہر داستاں کہہ گئے

لفظ آنسُو بنے، آنکھ سے بہہ گئے

لوگ جاں سے گذرتے رہے اور ہم

خُودکشی کے لئے سوچتے رہ گئے

✿

Scanned with CamScanner

جہیز

اُس کو تھے راس بھیگتی پلکوں کے ذائقے،

دریا رَواں تھے اُس کے دلِ حشر خیز میں

کرتی تھی بے دریغ اُنہیں خرچ اِس لیے

لائی تھی اپنے ساتھ وہ آنسو جہیز میں!

✿

۵۴

قرینہ

درد کے چاند کی کرنوں میں نہایا ہوں کہ یوں

میرے ماتھے پہ محبت کا پسینہ آئے

اس لئے ٹوٹ کے رویا ہوں میں اکثر محسنؔ

مجھ کو دل کھول کر ہنسنے کا قرینہ آئے

✿

Scanned with CamScanner

۵۵

خراج

آنکھوں میں بھر کے سادہ محبّت کی ڈوریاں،
مٹھی میں بند کر کے دِل و جاں کی پوریاں
دھرتی کو لُوٹتی ہیں تبسّم کی اوٹ سے
چالاک کس قدر ہیں یہ گاؤں کی گوریاں

✿

۵٦

خود بھی......!

خُود بھی اُترا ہے آسمانوں سے
مُجھ کو پستی میں ڈالنے کے لئے
خُود بھی بدنام ہوگیا کوئی،!
مُجھ پہ تہمت اُچھالنے کے لئے

✿

Scanned with CamScanner

وصال

دُور تک وادیاں ہیں پھُولوں کی،
میری آنکھوں میں عکس تیرا ہے
چاند گھُلنے لگا ہے پانی میں
ہر طرف سانولا سویرا ہے،

✿

۵۸

"بُزدل"

یُوں تو محفل میں جانِ محفل تھا
رہگُذر میں چراغِ منزل تھا
دِل کی باتیں نہ کہہ سکا تُجھ سے
تیرا شاعر غضب کا "بُزدل" تھا

✿

Scanned with CamScanner

۵۹

وارث

اے زمیں کے عظیم انسانو!

بھید پاؤ کبھی اُڑانوں کا!!

تم تو دھرتی سنوار لو گے مگر

کون وارث ہے آسمانوں کا

✿

Scanned with CamScanner

٦٠

پیشین گوئی

گر یہی حبس ہے تو دھرتی پر
تشنہ لب لوگ دھوپ چاٹیں گے

گر یہی قحط ہے تو دہقاں بھی!
پیاس بوئیں گے، بھوک کاٹیں گے

✿

Scanned with CamScanner

٦١

خواب

درد یوں بے حساب لگتا ہے،

مُسکرانا عذاب لگتا ہے،

جس میں اُڑتے تھے قہقہے اپنے

اب وہ ماحول خواب لگتا ہے،

✿

Scanned with CamScanner

٦٢

مصلحت

ہاتھوں میں دوستی کی لکیریں سجا کے مِل
آنکھوں میں احتیاط کی شمعیں جلا کے مِل
دِل میں کدورتیں ہیں تو ہوتی رہیں — مگر
بازار میں مِلا ہے — ذرا مُسکرا کے مِل

✿

Scanned with CamScanner

٦٣

اصول

زندگانی کی کج ادائی پر
تبصرے سب فضول ہوتے ہیں
اپنی اپنی بساط ہے سب کی
اپنے اپنے اصول ہوتے ہیں

✻

"اختیار"

ہم تبسّم سجا کے ہونٹوں پر

غم، بقدرِ مزاج لیتے ہیں!

جیسے ہنستے دیئے مزاروں کے

آندھیوں سے خراج لیتے ہیں

✿

٦٥

ہواں

شُعلۂ گُل سے چمن جَلتا ہے

شہر کے شور سے بَن جَلتا ہے

اَب "گھٹا" دِل کو گھٹا دیتی ہے

اَبر "تن" جائے تو تَن جَلتا ہے

✿

٦٦

اِہتمام

بُجھتی نبضیں اُبھارتے رہنا

دِل کا عالَم نِکھارتے رہنا

اِک نظر دیکھ لو زمانے کو

پھر یہ زُلفیں سَنوارتے رہنا

✿

Scanned with CamScanner

چوری چوری

چند کپڑے ہیں سادہ گٹھڑی میں

چند زیور چھپا کے لائی ہے

ایک "پگلی" "پیا" سے ملنے کو

ہیر کے مقبرے میں آئی ہے

✿

Scanned with CamScanner

٦٨

گواہی

کون روتا ہے تمہارے ہجر میں؟

ڈوبتے دل کی صدا سے پوچھنا

کون پھرتا ہے گلی میں رات بھر؟

دستکیں دیتی ہوا سے پوچھنا

آمد

وہ تشبیہیں پہن کر آ رہی ہے
حقیقت بر محل کہنا پڑے گی
خراج اب اور کیا دینا ہے اُس کو
مجھے تازہ "غزل" کہنا پڑے گی!

✿

Scanned with CamScanner

۷۰

اُداسی!

وقفِ خوف و ہراس لگتا ہے

دل، مصائب شناس لگتا ہے

تُو جو اوجھل ہُوا نگاہوں سے

شہر سارا اُداس لگتا ہے،

✿

۷۱

لفظ

اِن کو دل میں سنبھال کر رکھو!

اِن کو سوچو بہت قرینوں سے

چند سانسوں سے ٹُوٹ جاتے ہیں

"لفظ" نازک ہیں آبگینوں سے

✿

۷۲

طعنے

سنولا گئے ہیں رنگ رُخِ ماہتاب کے

مُرجھا گئے کلائی میں گجرے گلاب کے

اُب کے برس بھی تُو جو نہ آیا تو دیکھنا

مُجھ کو تو مار ڈالیں گے طعنے چناب کے

❀

آدمیّت!

تُم، کہ عُہدوں پہ جان دیتے ہو،

ہَم پہ بھی اعتبار کر دیکھو،

آدمیّت بھی ایک مَنصب ہے،

آدمی سے بھی پیار کر دیکھو!"

❀

Scanned with CamScanner

۷۴

اِن دِنوں

آنکھوں میں آنسوؤں کی حِنا سی ہے اِن دِنوں
دِل کو بھی شوقِ دَرد شناسی ہے اِن دِنوں
گر ہو سکے تو آ کہ مِری جاں ترے بغیر!
ماحول میں شدید اُداسی ہے اِن دِنوں

✿

۷۵

لوّ میرج
Love Marriage-

تجھ کو تو مِل گیا ترا دِلدارِ جاں نواز!

پھر کیوں ترا وجود رہینِ ہراس ہے

پھر شرمسار کیوں ہے یہ جوڑا سُہاگ کا

پھر کس لئے یہ سُرخ دوپٹہ اُداس ہے

✿

Scanned with CamScanner

٧٦

ایک خط

نَرم کر دیتی ہیں دِل کو دُوریاں

نفرتیں بھی کھیلتی ہیں پیار سے!

اجنبی بن کر جو ملتا تھا کبھی

اُس کا خط آیا سمندر پار سے

❀

Scanned with CamScanner

دُنیا

یہ ستمگر یہ دِلنشیں دُنیا

سب کو لگتی ہے مہ جبیں دُنیا

میری آنکھیں غریب ہیں ورنہ

اِس قدر قیمتی نہیں دُنیا۔!!

✿

۷۸

خواہش

اب کے ہر سُو وہ اُداسی ہے کہ دل کہتا ہے

کوئی بھٹکا ہُوا رہرو ہی سفر میں اُترے

کوئی رُوٹھا ہوا جگنو ہی بلائے مجھ کو!

کوئی ٹوٹا ہُوا تارہ میرے گھر میں اُترے

❀

اعتراف

ترے خیال سے دامن بچا کے دیکھا ہے

دل و نظر کو بہت آزما کے دیکھا ہے

نشاطِ جاں کی قسم، تُو نہیں تو کچھ بھی نہیں

بہت دنوں تجھے ہم نے بھلا کے دیکھا ہے

✿

۸۰

جیسے پانی میں.....!

دل ، ترے اِنتظار میں اکثر
تیری آہٹ سے ڈرنے لگتا ہے
جیسے پانی میں پھول کاغذ کا
تیرتے ہی بکھرنے لگتا ہے

✿

Scanned with CamScanner

۸۱

۵۹ اگر ...... !

تیرگی رُوح پر مسلّط ہو!
چاندنی اشکبار ہو جائے
رو پڑے یہ بہار کا موسم!
وہ اگر سوگوار ہو جائے!

Scanned with CamScanner

۸۲

دستکیں ۔۔۔۔!

دستکیں جس کے دَر پہ دیتا ہوں
یُوں بھی وہ مُجھ کو ٹال دیتا ہے!
اپنے دامن کی نفرتیں چُن کر،
میری جھولی میں ڈال دیتا ہے

✿

کون آشنا؟

کوئی مکاں نہ کوئی مکیں ، کون آشنا؟

ہم اپنے شہر میں بھی مُسافر ہی رہ گئے

یا سُرخ آندھیوں کی نظر کھا گئی اُنھیں

یا اَب کی بارشوں میں گھروندے ہی بہہ گئے

✿

Scanned with CamScanner

روہی کے لوگ!

سینے میں درد، لب پہ تبسم کے ذائقے

دُنیا کی گردشوں سے سدا بے نیاز ہیں

بُجھتے ہُوئے دِلوں پہ چھڑکتے ہیں روشنی

روہی کے لوگ کتنے مُسافر نواز ہیں

✿

Scanned with CamScanner

تمسخر

کہیں دھرتی نہاتی ہے لہو دریا کی موجوں میں،

کہیں بارود کی بارش ہے انسانی ریاست پر

ستارے اشک بن کر بٹ گئے معصوم بچوں میں،

فرشتے ہنس رہے ہیں ابنِ آدم کی سیاست پر

✿

Scanned with CamScanner

۸۶

قیامت!

موت تاریک وادیوں کا سفر
زندگی نُور کی علامت ہے
حشر برحق سہی مگر محسنؔ
سانس لینا بھی اک قیامت ہے

٭

Scanned with CamScanner

دوستی.....!

اب یہی مصلحت مناسب ہے
اب اِسی طور زِندگی کر لیں،
میں بھی یاروں کا زخم خوردہ ہوں
دشمنو، آؤ دوستی کر لیں،

✿

۸۸

دل کو بجھنا تھا......!

تیرگی کے اُداس چہرے پر

رات بھر ایک داغ کیا جلتا؟

دل کو بُجھنا تھا، بُجھ گیا آخر

آندھیوں میں چراغ کیا جلتا؟

✿

ترغیب

غَم کے سنجوگ اَچھے لگتے ہیں
مُستقل روگ اَچھے لگتے ہیں
کوئی وَعدہ وَفا نہ کر، کہ مُجھے
بے وَفا لوگ اَچھے لگتے ہیں

✿

Scanned with CamScanner

۹۰

اُس سے کہہ دو.....!

اُس کے ہونٹوں پہ خموشی کے شرارے بھر دو!

جس نے سیکھا نہ ہو شیشے کو بھی پتھر کہنا

اُس سے کہہ دو کہ وہ آنکھوں میں سیاہی بھر لے!

جس کو آتا نہ ہو صحرا کو سمندر کہنا،

❀

Scanned with CamScanner

۹۱

مُسکرا بھی دے.....!

اُس کے چہرے پہ گردِ محرومی -!

اُس کی آنکھوں کے شہر ویراں ہیں ،

مُسکرا بھی دے اے غمِ دوراں -!

اُس کی زُلفیں بہت پریشاں ہیں

✿

Scanned with CamScanner

۹۲

"ق"

عُمر گذری عذابِ جاں سہتے
دُھوپ میں زیرِ آسماں رہتے
ہم ہیں سُنسان راستوں کے شجر
جو کسی کو بھی کچھ نہیں کہتے

✿

حالات

تجھ کو یہ وہم ہے کہ کیوں مجھ کو

تیری رعنائیوں سے پیار نہیں

میں یہی سوچ کر ہوں چپ کہ ابھی

میرے حالات سازگار نہیں!!

✿

Scanned with CamScanner

۹۴

بے خیالی میں......!

یُوں بھی ہے اب کہ سوچ کر تجھ کو
دِل ترے دَرد میں پگھل جائے
بے خیالی میں آگ کو چھو کر
جیسے بچے کا ہاتھ جل جائے

اور کتنی ... !

ساعتِ حشر کی اذیت تک
اور کتنی اذیتیں ہوں گی ،
اُس قیامت سے پیشتر یارب!
اور کتنی قیامتیں ہوں گی !

☆

Scanned with CamScanner

۹۶

اِحتیاط

سُخن ، میزان میں تولو نہ تولو !

مگر نزدیک آکر بھید کھولو !!

کہیں خُوشبو نہ سُن لے بات کوئی ۔

مری جاں ، اور بھی آہستہ بولو"

✿

شاید

دَرد، دِل کی اساس ہو شاید
غَم، جوانی کو راس ہو شاید
کہہ رہی ہے فضا کی خاموشی
اِن دِنوں تُم اُداس ہو شاید

✿

٩٨

ایک فلسطینی بچّے کی سالگرہ

اَب کہاں وہ گیت گاتی محفلیں؟

اَب کہاں عُود و عبیر و آبنوس؟

چَند شمعوں کی بجائے مَیز پر

رکھ دیئے ہیں ماں نے خالی کارتوس

✿

٩٩

اِحساس

مُجھ سے مت پُوچھ کہ احساس کی جِدت کیا ہے؟

دُھوپ ایسی تھی کہ سائے کو بھی جلتے دیکھا

شدّتِ غم میں مرے دیدۂ تر نے مُحسنؔ

پتھروں کو بھی کئی بار پگھلتے دیکھا

✿

Scanned with CamScanner

۱۰۰

روایت

کیا ہوئے وہ دن وہ رسمیں کیا ہوئیں؟

کھیلتے تھے جب غمِ دوراں سے لوگ

بانٹتے پھرتے تھے ہر سُو زندگی!

کچھ سخی کچھ بے سروساماں سے لوگ

١٠١

مداوا

تسخیر کر رہا ہوں زمانے کی گردشیں

غم کو سکھا رہا ہوں مناجات عید کی

گُم سُم ہے کائنات، ستارے ہیں دَم بخود

دِل کو سُنا رہا ہوں میں کافی فرید کی

✿

١٠٢

"ہیر"

جب بھی ساون کی شوخ راتوں میں

کوئی وارث کی "ہیر" گاتا ہے!

سوچتا ہوں کہ اُس گھڑی مُجھ کو

کیوں ترا شہر یاد آتا ہے

Scanned with CamScanner

آ بھی جاؤ !!

تُم کچھ ایسے بچھڑ گئے مجھ سے
غَم کے سائے ڈھلے نہیں ڈھلتے
آ بھی جاؤ کہ اَب منڈیروں پر
مُدّتوں سے دِیے نہیں جَلتے!!

✿

Scanned with CamScanner

۱۰۴

تکلّف

یُوں بھی ہم دُور دُور رہتے تھے
یُوں بھی سینوں میں اِک کدُورت تھی
تُم نے رسماً بُھلا دِیا ورنہ !
اِس تکلّف کی کیا ضرُورت تھی؟

Scanned with CamScanner

تلاش

چومتی تھیں جس کے پاؤں منزلیں

قافلہ وہ کن بیابانوں میں ہے؟

جس کی حدت سے پگھلتے تھے پہاڑ

وہ لہو کن گرم شریانوں میں ہے؟

✿

۱۰۶

اس طرح

اس طرح دل کے زرد آنگن میں
تیری یادوں کے داغ جلتے ہیں
جیسے آندھی میں ٹوٹی قبروں پر
سہمے سہمے چراغ جلتے ہیں

✿

"جوگن"

غَم، وہ سفّاک سَم کا قطرہ ہے

جو رگوں میں اُتر کے بس جائے،

"زندگی" وہ اُداس "جوگن" ہے

جس کو ساون میں سانپ ڈس جائے۔

✿

۱۰۸

کیا کہیے!

ہر طرف جبر ہو تو کیا کیجے،
ہر طرف ظُلم ہو تو کیا کہیے،
کتنے احباب کا گِلہ کیجے،
کتنے اعدا کو مرحبا کہیے،

✿

Scanned with CamScanner

١٠٩

کون پیا .....!

کِس کی شَب بے مَلال کٹتی ہے؟

کِس کا دِن چَین سے گذرتا ہے؟

مِل گئے ہو تو مُسکرا کے مِلو!

کون پھر کِس کو یاد کرتا ہے؟

✿

۱۱۰

مُلاقات

شفق ہونٹوں میں سُرخ آنچل دبائے

وہ گوری اِس طرح شرما رہی ہے!!

ضمیرِ دو جہاں میں زلزلے ہیں!!

مُجھے تازہ غزل یاد آ رہی ہے

✿

سوال

یا مُقتلوں کا رِزق ہُوئی آبروئے جاں

یا گردِشوں کی نذر ہُوئے سرفراز لوگ،

اَب کیوں مُسافروں کے ٹھکانے ہیں دُھوپ میں

اَب کیا ہُوئے وہ شہر کے مہماں نواز لوگ؟

✿

Scanned with CamScanner

یُوں تری یاد ......!

یُوں ترِی یاد، دِل میں اُتری ہے

جیسے جگنُو ہَوا میں کھو جائے

جیسے "روہی" کے سرد ٹیلوں میں

اِک مُسافر کو رات ہو جائے

❀

۱۱۳

غم کی زد میں !!

غم کی زد میں اگر بگڑ جائیں،

پھر کہاں قسمتیں سنورتی ہیں؟

ذکرِ تجدیدِ دوستی نہ کرو!!

اب یہ باتیں گراں گذرتی ہیں،

✿

۱۱۴

اوس

کہیں سُورج سے ذرّے کی ٹھنی ہے

کہیں تتلی سے بھنورا لڑ گیا ہے

پڑی ہے اوس رشتوں پر کچھ ایسی

لہُو کا رنگ پھیکا پڑ گیا ہے

✿

سو جاؤ!

آنکھوں میں گھول کر نئے موسم کے ذائقے،

باہوں میں روشنی کے سمندر کو گھیر کر،

خوابوں کی سرزمیں پہ خیالوں سے بے نیاز

سو جاؤ اپنی ریشمی زُلفیں بکھیر کر

✿

Scanned with CamScanner

١١٦

سوچ

تجھ کو سوچوں تو ایسے لگتا ہے

جیسے خوشبو سے رنگ ملتے ہیں

جیسے صحرا میں آگ جلتی ہے!

جیسے بارش میں پھول کھلتے ہیں!!

تپش

چُبھتے ہُوئے وہ لفظ وہ جلتے ہُوئے حروف

شہ رگ میں اب بھی ہیں وہ کانٹے اڑے ہُوئے

اِک بار سچ کہا تھا مگر اُس کی آگ سے

اَب تک مری زباں پہ ہیں چھالے پڑے ہوئے

❀

Scanned with CamScanner

۱۱۸

دُعا

بات بنتی رہے خوئے دلدار کی،

رات چمکی رہے حسنِ بازار کی،

دشت کی چاندنی میں نہاتی رہیں

شہر کی سسّیاں، سوہنیاں پیار کی،

✿

چاندنی

پلکوں پہ آنسوؤں کو سجاتی ہے رات بھر

دل میں رواں ہے رُوح کے اندر ہے چاندنی

اُبھرا ہے کون اِس کے تلاطُم میں ڈُوب کر!

آوارگی کا ایک سمندر ہے چاندنی

❀

Scanned with CamScanner

۱۲۰

نَدامت

دَرد کی دُھوپ سے بھرے بَن میں

اپنے سائے سے ڈر کے پچھتایا!

اے مرا نام بھُولنے والے۔!!

مَیں تُجھے یاد کر کے پچھتایا۔!
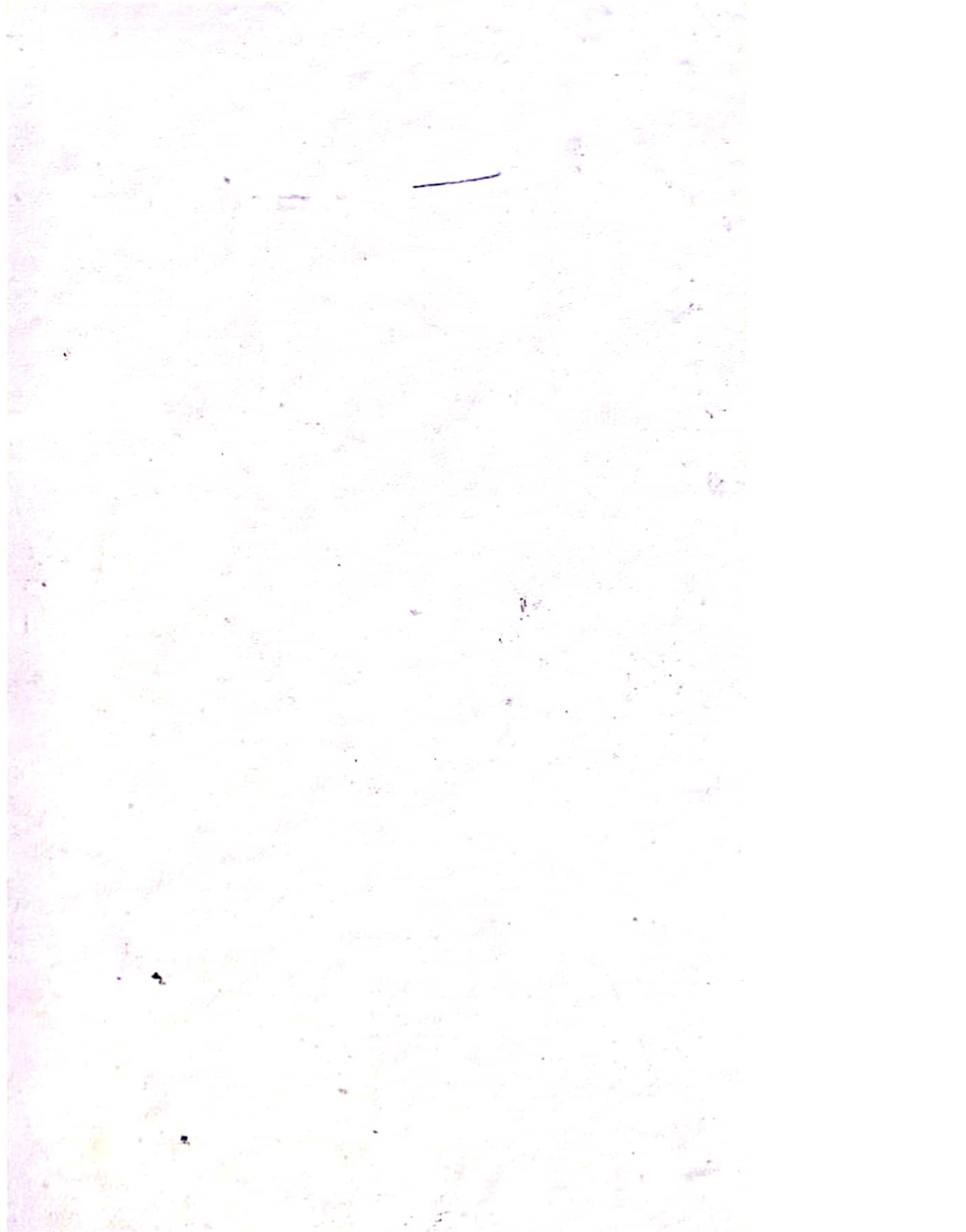
✿

Scanned with CamScanner

فہرست

☆ انتساب

☆ ناتمام سچ کی دستاویز

غزلیں، نظمیں:۔

1۔ اے مرے کبریا

2۔ کہاں تھا اتنا عذاب آشنا مرا چہرہ؟

3۔ اب کے یوں بھی تری زلفوں کی شکن ٹوٹی ہے

4۔ کب تلک شب کے اندھیرے میں سحر کو ترسے

5۔ پتھر ہی سہی راہ میں حائل تو رہوں گا

6۔ ترے بدن سے جو چھو کر اِدھر بھی آتا ہے

7۔ وفا میں اب یہ ہُنر اختیار کرنا ہے

8۔ یہ کہہ گئے ہیں مُسافر لٹے گھروں والے

9۔ شہر بدر

10۔ آج تنہائی نے تھوڑا سا دلاسہ جو دیا

11۔ بادل برسیں

12۔ اَب یہ سوچوں تو بھنور ذہن میں پڑ جاتے ہیں

13۔ فضا کا حبس شگوفوں کو باس کیا دے گا؟

14۔ دِل ہُوا جب سے شرمسارِ شکست

15۔ سِکھا مُجھ کو لُٹے لوگوں کا ماتم

16۔ ظلم سہہ کر بھی سمجھتا ہُوں کہ تُو میرا ہے

17۔ غزلوں کی دھنک اوڑھ مرے شعلہ بدن تُو

18۔ خدشہ

19۔ خِلوت میں گُھلا ہم پہ کہ بے باک تھی وہ بھی

20۔ کل رات بزم میں جو مِلا گلبدن سا تھا

21۔ مانگے ہے مجھ سے دِل تری ساری نشانیاں

22۔ جب بھی ہنسنے کے زمانے آئے

23۔ شامِ غم جب بکھر گئی ہو گی

24۔ اَپنے دُکھتے دِل سے کہہ دو!

25۔ اُداس رُت، انتظار موسم

26۔ بھول جاؤ مجھے......!

27۔ متاعِ شامِ سفر بستیوں میں چھوڑ آئے

28۔ اُڑان کی کوئی صورت نظر میں خاک نہیں

29۔ دریا مچل رہا ہے اگر انتقام کو

30۔ اب یہ معیارِ سفر لگتا ہے

31۔ ہجر کی صبح کے سورج کی اُداسی مت پوچھ

32۔ اُجاڑ بستی کے باسیو ایک دوسرے سے پرے نہ رہنا

33۔ مری گلی کے غلیظ بچّو

34۔ جانتے تو ھم بھی تھے

35۔ اَب کے بارش میں تو یہ کارِ زیاں ہونا ہی تھا

36۔ ٹھن تنہائیوں سے کون کھیلا میں اکیلا

37۔ مرے کفن کی سیاہی دلیل ہے اس کی

38۔ وہ اجنبی اجنبی سے چہرے وہ خواب خیمے رَواں دَواں سے

Scanned with CamScanner

39- باتیں تری اِلہام ہیں جادُو تری آواز
40- چاہیئے دُنیا سے ہٹ کر سوچنا
41- ہجوم میں تھا وہ کُھل کر نہ رو سکا ہوگا
42- اَب تو خواہش ہے کی یہ زخم بھی کھا کر دیکھیں
43- کوئی نئی چوٹ پھر سے کھاؤ اُداس لوگو
44- ایک نئے لفظ کی تخلیق
45- اے شبِ ھجرِ یاراں
46- زخموں سے گوشہءِ دِل ویراں سجا لیا
47- چاہت کا رنگ تھا نہ وفا کی لکیر تھی
48- پھر وہی مَیں ہُوں وہی شہر بدر سناٹا
49- وہ دِن کہاں کہ اب کوئی محفل سجایئے
50- اِنکار کیا کرے گی ہَوا میرے سامنے
51- مِل گیا تھا تو اُسے خود سے خفا رکھنا تھا
52- کب تلک اپنی دُہائی دے گا
53- کنجِ قفس میں پیار کی پہلی سالگرہ
54- دِلوں میں اُٹھتے ہُوئے دردِ بے کنار کی خیر
55- بچھڑے ہُوئے یاروں کی صَدا کیوں نہیں آتی
56- دَرِ قفس سے پَرے جب صَبا گزرتی ہے
57- جِن پر ستم تمام قفس کی فضا کے تھے
58- بنامِ طاقت کوئی اشارہ نہیں چلے گا
59- کچھ اِس ادا سے میرے یار سر کشیدہ ہُوئے
60- گرمِ سفر عدُو کا قبیلہ دِکھائی دے
61- میں جاں بہ لب تھا پھر بھی اصُولوں پہ اَڑ گیا
62- میرا نوحہ اِنھی گلیوں کی ھَوا لکھے گی
63- چاندنی، سوچ، صَدا، راہ گزر آوارہ

Scanned with CamScanner

64۔ کب تلک یہ عذاب دیکھوں میں
65۔ ہجر کی شب کا نشاں مانگتے ہیں
66۔ محبتوں پہ بہت اعتماد کیا کرنا
67۔ یہ جینا کیا ہے رسم جاں کنی ہے
68۔ میں سوچتا ہُوں
69۔ تُو میرا نام نہ پُوچھا کر......!
70۔ آئینہ تو اُجلا ہے!
71۔ کبھی جو عہدِ وفا مری جاں ترے مرے درمیاں ٹُوٹے
72۔ تمام شب یُونہی دیکھیں گی سُوئے در آنکھیں
73۔ مرے سوا سرِ مقتل مقام کس کا ہے
74۔ چوٹ گہری لگی زخم آئے بہت
75۔ خُود اپنے دِل میں خراشیں اُتارنا ہوں گی
76۔ مُجھے اُس سے محبت تھی......!
77۔ ڈھلے گی وحشی جُدائیوں کی یہ رات آخر
78۔ خالق میری خاطر یہ قُربانی دے
79۔ اگرچہ میں اِک چٹان سا آدمی رہا ہوں
80۔ گُم صُم سی رہگذر تھی کنارہ ندی کا تھا
81۔ ہمارے ڈوبنے والوں کو کون روتا ہے؟
82۔ میں نے اکثر خواب میں دیکھا......!
83۔ اب کیا علاجِ زخمِ دِل زار سوچنا؟
84۔ کب تک تُو اونچی آواز میں بولے گا
85۔ اَزل سے دستِ بُریدہ اُٹھائے پھرتا ہُوں
86۔ وہ دِن کتنے اچھے تھے
87۔ سانس لیتا ہُوں آگہی کے لئے
88۔ پَل بھر کو دِل کے اجرِ شناسائی دے گیا

Scanned with CamScanner

89۔ زندگی بے قرار بھی تو نہیں

90۔ اِک پگلی مرا نام جو لے شرمائے بھی گھبرائے بھی

91۔ اے چارہ گر اَمنِ دو عالم تُو کہاں ہے؟

92۔ وہ ماہتاب جو ڈوبا ہُوا ملال میں تھا

93۔ بظاہر لوگ کتنے مہرباں تھے

94۔ زباں رکھتا ہوں لیکن چُپ کھڑا ہُوں

95۔ چہرے پڑھتا آنکھیں لکھتا رہتا ہوں

96۔ حسین لگتا تھا ہم نے جن دنوں میں اُس کو دیکھا تھا

97۔ اِس حبسِ بے خلل کی ادا پر نہ جائیو

98۔ محبتوں میں اذیت شناس کتنی تھیں

99۔ یہ سال بھی اُداس رہا رُوٹھ کر گیا

100۔ اِس سے پہلے کہ ہم......!

Scanned with CamScanner

انتساب

محفلِ شامِ غریباں کے چراغوں کا دُھواں!
مقتلِ عِشق و جلُوسِ غمِ ایّام کے نام !

شورشِ کُنجِ قفس، نذرِ شہیدانِ وفا
صُبحِ اِعزاز کی ساعت، شبِ الزام کے نام

موسمِ دِید، تری جُنبشِ اَبرو پہ نِثار
سجدہء اھلِ وفا، تیرے دَر و بام کے نام،

میری پلکوں پہ سُلگتی ہوئی صَدیوں کے نجوم
تیری زُلفوں سے مہکتی ہوئی اِک شام کے نام،

میرے بُجھتے ہوئے ہونٹوں پہ غزل کی خواہش
تیری آنکھوں پہ اُترتے ہوئے الہام کے نام

Scanned with CamScanner

ناتمام سچ کی دستاویز

جس دور کا اُدب اپنے گرد و پیش میں بکھری ہُوی زندگی اور اُس کی جراحتوں سے بے خبر اور اپنے عصری تقاضوں سے بے نیازی کا گُنہگار ہو وہ اتنی دیر تک سانس لے سکتا ہے جتنی دیر کچے رنگوں سے بنی ہوُئی کوی تصویر مُسلسل بارش میں اپنی ہیّت برقرار رکھ سکتی ہے۔ یا آوازوں کے شُور میں کوئی کمسن اور ادھوری لَے اپنے ''ہونے'' کا احساس دلائے بغیر ہَوا کی مَوج میں گُم ہو کر رہ جاتی ہےَ۔ کیونکہ ہَر دَور اپنے اُدب کے خد و خال کی شکست و ریخت کا ذمہّ دار بھی ہوتا ہےَ اور اُس کے کردار و عمل کا نگران و محتسب بھی، اسی طرح ہَر دور کا اُدب اپنے عہد کے چہرے پر خفی و جَلی خراشوں کا مصوّر بھی ہوتا ہے، چارہ گر بھی۔

جھاں تک فنکار کے معاشرتی حقوق و فرائض اور جبلّی محرّکات کا تعلّق ہے۔ یہ بات سراسر اُس کی تخلیقی صلاحیتوں اور قلبی اِحساسات پر منحصر ہے۔ کہ وہ اپنے عہد کی وسعتوں میں کتنی دُور تک اور کتنی دیر تک دیکھ سکتا ہے، اس کی سوچ کی گہرائی اور شعوُر کی پختگی پیش منظر اور پس منظر کی کتنی پرتیں اُلٹ سکتی اور اپنے عہد کے انسان کے چہرے پر سے کتنی نقابیں اُٹھا سکتی ہےَ؟

زندگی کے صحرا میں اپنے فگار پاؤں کے آبلوں سے پھُوٹتے لہوُ کے گُلاب کھلانے والا یہ تشنہ لَب رَہرو اپنے جسم پر صَدیوں کی تھکن اُوڑھے اور مجرُوح اعصاب پر مسافتوں کی رِدا لپیٹے تپتے ہوئے دشتِ بے کراں کے ذرّے شمار کرنے میں مصروف ہےَ۔ وہ زِندگی کا جزوِ کم نشاں نہیں خُود زندگی ہےَ، وہ بگولوں کا ہمسفر اور ہواؤں کا ہم مزاج ہوتے ہوئےَ بھی اپنے بعد میں آنے والے رہ نوردوں کے لیے راستے تراشتا اور منزلوں کی جستجوُ میں اشکوں کے چراغ لُٹاتا رہتا ہے۔

Scanned with CamScanner

وہ بظاہر بے اثاثہ مگر بباطن متاعِ حیات کا امین اور توانا روشنیوں کا دیانت دار پیغام بر ہے۔ وہ صحیح معنوں میں اپنے عہد کے تاریخی شعور کا عکاس اور اپنے دَور کی فکری شکستگی کا مرثیہ خواں ہے۔

اس لئے ہم کسی بھی عہد کا کردار اُس کے نمائندہ فنکار کی نظریاتی صداقتوں کی گواہی کے بغیر متعیّن نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی فنکار کے تخلیقی سفر کا زائچہ اُس کے عہد سے الگ کر کے ترتیب دے سکتے ہیں۔

یہ طے شُدہ اَمر ہے کہ کسی بھی دَور کا سچّا اور کھرا فنکار اپنی زندگی کے لئے اپنے عہد کی تاریخ سے لفظوں کی سانسیں مستعار نہیں لیتا اور نہ ہی اپنے عصر کے جغرافیائی پیمانوں سے اپنے فنی قد و قامت کا اندازہ لگاتا ہے۔ فنکار اپنی ذات میں کائنات ہے اور کائنات کو اپنی ذات کی تجلیوّں سے منوّر و مُستیز کرنا اُس کی فطرت میں شامل ہے۔ وہ مؤرخ کے قلم سے ٹپکتی ہوئی روشنائی میں بھی اپنے اندر کے کرب آمیز سچ کی شُعاعیں کھولنے کا متمنی رہتا ہے۔

تاریخ اُس سے تہذیب کا اِشارہ لینے کی مقروض ہے اور جغرافیائی حدُود و قیود سے ماورا رہ کر ہر خطّہ کے اِنسان کے سچّے جذبوں کی ترجمانی کرنا اُس کا منصب ہے، ذات، رنگ، نسل اور قبیلہ اُس کے نزدیک افراد کی خود تراشیدہ ترجمانی ہیں اور طبقاتی تضاد اِنسانی عظمت کو گہنا دینے کے عمل کا استعارہ ہے۔

فنکار آدم کی بجائے آدمیت اور ذہن کی بجائے ذہنیت کا قائل ہوتا ہے۔ اُس کا فن کائنات اور ذات کے درمیان مُسلسل رابطوں کا "مُشترکہ اعلامیہ" ہے، جسے وہ اپنی عاقبت گری کا حیلہ اور وسیلہ جانتا ہے۔

گروھی تعصّبات مذہبی منافرت، نسلی منافقت اور طبقاتی مناقشت نسلِ انسانی کی اِکائی اور بنی آدم کے ذہنی اِرتقا کے آئینہ خانے میں دراڑیں ڈال دینے والے عوامل ہیں۔ یہ عوامل

Scanned with CamScanner

کائنات کی تہذیبی توانائیوں میں خلل انداز تو ہو سکتے ہیں، مگر اِنسان کی فطری عظمت کو فنا آلودنہیں کر سکتے، کہ اِنسان کائنات میں کی رفعتوں کا مُصدِق، فطرت کی تجلیوں کا سفیر اور فنکار ''اِنسانیت کے معجزوں کا مظہرِ اعظم ہے۔

اور جب کوئی فنکار عارضی نام و نمود کی خاطر یا ذاتی تشہیر کے لئے چھوٹی چھوٹی گروہی سازشوں میں اپنے آپ کو مُبتلا کر لیتا ہے تو مُجھے یوُں لگتا ہے، جیسے کوئی سمندر خُود سے ''رود کوہی'' میں سمٹ کر رہ گیا ہو یا آسمان ''جزیروں'' میں تقسیم ہو گیا ہو۔ اور یہ تقسیم اَدب میں کسی ''سانحہ'' سے کم نہیں ہوتی،

فن کار عام اِنسان کی سوچ سے کہیں زیادہ قد آور شخصیت کا حامل ہوتا ہے، وہ اپنے عہد کی جہالتوں کے خلاف روشنی کی بغاوت کا علم بردار، بے حسی کے مقابل زندگی کی علامت اور سطحی سوچ کے دُھندلکوں میں ادراک کی حرارت کا استعارہ ہے، اُسے اپنے منصب اور مرتبے کا اِحساس ہونا ضُروری ہے، ورنہ وہ اپنے ہی اندیشوں کے بس میں اُلجھ کر دَم توڑ دے۔

زندگی سے بھرپُور ''فن'' کے جَھرنے ظُلمت و نُور، نام و نَسَب، تاریخ جُغرافیہ اور تہذیب و تمدّن کی پرواکئے بغیر کسی بھی حساس انسانی ذہن سے پھُوٹ سکتے ہیں۔

تخلیق شعوُر کا فیصلہ ہے اور شعوُر کے فیصلے۔ ذہنی فاصلوں کے محتاج نہیں ہوُا کرتے۔ ویران بستیوں کی کچی مِٹی کی کنواری باس کو اپنے لہوُ میں کھپا کر محرومیوں کی طویل رات کے دامن میں جلتے ہوُئے کم نفس چراغ کے آخری ہچکی کے سائے میں اپنی بجھتی آنکھوں کا آخری آنسوُ کھُردرے کاغذ کے سینے میں انڈیلنے والا فنکار بھی اُتنا ہی معتبر اور محترم ہے جتنا قابل تعظیم وہ تخلیق کار، جو روشنیوں سے اَٹے شہر کی رنگ و نکہت سے دہکتی مہکتی فضاؤں کی دُھوپ چھاؤں میں جذبہ و احساس کا جَلترنگ چھیڑ کر ہوَاؤں کی برہنگی کو لفظوں، لکیروں اور رعنائیوں کی پوشاک عطا کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

سچ ہر حال میں سچ ہے۔ وہ صدیوں پہلے کے سُقراط کی زبان پر ہو یا آج کے محروم نوا فنکار کے زخمی سینے میں۔ وہ یوں کہ سچ "زندگی" ہے اور زندگی کی توانائی پاتال کے گُونگے پانیوں اور سینۂ کُہسار سے پھُوٹتے مُنہ زور جھرنوں کے شور کو یکساں طور پر اعتماد سے نوازتی ہے۔ سچائی اور توانائی کے لئے کوہسار کی بلندی اور پاتال کی گہرائی کے درمیان حدِّ امتیاز قائم کرنا توہین صداقت و حرارت ہے۔

ریزہ حرف بھی محرومیوں کی طویل رات میں میری دُکھتی آنکھوں سا ے پھُوٹتے اشکوں اور سینے میں تیر بن کر ٹوٹتی ہوئی خواہشوں اور جھُنجھلاتے چیختے جذبوں کے نا تمام سچ کی غیر مکمل "دستاویز" ہے۔ ایک ایسی دستاویز جو میرے عہد کے خوابوں، خیالوں، جراحتوں اور جسارتوں کا حلف نامہ بھی ہے اور میرے عصری تقاضوں کا "اعزازیہ" بھی۔

میں جانتا ہوں کہ فن کسی کی میراث نہیں اور یہ بھی مانتا ہوں کہ حرف و آہنگ کی عدالت اور نقد و نظر کی میزان میں فنکار کا نام و نسب نہیں بلکہ اُس کے فنی کردار اور فکری قد و قامت کو پوچھا، پرکھا، تولا اور آزمایا جاتا ہے۔

مُجھے یقین ہے کہ "عصری استحصال" کی مسموم آندھی وقتی طور پر تو کسی "صاحب فن" کی ذہنی مشقت اور فکری ریاضت کی شاخ شاداب کو بے ثمر کر سکتی ہے، مگر ادب میں بھی "حساب کا دن" معین ہے۔ حِساب کا دِن جو بے رحم ساعتوں کے اٹل فیصلوں سے عبارت ہے۔!!

اور یہی یقین میرا اثاثہ فن ہونے کے ساتھ ساتھ مُجھے اضطراب سے اطمینان تک کے سفر کی بشارت دیتا ہے۔ اس لئے میں اپنے ہمسفروں کے ساتھ بھٹکتی آنکھوں اور لغزیدہ قدموں کی تھکن کے باوجود مکمل اعتماد سے کسی نئی جہت کا سراغ لگانے کے لئے طویل رات کی تنہائیوں کے ریگذار میں آبلوں کے چراغ جلاتا اور آنسوؤں کے آبگینے لٹاتا رہتا ہوں کہ

Scanned with CamScanner

ناشناسائی کے اِس بے کنار صحرا میں کوئی ایک ریزہء حرف مُجھے اپنی ذات کے پہلے کشف سے آشنا کر دے تو بھی میں سمجھوں گا کہ میری مشقت رائیگاں نہیں گئی۔

مُجھے اپنے جذبوں کی کم نمائی اور تجربوں کے ادھورے پَن کا احساس اپنے بارے میں کسی قِسم کی خوش فہمی میں مبتلا ہونے سے بچائے رکھتا ہے اور احساس کی یہ حِدت میرے فن کی تکمیل اور ارتقا کی صراطِ مُستقیم کا وہ پا گداز سفر ہے جس پر چلتے ہوئے کبھی کبھی تو مُجھے اپنی سانس تک روکنا پڑتی ہے۔

میں سخاوتِ حلقہء دوستاں سے زیادہ ملامتِ صفِ دُشمناں کا مقروض ہوں کہ یہی قرض مُجھے ہر لمحہ اپنے آپ اِیذا پسندی اور آفاقی دِل شکستگی سے روشناس کرتا ہے۔
پھر میری ذات کے برزخ میں عافیت کوشی اور اندمال خواہی کی جستجو کیسی؟

مُجھے اپنے فن کی تحسین وتنقید کے سِلسلے میں اپنے عہد کے مہیب سکوت سے بھی شکوہ کرنا نہیں آتا۔ کہ گُم سُم اور بانجھ زمینوں میں نطق ولب کے خیام نصب کرنا مُجھے وراثت میں مِلا ہے۔

بھر حال میرا سفر ''فراتِ ذات'' سے کُچھ دُور احساس کے جلتے ہوئے خیمے سے اُٹھتے دُھویں کی لکیر سے مِلتا ہے یا مُنہ زور ہواؤں کے مقابل طاقِ تنہائی میں جَلتے ہوئے اکیلے چراغ کی شعاع کا سفر۔!

اس سفر میں آپ مُجھے تلاش کریں یا میرا ساتھ دے سکیں تو شاید کُچھ دیر کو میری تنہائی بہل جائے۔ ورنہ رات کے پچھلے پہر کا مہیب سناٹا تو مُجھے قبول کرنا ہی ہے!!! اور یہ سناٹا مُجھ سے پہلے فنکاروں نے تو مُجھ سے بھی کہیں زیادہ پہنا اور اوڑھا تھا۔ مَیں اس سے خوف کیوں کھاؤں؟

Scanned with CamScanner

یوں بھی آوازوں کے بھنور میں ڈوب جانے سے سناٹا پہن کر کائنات پر محیط ہونے میں
زیادہ ''معنویت '' پوشیدہ ہے۔!!

مُحسن نقوی
۲۷ دِسمبر ۱۹۸۵
نجف ریزہ
۱۹۲۔ نشتر بلاک
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

Scanned with CamScanner

اے مرے کبریا .....!

اے انوکھے سخی!
اے مرے کبریا!!
میرے ادراک کی سرحدوں سے پَرے
میرے وِجدان کی سلطنت سے اُدھر
تیری پہچان کا اوّلیں مرحلہ!

میری مٹی کے سب ذائقوں سے جدُا!
تیری چاہت کی خوشبو کا پہلا سفر!!
میری منزل؟
تیری رہگزر کی خبر!
میرا حاصل؟
تری آگہی کی عطا!!
میرے لفظوں کی سانسیں
ترا معجزہ!
میرے حرفوں کی نبضیں
ترے لطف کا بے کراں سِلسلہ!
میرے اشکوں کی چاندی
ترا آئینہ!
میری سوچوں کی سطریں
تری جستجو کی مُسافت میں گم راستوں کا پتہ!

میں مسافر ترا......(خود سے ناآشنا)

Scanned with CamScanner

ظلمتِ ذات کے جنگلوں میں گِھرا

خود پہ اوڑھے ہوئے کربِ وہم وگماں کی سُلگتی ردا

ناشناسائیوں کے پرانے مرض،

گمرہی کے طلسمات میں مبتلا

سورجوں سے بھری کہکشاں کے تلے

ڈھونڈتا پھر رہا ہوں ترا نقشِ پا.......!!

اے انوکھے سخی!

اے مرے کبریا!!

کب تلک گمرہی کے طلسمات میں؟

ظلمتِ ذات میں

ناشناسائیوں سے اَٹی رات میں

دل بھٹکتا رہے

بھر کے دامانِ صد چاک میں بے اماں حسرتوں کا لہُو

بے ثمر خواہشیں

رائیگاں جستجو!!

اے انوکھے سخی!

اے مرے کبریا!!

کوئی رستہ دکھا

خود پہ کُھل جاؤں مَیں

مجھ پہ اَفشا ہو ''تو''

اے مرے کبریا!!

کبریا' اب مجھے

لوحِ ارض وسَما کے سبھی ناتراشیدہ' پوشیدہ

حرفوں میں لپٹے ہوئے

Scanned with CamScanner

اِسم پڑھنا سِکھا
اے انوکھے سخی!

اے مرے کبریا!
مَیں مسافر ترا

☆

کہاں تھا اتنا عذاب آشنا مرا چہرہ؟
جلے چراغ تو بجھنے لگا ۔ مرا چہرہ!

وہ تیرے ہجر کے دن وہ سفیر صدیوں کے
تو ان دنوں میں کبھی دیکھتا مرا چہرہ

جدائیوں کے سفر میں رہے ہیں ساتھ سدا
تری تلاش، زمانے، ہوا، مرا چہرہ

مرے سوا کوئی اتنا اُداس بھی تو نہ تھا
خزاں کے چاند کو اچھا لگا مرا چہرہ

کتاب کھول رہا تھا وہ اپنے ماضی کی
وَرق وَرق پہ بکھرتا گیا مرا چہرہ

Scanned with CamScanner

سحر کے نور سے دُھلتی ہوئی تری آنکھیں
سفر کی گرد میں لپٹا ہوا مرا چہرہ

ہَوا کا آخری بوسہ تھا یا قیامت تھی؟
بدن کی شاخ سے پھر گر پڑا مرا چہرہ

جسے بُجھا کے ہوا سوگوار پھرتی ہے
وہ شمعِ شامِ سفر تھی کہ تھا مرا چہرہ؟

یہ لوگ کیوں مجھے پہچانتے نہیں محسنؔ
میں سوچتا ہوں کہاں رہ گیا مرا چہرہ

☆

اب کے یوں بھی تری زلفوں کی شکن ٹوٹی ہے
رنگ پھوٹے، کہیں خوشبو کی رَسَن ٹوٹی ہے

موت آئی ہے کہ تسکین کی ساعت آئی
سانس ٹوٹی ہے کہ صدیوں کی تھکن ٹوٹی ہے

سینۂ گُل جہاں نکہت بھی گراں ٹھہری تھی
تیر بن کر وہاں سُورج کی کرن ٹوٹی ہے

Scanned with CamScanner

دل شکستہ تو کئی بار ہوئے تھے لیکن
اب کے یوں ہے کہ ہر اِک شاخِ بدن ٹوٹی ہے

اِتنی بے ربط محبت بھی کہاں تھی اپنی
درمیاں سے کہیں زنجیرِ سخن ٹوٹی ہے

ایک شعلہ کہ تہہِ خیمۂ جاں لپکا تھا
ایک بجلی کہ سرِ صحنِ چمن ٹوٹی ہے

سلسلہ تجھ سے بچھڑنے پہ کہاں ختم ہُوا
اِک زمانے سے رہ و رسمِ کہن ٹوٹی ہے

مرے یاروں کے تبسّم کی کرن مقتل ہیں
نوکِ نیزہ کی طرح زیرِ کفن ٹوٹی ہے

ریزہ ریزہ میں بکھرتا گیا ہر سُو محسنؔ
شیشہ شیشہ مری سنگینیٔ فن ٹوٹی ہے

☆

کب تلک شب کے اندھیرے میں سحر کو ترسے

Scanned with CamScanner

وہ مسافر جو بھرے شہر میں گھر کو ترسے

آنکھ ٹھہرے ہوئے پانی سے بھی کتراتی ہے
دل وہ رہرو کہ سمندر کے سفر کو ترسے

مجھ کو اُس قحط کے موسم سے بچا ربِّ سخن
جب کوئی اہلِ ہنر عرضِ ہنر کو ترسے

اب کے اِس طور مسلّط ہو اندھیرا ہر سُو
ہجر کی رات مرے دیدۂ تر کو ترسے

عمر اتنی تو عطا کر مرے فن کو خالق؛
میرا دشمن میرے مرنے کی خبر کو ترسے

اُس کو پا کر بھی اُسے ڈھونڈ رہی ہیں آنکھیں
جیسے پانی میں کوئی سیپ گہر کو ترسے

ناشناسائی کے موسم کا اثر تو دیکھو!
آئینہ خال و خدِ آئینہ گر کو ترسے!

ایک دنیا ہے کہ بستی ہے تری آنکھوں میں
وہ تو ہم تھے جو تری ایک نظر کو ترسے

شورِ صر صر میں جو سَر سبز رہی ہے محسنؔ
موسمِ گل میں وہی شاخ ثمر کو ترسے

Scanned with CamScanner

☆

پتھر ہی سہی، راہ میں حائل تو رہوں گا
کچھ دیر ترا مدِ مقابل تو رہوں گا

جب تک تیری بخشش کا بھرم کُھل نہیں جاتا
اے میری سخی، میں تیرا سائل تو رہوں گا

اِس واسطے زندہ ہوں سرِ مقتلِ یاراں
وابستۂ کم ظرفیِ قاتل تو رہوں گا

اے تیز ہَوا میرا دھواں دیکھ کے جانا
بجھ کر بھی نشانِ رہِ منزل تو رہوں گا

دشمن ہی سہی نام تو لے گا مرا تُو بھی
یوں میں تری آواز میں شامل تو رہوں گا

جب تک میں بغاوت نہ کروں جبروستم سے
زنداں میں ہوں پابندِ سَلاسِل تو رہوں گا

محسن زدِ اعداً سے اگر مَر بھی گیا میں
معیارِ تمیزِ حق و باطل تو رہوں گا

Scanned with CamScanner

☆

ترے بدن سے جو چھو کر اِدھر بھی آتا ہے
مثالِ رنگ وہ جھونکا، نظر بھی آتا ہے

تمام شب جہاں جلتا ہے اِک اُداس دیا
ہَوا کی راہ میں اِک ایسا گھر بھی آتا ہے

وہ مجھ کو ٹوٹ کے چاہے گا، چھوڑ جائے گا
مجھے خبر تھی اُسے یہ ہنر بھی آتا ہے

اُجاڑ بن میں اُترتا ہے ایک جگنو بھی
ہَوا کے ساتھ کوئی ہمسفر بھی آتا ہے

وفا کی کون سی منزل پہ اُس نے چھوڑا تھا
کہ وہ تو یاد ہمیں بھول کر بھی آتا ہے

جہاں لہُو کے سمندر کی حد ٹھہرتی ہے
وہیں جزیرۂ لعل و گُہر بھی آتا ہے

چلے جو ذکر فرشتوں کی پارسائی کا
تو زیرِ بحث مقامِ بشر بھی آتا ہے

ابھی سِناں کو سنبھالے رہیں عدو میرے
کہ ان صفوں میں کہیں میرا سر بھی آتا ہے

Scanned with CamScanner

کبھی کبھی مجھے ملنے بلندیوں سے کوئی
شعاعِ صبح کی صورت اُتر بھی آتا ہے

اِسی لیے میں کسی شب نہ سو سکا محسنؔ
وہ ماہتاب کبھی بام پر بھی آتا ہے

☆

وفا میں اب یہ ہُنر اختیار کرنا ہے
وہ سچ کہے نہ کہے اعتبار کرنا ہے

یہ تجھ کو جاگتے رہنے کا شوق کب سے ہُوا؟
مجھے تو خیر ترا انتظار کرنا ہے

ہَوا کی زد میں جلانے ہیں آنسوؤں کے چراغ
کبھی یہ جشن سرِ رہگوار کرنا ہے

وہ مسکرا کے نئے وسوسوں میں ڈال گیا
خیال تھا کہ اُسے شرمسار کرنا ہے

مثالِ شاخِ برہنہ خزاں کی رُت میں کبھی

Scanned with CamScanner

خود اپنے جسم کو بے برگ و بار کرنا ہے

ترے فراق میں دن کس طرح کٹیں اپنے
کہ شغلِ شب تو ستارے شمار کرنا ہے

چلو یہ اشک ہی موتی سمجھ کے بیچ آئیں
کسی طرح تو ہمیں روزگار کرنا ہے

کبھی تو دل میں چھپے زخم بھی نمایاں ہوں!
قبا سمجھ کے بدن تار تار کرنا ہے

خدا خبر یہ کوئی ضد کہ شوق ہے محسنؔ
خود اپنی جان کے دُشمن سے پیار کرنا ہے

☆

یہ کہہ گئے ہیں مسافر لٹے گھروں والے
ڈریں ہَوا سے پرندے کُھلے پروں والے

یہ میرے دل کی ہوس دشتِ بیکراں جیسی
وہ تیری آنکھ کے تیور سمندروں والے

ہَوا کے ہاتھ میں کاسے ہیں زرد پتّوں کے
کہاں گئے وہ سخی سبز چادروں والے؟

Scanned with CamScanner

کہاں ملیں گے وہ اگلے دنوں کے شہزادے؟
پہن کے تن پہ لبادے گداگروں والے

پہاڑیوں میں گھرے یہ بُجھے بُجھے رستے
کبھی ادھر سے گزرتے تھے لشکروں والے

اُنہی پہ ہو کبھی نازِل عذاب، آگ، اجل
وہی نگر کبھی ٹھہریں پیمبروں والے

ترے سپرد کروں آئینے مقدّر کے
اِدھر تو آ مرے خوش رنگ پتّھروں والے

کسی کو دیکھ کے چُپ چُپ سے کیوں ہوئے محسنؔ
کہاں گئے وہ اِرادے سخنوروں والے؟

شہر بدر

کون اَب لگتا نہیں
میری طرح شہر بدر؟
اب تو
جس جس کو بھی دیکھو صفِ آشفتہ سراں!

Scanned with CamScanner

کو بکو

دیدۂ حیراں کا اثاثہ لے کر

چاک پیراہنِ جاں

خاکِ رہِ ہمسفراں

زخمِ اندوہ رخِ چارہ گراں

دامنِ دل میں لیے

صورتِ راہ گزر

شہر بدر، شہر بدر

چاندنی، ابر، ہوا

موسمِ گُل، موجِ صبا

سیپیاں چنتے ہوئے آئینہ گر

شہر بدر!!

رہگزاروں میں بھٹکتی ہوئی خوشبو

کہ حِنا

گُہر کی دودھیا چادر

کہ خلاؔ

دھول اوڑھے ہوئے سانسوں کی گھٹا

پھول کی خواہشِ صد رنگ

ستاروں کی رِدا

آسماں

آبلہ پا شمس و قمر

شام و سحر

Scanned with CamScanner

برگِ بے آب و ہوا

نالۂ نَے، دامنِ تر

شاخِ بے برگ و ثمر

شہر بدر، شہر بدر

قافلے، دشت، بھنور، دھوپ

بگولوں کا سفر

آگ کا رقص

دھواں، راکھ، شرر

۔۔۔شہر بدر

تیری پلکوں پہ لرزتے ہوئے

اشکوں کے گہر

تیرے چہرے پہ دہکتے ہوئے

جذبوں کی دھنک

تیری آنکھوں میں بکھرتے ہوئے

پیماں کی تھکن

تیرے ماتھے پہ

یہ ڈھلتے ہوئے تاروں کا غبار

(جس طرح بجھتے چراغوں کی ادھوری سی قطار)

تیری محفل کی اُداسی

تیری افسردہ نظر

شمعِ کشتہ کی خلش

ماتمِ خاشاکِ جگر

وصل کا عہد

Scanned with CamScanner

جدائی کی خبر
دیدۂ تر
حسرتیں شعلہ بجاں
خواہشیں خاک بسر

از نگر تا بہ نگر
کوئی سوچے بھی مگر
کون اب لگتا نہیں
میری طرح شہر بدر
شہر بدر، شہر بدر

آج تنہائی نے تھوڑا سا دلاسہ جو دیا

آج تنہائی نے تھوڑا سا دلاسہ جو دیا
کتنے رُوٹھے ہوئے ساتھی مجھے یاد آئے ہیں

موسمِ وصل کی کرنوں کا وہ انبوہ رواں
جس کے ہمراہ کسی زُہرہ جبیں کی ڈولی
ایسے اُتری تھی کہ جیسے کوئی آیت اُترے

Scanned with CamScanner

ہجر کی شام کے بکھرے ہوئے کاجل کی لکیر
جس نے آنکھوں کے گلابوں پہ شفق چھڑکی تھی
جیسے خوشبو کسی جنگل میں برہنہ ٹھہرے!!

خلقتِ شہر کی جانب سے ملامت کا عذاب
جس نے اکثر مجھے "ہونے" کا یقیں بخشا تھا

دستِ اعداً میں وہ کھنچتی ہوئی تہمت کی کماں
بارشِ سنگ میں کھلتی ہوئی تیروں کی دُکاں
مہرباں دوست ' رفاقت کا بھرم رکھتے ہوئے
اجنبی لوگ دل و جاں میں قدم رکھتے ہوئے

آج تنہائی نے تھوڑا سا دلاسہ جو دیا!
کتنے رُوٹھے ہوئے ساتھی مجھے یاد آئے ہیں
اب نہ پندارِ وفا ہے نہ محبت کی جزا
دستِ اعداً کی کشش ہے نہ رفیقوں کی سزا
تختۂ دار نہ منصب ' نہ عدالت کی خلشِ
اب تو اک چیخ سی ہونٹوں میں دبی رہتی ہے

راس آئے گا کسے دشتِ بلا میرے بعد؟
کون مانگے گا اُجڑنے کی دعا میرے بعد؟

آج تنہائی نے تھوڑا سا دلاسہ جو دیا

Scanned with CamScanner

بادل برسیں

بادل برسیں!
بادل اتنے زور سے برسیں!!
میرے شہر کی بنجر دھرتی
گم صُم خاک اُڑاتے رستے
سوکھے چہرے
پیلی آنکھیں
بوسیدہ مٹیالے پیکر ایسے بھیگیں
اپنے کو پہچان نہ پائیں!

بجلی چمکے!
بجلی اتنے زور سے چمکے!
میرے شہر کی سُونی گلیاں
مُدّت کے تاریک جھروکے
پُراسرار کھنڈر، ویرانے
ماضی کی مدھم تصویریں، ایسے چمکیں
سینے کا ہر بھید اُگل دیں

دل بھی دھڑکے!
دل بھی اتنے زور سے دھڑکے!!
سوچوں کی مضبوط طنابیں
خواہش کی اَن دیکھی گرہیں
رشتوں کی بوجھل زنجیریں...ایک چھناکے سے کھل جائیں
سارے رشتے
سارے بندھن

Scanned with CamScanner

چاہوں بھی تو یاد نہ آئیں
آنکھیں۔۔۔اپنی دید کو ترسیں!
بادل اتنے زور سے برسیں!!

☆

اب یہ سوچوں تو بھنور ذہن میں پڑ جاتے ہیں
کیسے چہرے ہیں جو ملتے ہی بچھڑ جاتے ہیں

کیوں ترے درد کو دیں تہمتِ ویرانئ دل؟
زلزلوں میں تو بھرے شہر اُجڑ جاتے ہیں

موسمِ زرد میں اک دل کو بچاؤں کیسے؟
ایسی رُت میں تو گھنے پیڑ بھی جھڑ جاتے ہیں

اب کوئی کیا مرے قدموں کے نشاں ڈھونڈے گا
تیز آندھی میں تو خیمے بھی اُکھڑ جاتے ہیں

شغلِ اربابِ ہنر پوچھتے کیا ہو کہ یہ لوگ
پتھروں میں بھی کبھی آئینے جڑ جاتے ہیں

سوچ کا آئینہ دُھندلا ہو تو پھر وقت کے ساتھ
چاند چہروں کے خدوخال بگڑ جاتے ہیں

Scanned with CamScanner

شدّتِ غم میں بھی زندہ ہوں تو حیرت کیسی؟
کچھ دِیے تُند ہواؤں سے بھی لڑ جاتے ہیں

وہ بھی کیا لوگ ہیں محسنؔ جو وفا کی خاطر!
خود تراشیدہ اُصولوں پہ بھی اَڑ جاتے ہیں

☆

فضا کا حبس شگوفوں کو باس کیا دے گا؟
بدن دریدہ کسی کو لباس کیا دے گا؟

یہ دل کہ قحطِ اَنا سے غریب ٹھہرا ہے
مری زباں کو زرِ التماس کیا دے گا؟

جو دے سکا نہ پہاڑوں کو برف کی چادر
وہ میری بانجھ زمیں کو کپاس کیا دے گا؟

یہ شہر، یوں بھی تو دہشت بھرا نگر ہے، یہاں
دلوں کا شور ہَوا کو ہراس کیا دے گا؟

وہ زخم دے کے مجھے حوصلہ بھی دیتا ہے
اب اس سے بڑھ کے طبیعت شناس کیا دے گا؟

Scanned with CamScanner

جو اپنی ذات سے باہر نہ آسکا اب تک
وہ پتھروں کو متاعِ حواس کیا دے گا؟

وہ میرے اشک بجھائے گا کس طرح محسنؔ
سمندروں کو وہ صحرا کی پیاس کیا دے گا؟

☆

دل ہُوا جب سے شرمسارِ شکست
بن گئے دوست پُرسہ دارِ شکست

ہر کوئی سرنگوں ہے لشکر میں
ہر کسی کو ہے انتظارِ شکست

کہہ رہی ہے تھکن دلیروں کی
اب کے چمکے گا کاروبارِ شکست

آئینے کی فضا تو اُجلی ہے
میرے چہرے پہ ہے غبارِ شکست

کامرانی کا گر سکھا مجھ کو!

Scanned with CamScanner

یا عطا کر مجھے وقارِ شکست

موت فتح و ظفر کی منزل ہے
زندگانی ہے رہگزارِ شکست

اس کے چہرے پہ فتح رقصاں تھی
اُس کے شانے تھے زیرِ بارِ شکست

کیسے قاتل کی شکل پہچانیں
اپنی آنکھوں میں ہے خمارِ شکست

جب تلک سر سناں پہ ہے اپنا
کون کرتا ہے اعتبارِ شکست؟

ہیں فضائیں دُھواں دُھواں محسنؔ
دیکھ رنگِ رخِ بہارِ شکست

☆

سِکھا مجھ کو لٹے لوگوں کا ماتم
جلے جسموں بجھی آنکھوں کا ماتم

رہینِ دردِ جاں پیاروں کی ہجرت
نصیبِ دشمناں یاروں کا ماتم

Scanned with CamScanner

جو فرصت ہو تو مرگِ روشنی پر
کبھی دیکھو مری پلکوں کا ماتم

وہ زیرِ آب لاشوں کی قطاریں
وہ سطحِ آب پر لہروں کا ماتم

خزاں پتّے پہن کر سو گئی ہے
ہَوا کرتی پھرے شاخوں کا ماتم

جو خاموشی کی تہہ میں رہ گئے ہیں
مری آواز ' اُن لفظوں کا ماتم

جو سیلابوں کی رَو میں بہہ گئی ہیں
کرے گا کون اُن قبروں کا ماتم؟

مری غزلیں مری نظمیں ہیں محسنؔ
لہو لتھڑے ' چمن چہروں کا ماتم

Scanned with CamScanner

☆

ظلم سہہ کر بھی سمجھتا ہوں کہ تُو میرا ہے
میرے دُشمن تیرے چہرے پہ لہُو میرا ہے

صُبحدم شہر کی شورِش تیرے دم سے ہوگی
رات کے پچھلے پہر عالمِ ہُو میرا ہے

میرے ہاتھوں میں چھپے زخم سے پہچان مجھے
تیرے دامن پہ بھی احسانِ رفو میرا ہے

گِھر گیا ہوں میں تلاطم میں بھی زنداں کی طرح
حلقۂ موجِ رواں طوقِ گلُو میرا ہے

اِتنی شہرت بھی کہاں چاہی تھی خود سے میں نے
اپنے ہی شہر کا ہر شخص عدو میرا ہے

دھوپ چھاؤں کی یہ رُت دل میں ٹھہر جانے دے
عکس تیرا ہے تو سایا لبِ جُو میرا ہے

پتھروں سے ہے محبت مجھے یوں بھی محسنؔ
سنگدل شہر مین اِک آئینہ رُو میرا ہے

Scanned with CamScanner

☆

غزلوں کی دھنک اوڑھ مرے شعلہ بدن تُو
ہے میرا سخن تُو ـــ مرا موضوعِ سخن تُو

کلیوں کی طرح پھوٹ سرِ شاخِ تمنّا
خوشبو کی طرح پھیل چمن تا بہ چمن تُو

نازل ہو کبھی ذہن پہ آیات کی صُورت
آیات میں ڈھل جا کبھی جبریل دہن تُو

اب کیوں نہ سجاؤں میں تجھے دیدہ و دل میں
لگتا ہے اندھیرے میں سویرے کی کرن تُو

پہلے نہ کوئی رمزِ سخن تھی نہ کنایہ
اب نقطۂ تکمیلِ ہُنر ، محورِ فن تُو

یہ کم تو نہیں تُو مرا معیارِ نظر ہے
اے دوست میرے واسطے کچھ اور نہ بن تُو

ممکن ہو تو رہنے دے مجھے ظلمتِ جاں میں
ڈھونڈے گا کہاں چاندنی راتوں کا کفن تُو

Scanned with CamScanner

خدشہ

یہ تیری جھیل سی آنکھوں میں رتجگوں کے بھنور
یہ تیرے پھول سے چہرے پہ چاندنی کی پھوار
یہ تیرے لب یہ دیارِ یمن کی سُرخ عقیق
یہ آئینے سی جبیں، سجدہ گاہِ لیل و نہار

یہ بے نیاز گھنے جنگلوں سے بال ترے
یہ پھولتی ہوئی سرسوں کا عکس گالوں پر
یہ دھڑکنوں کی زباں بولتے ہوئے ابرُو
کمند ڈال رہے ہیں مرے خیالوں پر

یہ نرم نرم سے ہاتھوں کا گرم گرم سا لمس
گداز جسم پہ بلّور کی تہوں کا سَماں!
یہ اُنگلیاں، یہ زمُرّد تراشتی شاخیں!
کِرن کِرن ترے دانتوں پہ موتیوں کا گُماں

یہ چاندنی میں دُھلے پاؤں جب بھی رقص کریں
فضا میں اَن گنِے گھنگرو چھنکنے لگتے ہیں
یہ پاؤں جب کسی رستے میں رنگ برسائیں
تو موسموں کے مقدّر چمکنے لگتے ہیں !!

تری جبیں پہ اگر حادثوں کے نقش اُبھریں
مزاجِ گردشِ دوراں بھی لڑکھڑا جائے

Scanned with CamScanner

تو مسکرائے تو سمجھیں تجھے سلام کریں
تو رو پڑے تو زمانے کی آنکھ بھر آئے

ترا خیال ہے خوشبو، ترا لباس کرن!
تُو خاک زاد ہے یا آسماں سے اُتری ہے؟
میں تجھ کو دیکھ کے خود سے سوال کرتا ہوں
یہ موجِ رنگ زمیں پر کہاں سے اُتری ہے؟

میں کس طرح تجھے لفظوں کا پیرہن بخشوں؟
مرے ہنر کی بلندی تو سرنگوں ہے ابھی!
ترے بدن کے خدوخال میرے بس میں نہیں
میں کس طرح تجھے سوچوں، یہی جنوں ہے ابھی

ملے ہیں یوں تو کئی رنگ کے حسیں چہرے!
میں بے نیاز رہا موجۂ صبا کی طرح!!
تری قسم تری قربت کے موسموں کے بغیر،
زمیں پہ میں بھی اکیلا پھرا خدا کی طرح

مگر میں شہرِ حوادث کے سنگ زادوں سے
یہ آئینے سا بدن کس طرح بچاؤں گا؟
مجھے یہ ڈر ہے کسی روز تیرے کرب سمیت
میں خود بھی دُکھ کے سمندر میں ڈوب جاؤں گا!

مجھے یہ ڈر ہے کہ تیرے تبسّموں کی پھوار
یونہی وفا کا تقاضا، حیا کا طور نہ ہو؟

Scanned with CamScanner

ترا بدن، تری دنیا ہے منتظر جس کی
میں سوچتا ہوں مری جاں وہ کوئی "اور" نہ ہو

میں سوچتا ہوں مگر سوچنے سے کیا حاصل؟
یہ تیری جھیل سی آنکھوں میں رتجگوں کے بھنور

☆

خلوت میں کُھلا ہم پہ کہ بیباک تھی وہ بھی
محتاط تھے ہم لوگ بھی، چالاک تھی وہ بھی

افکار میں ہم لوگ بھی ٹھہرے تھے قد آور!
پندار میں "ہم قامتِ افلاک" تھی وہ بھی

اسے پاسِ ادب، سنگ صفت عزم تھا اس کا
اسے سیلِ طلب، صورتِ خاشاک تھی وہ بھی

جس شب کا گریباں ترے ہاتھوں سے ہُوا چاک
اے صبح کے سُورج، مری پوشاک تھی وہ بھی

اِک شوخ کرن چُومنے اُتری تھی گُلوں کو
کچھ دیر میں پیوستِ رگِ خاک تھی وہ بھی

Scanned with CamScanner

جس آنکھ کی جنبش پہ ہوئیں نصب صلیبیں
مقتل میں ہمیں دیکھ کے نمناک تھی وہ بھی

دیکھا جو اُسے، کوئی کشش ہی نہ تھی اُس میں
سوچا جو اُسے، حاصلِ ادراک تھی وہ بھی

جو حرف مرے لب پہ رہا زہر تھا محسنؔ
جو سانس مرے تن میں تھی سفّاک تھی وہ بھی

☆

کل رات بزم میں جو مِلا گلبدن سا تھا
خوشبو سے اُس کے لفظ تھے چہرہ چمن سا تھا

دیکھا اُسے تو بول پڑے اس کے خدوخال
پُوچھا اُسے تو چُپ سا رہا، کم سخن سا تھا

تنہائیوں کی رُت میں بھی لگتا تھا مطمئن!
وہ شخص اپنی ذات میں اِک انجمن سا تھا

سوچا اُسے تو میں کئی رنگوں میں کھو گیا
عالم تمام اُس کے حَسیں پیرہن سا تھا

Scanned with CamScanner

جو شاخ شوخ تھی وہ اُسی کے لبوں سی تھی
جو پھول کھل گیا وہ اُسی کے دہن سا تھا

وہ سادگی پہن کے بھی دل میں اُتر گیا
اس کی ہر اک ادا میں عجب بھولپن سا تھا

آساں سمجھ رہے تھے اُسے شہرِ جاں کے لوگ
مشکل تھا اِس قدر کہ میرے اپنے فن سا تھا

وہ گفتگو تھی اُس کی، اُسی کے لیے ہی تھی!
کہنے کو یوں تو میں بھی شریکِ سخن سا تھا

تارے تھے چاندنی میں کہ تہمت کے داغ تھے
محسنؔ کل آسمان بھی میرے کفن سا تھا

☆

مانگے ہے مجھ سے دل تری ساری نشانیاں
باتیں پرانیاں، وہی راتیں سُہانیاں

آنکھوں میں گھولتی ہیں نشے کی شرارتیں
چالاک چاندنی میں چہکتی جوانیاں

Scanned with CamScanner

اُن پر تو قرض ہیں مرے حرفوں کے ذائقے
اب جن کو آ گئیں بڑی باتیں بنانیاں

اے عشق آ کہ پھر سے کوئی تجربہ کریں
میں بھولنے لگا ہوں پرانی کہانیاں

وہ تیرے قہقہے تھے کہ جیسے ہجوم میں
ٹوٹیں کلائیوں میں کھنکتی کمانیاں

یہ میرے اشک ہیں کہ پہاڑوں میں جس طرح
روئیں بسنت رُت میں ندی کی روانیاں

اِک تیرے روٹھنے سے فضا ہی بدل گئی
اب شہر بھر میں پھیل گئیں بدگمانیاں

مانگو دعا کہ کھیلتی کِھلتی رہیں سدا
شہروں کی دُلہنیں، مری بستی کی رانیاں

محسنؔ کو کچھ تو حدِ ستم کا سُراغ دے
کب تک رقم کروں میں تری مہربانیاں؟

Scanned with CamScanner

☆

جب بھی ہنسنے کے زمانے آئے
زخم پھر یاد پُرانے آئے

بارہا اُن کو منایا تو ہمیں
رُوٹھ جانے کے بہانے آئے

پھر مجھے ٹوٹ کے چاہا اُس نے
پھر بچھڑنے کے زمانے آئے

مسکرا کر ہمیں ملنے والے
زندگی بھر کو رُلانے آئے

کتنی محروم تھیں نیندیں اُن کی
خواب بھی جن کو جگانے آئے

تیری چاہت نے ٹھہرنے نہ دیا
راہ میں کتنے ٹھکانے آئے

تُو نہیں ہے تو ہَوا کا جھونکا
گھر کی زنجیر ہلانے آئے

دل بُجھا ہے نہ جلے ہیں خیمے
آپ کیوں جشن منانے آئے؟

Scanned with CamScanner

اِسی اُمّید پہ جاگو یارو!
اب وہ کس وقت نجانے آئے؟

راس آیا جنھیں صحرا محسنؔ
اُن کی قسمت میں خزانے آئے

☆

شامِ غم جب بکھر گئی ہو گی
جانے کس کس کے گھر گئی ہو گی؟

اِتنی لرزاں نہ تھی چراغ کی لَو
اپنے سائے سے ڈر گئی ہو گی

چاندنی ایک شب کی مہماں تھی
صبح ہوتے ہی مَر گئی ہو گی

دیر تک وہ خفا رہے مجھ سے
دُور تک یہ خبر گئی ہو گی

ایک دریا کے رُخ بدلتے ہی
اِک ندی پھر اُتر گئی ہو گی

Scanned with CamScanner

جس طرف وہ سفر پہ نکلا تھا
ساری رونق اُدھر گئی ہو گی

رات سورج کو ڈھونڈنے کے لیے
تابہ حدِّ سحر گئی ہو گی

میری یادوں کی دھوپ چھاؤں میں
اُس کی صورت نکھر گئی ہو گی

یا تعلّق نہ نبھ سکا اس سے
یا طبیعت ہی بھر گئی ہو گی

تیری پل بھر کی دوستی محسنؔ
اُس کو بدنام کر گئی ہو گی!

اپنے دُکھتے دل سے کہہ دو!

رات کے دو بجنے کو آئے
پھیل چلے سناٹے، سائے

Scanned with CamScanner

زخموں کی ہریالی چُپ ہے
درد کے پیڑ آسیب زدہ ہیں
سوچ کی ڈالی ڈالی چُپ ہے

اپنے دُکھتے دل سے کہہ دو!
نیند کے جنگل میں کھو جائے
کافی جاگ لیا ـــ سو جائے

دُور ـ "پہاڑی" کے سُر جاگے
مَست ہَوا نے لی انگڑائی!
رات نے اپنی لَٹ چھٹکائی

کون یہ روگی۔ جوگی ہوگا؟
جس کی جوگ بھری استھائی
"بھیرو" کی پازیب سے اُلجھی
سانس کے سَرگم سے ٹکرائی

کس کے ہونٹوں کی خوشبو نے
بانسریا کی لَے مہکائی؟

اپنے دُکھتے دل سے کہہ دو!
سب کے پردیسی اک جیسے
سب کا "سانوریا" ہرجائی

Scanned with CamScanner

اُداس رُت، اِنتظارِ موسم

اُداس رُت
انتظارِ موسم
ہَوا کی یخ بستہ آہٹوں سے پَرے
خموشی کی زرد چادر بدن پہ اوڑھے
خزاں رسیدہ شجر کی ٹہنی پہ جھولتا چاند کہہ رہا ہے
کہ سو بھی جاؤ!
کہ سو بھی جاؤ اُداس لوگو!
وہ انجمن جس کی جھلملاتی تمام شمعیں
تمام راتیں
تمام باتیں
کبھی تمھاری محبتوں سے بھرے زمانوں کی ترجماں تھیں
کبھی تمھارے تمام لمحوں پہ مہرباں تھیں
وہ انجمن اب تمھاری سوچوں سے دُور
خوابوں کی دستکوں سے پرے سجے گی
وہاں پہ نوبت نئی بجے گی!!!
کبھی تمھارے بدن کی خوشبو سے کھیلتی تھی جو رات رانی
وہ ہجر کے اُدھ کھلے دریچے میں ہانپتے جس کی ہتھیلی پہ
آخری سانس لے رہی ہے
اُداس لوگو!
اُجاڑ آنکھوں کے آئینے توڑ دو کہ ان میں
نہ کوئی عکسِ نگارِ ہستی

Scanned with CamScanner

نہ کوئی بستی بسا سکو گے
بس اک متاعِ حیات باقی ہے، اب جسے تم
گنوا سکو گے!
تو اِس سے پہلے کہ سانس کی ڈور ٹوٹ جائے!
ہَوا ہتھیلی سے
خوشبوؤں کا ہر ایک رشتہ ہی ٹوٹ جائے!
کرن کواڑوں کو بند کر کے
اُجاڑ خوابوں کی رہگزر کا غبار آنکھوں میں بھر کے
ہر سُو ہَوا کے ہاتھوں بکھر بکھر کے
خود اپنے اندر کے دُکھ کی مٹی میں کھو بھی جاؤ!
ہَوا یہ کہتی ہے، سو بھی جاؤ!
اُداس رُت !
اِنتظار موسم!!
کبھی کسی کے نہ ہو سکیں گے!!!

بھول جاؤ مجھے.......!

وہ تو یوں تھا کہ ہم
اپنی اپنی ضرورت کی خاطر ملے!

اپنے اپنے تقاضوں کو پورا کیا
اپنے اپنے ارادوں کی تکمیل میں

Scanned with CamScanner

تیرہ و تار خواہش کی سنگلاخ راہوں پہ چلتے رہے
پھر بھی راہوں میں کتنے شگوفے کھِلے
وہ تو یوں تھا کہ بڑھتے گئے سلسلے!!

ورنہ یوں ہے کہ ہم
اجنبی کل بھی تھے
اجنبی اب بھی ہیں
اب بھی یوں ہے کہ تُم
ہر قسم توڑ دو
سب ضدیں چھوڑ دو!

اور اگر یوں نہ تھا تو یونہی سوچ لو
تم نے اِقرار ہی کب کیا تھا کہ میں
تم سے منسُوب ہوں
میں نے اصرار ہی کب کیا تھا کہ تم
یاد آؤ مجھے!
بھول جاؤ مجھے!!

☆

متاعِ شامِ سفر بستیوں میں چھوڑ آئے
بجھے چراغ ہم اپنے گھروں میں چھوڑ آئے

Scanned with CamScanner

بچھڑ کے تجھ سے چلے ہم تو اب کے یوں بھی ہُوا
کہ تیری یاد کہیں راستوں میں چھوڑ آئے

ہم اپنی در بدری کے مشاہدے اکثر
نصیحتوں کی طرح کم سِنوں میں چھوڑ آئے

خراجِ سیلِ بلا اس سے بڑھ کے کیا ہو کہ لوگ
کھلے مکان بھری بارشوں میں چھوڑ آئے

بِگھرے ہیں لشکرِ اعدا میں اور سوچتے ہیں
ہم اپنے تیر تو اپنی صفوں میں چھوڑ آئے

ہوا ہی دن میں پرندے اُڑائے پھرتی ہے
ہوا ہی پھر سے اُنہیں گھونسلوں میں چھوڑ آئے

کسے خبر ہے کہ زخمی غزال کس کے لیے؟
نِشاں لہُو کے گھنے جنگلوں میں چھوڑ آئے

ہمارے بعد بھی رونق رہے گی مقتل میں
ہم اہلِ دل کو بڑے حوصلوں میں چھوڑ آئے

اُڑیں گے کیا وہ پرندے جو اپنے رزق سمیت
سفر کا شوق بھی ٹوٹے پَروں میں چھوڑ آئے

سدا سُکھی رہیں چہرے وہ ہم جنھیں محسنؔ

Scanned with CamScanner

بجھے گھروں کی کھُلی کھڑکیوں میں چھوڑ آئے

☆

اڑان کی کوئی صورت نظر میں خاک نہیں
بجز نشانِ قفس بال و پر میں خاک نہیں

ہَوا متاعِ سفر پوچھنے کو آئی ہے
کہو کہ دامنِ اہلِ سفر میں خاک نہیں

یہ اِک چراغ، ہَوا سے رکھو بچا کے اِسے
یہ بُجھ گیا تو سمجھنا کہ گھر میں خاک نہیں

غبارِ ہمسفراں، آنکھ سے نہ اوجھل ہو
ترے سوا تو مری رہگزر میں خاک نہیں

کِسی کے سایۂ زلف و شعاعِ لب کے سوِا
دیارِ شام و حصارِ سحر میں خاک نہیں

بہت دنوں سے کمالِ ہُنر ہے خاک بہ سر
بہت دنوں سے کفِ کوزہ گر میں خاک نہیں

Scanned with CamScanner

اُدھر وہ شور کہ سیلِ فنا ہے زوروں پر
اِدھر یہ حال کہ دیوار و در میں خاک نہیں

بس ایک ہم سے ہے قائم وقارِ فصلِ جنوں
وگرنہ ربط یہاں سنگ و سر میں خاک نہیں

کشش ہو کیا مرے فن میں کہ ان دنوں محسنؔ
خلش تو خواہشِ خونِ جگر میں خاک نہیں

☆

دریا مچل رہا ہے اگر انتقام کو
میں بھی لکھوں گا ریت پہ اب اپنے نام کو

کہتے ہیں اُس سے بچ کے گزرتی ہیں آندھیاں
جس قبر پر چراغ نہ جلتا ہو شام کو

ساحل بھگو رہی تھی سخاوت فُرات کی
گھیرا ہُوا تھا آگ نے میرے خیام کو

بیدارئ ضمیرِ کفِ خاک حشر ہے
سورج اُتر رہا ہے زمیں کے سلام کو

Scanned with CamScanner

تنقید کر کے میرے ہُنر کی اُڑان پر
تسلیم کر رہا تھا وہ میرے مقام کو

جو تیری منتظر تھیں وہ آنکھیں ہی بجھ گئیں
اب کیوں سجا رہا ہے چراغوں سے بام کو

رُوٹھی ہوئی ہوائیں کہاں ہیں کہ دشت میں
محسنؔ ترس گئے ہیں بگولے خرام کو

☆

اب یہ معیارِ سفر لگتا ہے
کوئی صحرا بھی ہو گھر لگتا ہے

ہجر کی رات کے سناٹے میں
سانس لیتے ہوئے ڈر لگتا ہے

شہر میں بے ہنری عام ہوئی
ہر کوئی اہلِ ہنر لگتا ہے

اپنی صورت سے ہے نفرت جس کو

Scanned with CamScanner

وہ کوئی آئینہ گر لگتا ہے

نوکِ نیزہ پہ جو سج کر نکلا
کسی خوددار کا سَر لگتا ہے

جب بھی ٹوٹے یہ بکھرتا جائے
دل کسی کُونج کا پَر لگتا ہے

جو بھرے شہر سے شب کو نکلا
وہ کوئی اہلِ خبر لگتا ہے

جس نے اِس شہر کی بُنیاد رکھی
اب وہی شہر بدر لگتا ہے

اب کے دریا میں نہ اُترو محسنؔ
موج در موج بھنور لگتا ہے

☆

ہجر کی صبح کے سورج کی اُداسی مت پُوچھ

Scanned with CamScanner

جتنی کرنیں ہیں وہ اشکوں کی طرح پھوٹتی ہیں

تجھ سے پہلے بھی کئی زخم تھے سینے میں مگر!
اَب کے وہ درد ہے دل میں کہ رگیں ٹوٹتی ہیں

رات پھر اشک رہے دامنِ مژگاں سے اُدھر
کشتیاں شب کو کناروں سے کہاں چھوٹتی ہیں

گاؤں کے تنہا اندھیروں کی طرف لَوٹ چلو
شہر کی روشنیاں، دل کا سکوں لوٹتی ہیں

اُجاڑ بستی کے باسیو، ایک دوسرے سے پرے نہ رہنا
ہوا درختوں سے کہہ گئی ہے، کسی بھی رُت میں ہرے نہ رہنا

میں اپنے رُوٹھے ہُوئے قبیلے کی سازشوں میں گھِرا ہُوا ہوں
تم اجنبی ہو تو میرے آنگن کی وحشتوں سے ڈرے نہ رہنا

پھٹے ہُوئے بادباں کے پُرزے بکھر بکھر کے یہ کہہ رہے تھے
شکستہ کشتی کے ناخداؤ، ہواؤں کے آسرے نہ رہنا

یقیں ہے اب کے وصال موسم کے بانجھ پن کی دلیل ہوگا

Scanned with CamScanner

تمھاری آنکھوں کی سیپیوں کا یہ موتیوں سے بھرے نہ رہنا

سخنورو اس منافقت سے تو خودکشی کا شعار سیکھو
زبان کا زخم زخم ہونا' حروف کا کھردرے نہ رہنا

دلوں کی بستی کے لوگ محسنؔ اجڑ اجڑ کے یہ کہہ گئے ہیں
جہاں وفاؤں میں کھوٹ دیکھو' وہاں سخن میں کھرے نہ رہنا

مِری گلی کے غلیظ بچّو!

مِری گلی کے غلیظ بچّو!
تم اپنے میلے بدن کی ساری غلاظتوں کو اُدھار سمجھو!
تمھاری آنکھیں!
اُداسیوں سے بھری ہوئی ہیں
اَزل سے جیسے ڈری ہوئی ہیں
تمھارے ہونٹوں پہ پپڑیوں کی جمی ہوی تہہ یہ کہہ رہی ہے
حیات کی آبجو پسِ پشت بہہ رہی ہے
تمھاری جیبیں منافقت سے اَٹی ہوئی ہیں
سبھی قمیصیں پھٹی ہوئی ہیں
تمھاری پھیکی ہتھیلیوں کی بجھی لکیریں
بقا کی اَبجد سے اجنبی ہیں
تمھاری قسمت کی آسمانی نشانیاں اب ''خطوط وحدانیوں''
کا مقسوم ہو رہی ہیں

Scanned with CamScanner

نظر سے معدوم ہو رہی ہیں
مری گلی کے غلیظ بچّو!
تمھارے ماں باپ نے تمدن کا قرض لے کر
تمھاری تہذیب بیچ دی ہے!
تمھارا استاد اپنی ٹوٹی ہوئی چھڑی لے کے چُپ کھڑا ہے!
کہ اُس کے سوکھے گلے میں نانِ جویں کا ٹکڑا اَڑا ہُوا ہے

مری گلی کے غلیظ بچّو!
تمھارے میلے بدن کی ساری غلاظتیں اب گئے زمانوں
کے ارمغاں ہیں

تمھارے ورثے کی داستاں ہیں
انھیں سنبھالو
کہ آنے والا ہر ایک لمحہ تمھارے جھڑتے ہوئے پپوٹوں سے
جانے والے دنوں کی

کُھرچن اُتار لے گا!
مری گلی کے غلیظ بچّو!
ضدوں کو چھوڑو!
قریب آؤ!!
رُتوں کی نفرت کو پیار سمجھو!
خزاں کو رنگِ بہار سمجھو!!
غلاظتوں کو اُدھار سمجھو!!!

Scanned with CamScanner

جانتے تو ہم بھی تھے!

جانتے
تو ہم بھی تھے
مانتے
تو ہم بھی ہیں
اتنی تیز آندھی میں
کب چراغ جلتا ہے؟

دل مگر مچلتا ہے
دل کی ضد کو کیا کہیے!
اب کے ہم نے
سوچا ہے!
کم نفس چراغوں میں
اِک چراغ ایسا بھی
جل کے ہم جلائیں گے
تُند خُو ہوائیں بھی
اُس کو جب
بجھائیں گی
دل بھی بجھ ہی جائے گا!

Scanned with CamScanner

☆

اب کے بارش میں تو یہ کارِ زیاں ہونا ہی تھا
اپنی کچی بستیوں کو بے نشاں ہونا ہی تھا

کِس کے بس میں تھا ہَوا کی وحشتوں کو روکنا
برگِ گُل کو خاک، شعلے کو دھواں ہونا ہی تھا

جب کوئی سمتِ سفر طے تھی نہ حدِّ رہگزر
اے مرے رہرَو سفر تو رائیگاں ہونا ہی تھا

مجھ کو رُکنا تھا، اُسے جانا تھا اگلے موڑ تک
فیصلہ یہ اُس کے میرے درمیاں ہونا ہی تھا

چاند کو چلنا تھا بہتی سیپیوں کے ساتھ ساتھ
معجزہ یہ بھی تہہِ آبِ رواں ہونا ہی تھا

میں نئے چہروں پہ کہتا تھا نئی غزلیں سدا
میری اس عادت سے اُس کو بدگماں ہونا ہی تھا

شہر سے باہر کی ویرانی بسانا تھی مجھے
اپنی تنہائی پہ کچھ تو مہرباں ہونا ہی تھا

Scanned with CamScanner

اپنی آنکھیں دفن کرنا تھیں غبارِ خاک میں
یہ ستم بھی ہم پہ زیرِ آسماں ہونا ہی تھا

بے صدا بستی کی رسمیں تھیں یہی محسنؔ مرے
میں زباں رکھتا تھا، مجھ کو بے زباں ہونا ہی تھا

☆

کٹھن تنہائیوں سے کون کھیلا، میں اکیلا
بھرا اب بھی مرے گاؤں کا میلہ، میں اکیلا

بچھڑ کر تجھ سے میں شب بھر نہ سویا، کون رویا؟
بجز میرے یہ دُکھ بھی کس نے جھیلا، میں اکیلا

یہ بے آواز بنجر بن کے باسی، یہ اُداسی!
یہ دہشت کا سفر، جنگل یہ ''بیلہ'' مَیں اکیلا

میں دیکھوں کب تلک منظر سُہانے، سب پُرانے
وہی دُنیا وہی دل کا جھمیلا، میں اکیلا

وہ جس کے خوف سے صحرا سدھارے، لوگ سارے
گزرنے کو ہے طوفاں کا وہ ریلا، میں اکیلا

Scanned with CamScanner

☆

مرے کفن کی سیاہی دلیل ہے اس کی
مرے سوا مِرا پُرسہ کسی نے بھی نہ دیا

شبوں کی راکھ میں یوں گم ہُوا وجود مرا
مرا سراغ مری روشنی نے بھی نہ دیا

میں درگزر کا سبق دشمنوں سے لیتا ہوں
یہ درس مجھ کو تری دوستی نے بھی نہ دیا

سوال بن کے مری گمرہی بکھرتی رہی
مگر جواب تری آگہی نے بھی نہ دیا!

☆

وہ اجنبی اجنبی سے چہرے وہ خواب خیمے رواں دواں سے
بسے ہوئے ہیں ابھی نظر میں سبھی مناظر دھواں دھواں سے

یہ عکسِ داغِ شکستِ پیماں وہ رنگِ زخمِ خلوصِ یاراں

Scanned with CamScanner

میں غمگساروں میں سوچتا ہوں کہ بات چھیڑوں کہاں کہاں سے؟

یہ سنگریزے عداوتوں کے وہ آبگینے سخاوتوں کے
دلِ مسافر قبول کر لے ملا ہے جو کچھ جہاں جہاں سے

بچھڑنے والے بچھڑ چلا تھا تو نسبتیں بھی گنوا کے جاتا
ترے لیے شہر بھر میں اب بھی مَیں زخم کھاؤں زباں زباں سے

مری محبت کے واہموں سے پرے تھا تیرا وجود ورنہ
جہاں جہاں تیرا عکس ٹھہرا میں ہو کے آیا وہاں وہاں سے

تو ہمنفس ہے نہ ہمسفر ہے کسے خبر ہے کہ تُو کدھر ہے؟
میں دستکیں دے کے پُوچھ بیٹھا مکیں مکیں سے مکاں مکاں سے

ابھی محبت کا اسمِ اعظم لبوں پہ رہنے دے جانِ محسن!
ابھی ہے چاہت نئی نئی سی، ابھی ہیں جذبے جواں جواں سے

☆

باتیں تری الہام ہیں، جادُو تری آواز
رَگ رَگ میں اُترتی ہُوئی خوشبُو تری آواز

Scanned with CamScanner

بہتے چلے جاتے ہیں تہہِ آب ستارے!
جیسے کہیں اُتری ہو لبِ جُو تری آواز

پابندِ شبِ کنجِ قفس میں، مرا احساس
اُمید کی دھندلی سی کِرن تُو، تری آواز

میں شامِ غریباں کی اُداسی کا مسافر
صحراؤں میں جیسے کوئی جگنو تری آواز

لفظوں میں چھپائے ہُوئے بے ربط دلاسے
چُنتی رہی شب بھر میرے آنسو تری آواز

بس ایک مرے شوق کی تسکین کی خاطر
کیا کیا نہ بدلتی رہی پہلو تری آواز

یہ ہجر کی شب بھیگ چلی ہے کہ مرے بعد
روتی ہے کہیں کھول کے گیسو تری آواز؟

دیکھوں تو وہی میں وہی چپ چپ سے در و بام
سوچوں تہ بکھر جائے ہر اِک سُو تری آواز

محسنؔ کے خیالوں میں اُترتی ہے سرِ شام
رِم جھم کی طرح باندھ کے گھنگھرو تری آواز

Scanned with CamScanner

☆

چاہیے دنیا سے ہٹ کر سوچنا
دیکھنا صحرا، سمندر سوچنا

مار ڈالے گا ہمیں اس شہر میں
گھر کی تنہائی پہ اکثر سوچنا

دشمنی کرنا ہے اپنے آپ سے
آئینہ خانے میں پتھر سوچنا

چاندنی، مَیں، تُو، کنارِ آبجُو
بند آنکھوں سے یہ منظر سوچنا

چند تشبیہیں سجانے کے لیے
مُدّتوں اُس کے بدن پر سوچنا

ایک پَل ملنا کسی سے اور پھر
اہلِ فن کا زندگی بھر سوچنا

چاند ہے یا اس کے پیکر کے خطوط
جھیل کی تہہ میں اُتر کر سوچنا

Scanned with CamScanner

رفعتِ دار و عروجِ بام کو
دوستو نوکِ سناں پر سوچنا

جاگتے رستوں میں کیا کچھ کھو گیا
اوڑھ کر خوابوں کی چادر سوچنا

خشک پتوں کی طرح محسنؔ کبھی
تم بھی صحرا میں بکھر کر سوچنا

☆

ہجوم میں تھا وہ کُھل کر نہ رو سکا ہوگا
مگر یقیں ہے کہ شب بھر نہ سو سکا ہوگا

وہ شخص جس کو سمجھنے میں مجھ کو عمر لگی
بچھڑ کے مجھ سے کسی کا نہ ہو سکا ہوگا

لرزتے ہاتھ، شکستہ سی ڈور سانسوں کی
وہ خشک پھول کہاں تک پرو سکا ہوگا؟

بہت اُجاڑ تھے پاتال اُس کی آنکھوں کے
وہ آنسوؤں سے نہ دامن بھگو سکا ہوگا

Scanned with CamScanner

مرے لیے وہ قبیلے کو چھوڑ کر آتا
مجھے یقیں ہے یہ اُس سے نہ ہو سکا ہوگا

☆

اب تو خواہش ہے کہ یہ زخم بھی کھا کر دیکھیں
لمحہ بھر کو ہی سہی اُس کو بھلا کر دیکھیں

شہر میں جشنِ شبِ قدر کی ساعت آئی
آج ہم بھی ترے ملنے کی دعا کو دیکھیں

آندھیوں سے جو اُلجھنے کی کسک رکھتے ہیں
اِک دیا تیز ہَوا میں بھی جلا کر دیکھیں

کچھ تو آوارہ ہواؤں کی تھکن ختم کریں
اپنے قدموں کے نشاں آپ مٹا کر دیکھیں

زندگی اب تجھے سوچیں بھی تو دم گھٹتا ہے
ہم نے چاہا تھا کبھی تجھ سے وفا کر دیکھیں

جن کے ذرّوں میں خزاں ہانپ کے سو جاتی ہے

Scanned with CamScanner

ایسی قبروں پہ کوئی پھول سجا کر دیکھیں

دیکھنا ہو تو محبت کے عزاداروں کو
ناشناسائی کی دیوار گرا کر دیکھیں

یوں بھی دنیا ہمیں مقروض کیے رکھتی ہے
دستِ قاتل ترا احساں بھی اُٹھا کر دیکھیں

رونے والوں کے تو ہمدرد بہت ہیں محسنؔ
ہنستے ہنستے کبھی دنیا کو رُلا کر دیکھیں

☆

کوئی نئی چوٹ پھر سے کھاؤ' اُداس لوگو!
کہا تھا کس نے کہ مسکراؤ' اُداس لوگو!

گزر رہی ہیں گلی سے پھر ماتمی ہوائیں
کِواڑ کھولو' دیئے بجھاؤ' اُداس لوگو!

جو رات مقتل میں بال کھولے اُتر رہی تھی
وہ رات کیسی رہی' سناؤ' اُداس لوگو!

Scanned with CamScanner

کہاں تلک بام و دَر چراغاں کیے رکھو گے؟
بچھڑنے والوں کو بھول جاؤ اُداس لوگو!

اُجاڑ جنگل، ڈری فضا، ہانپتی ہوائیں
یہیں کہیں بستیاں بساؤ اُداس لوگو!

یہ کس نے سہمی ہوئی فضا میں ہمیں پکارا؟
یہ کس نے آواز دی کہ آؤ اُداس لوگو!

یہ جاں گنوانے کی رُت یونہی رائیگاں نہ جائے!
سرِ سناں کوئی سر سجاؤ اُداس لوگو!

اُسی کی باتوں سے ہی، طبیعت سنبھل سکے گی
کہیں سے محسنؔ کو ڈھونڈ لاؤ اُداس لوگو!

ایک نئے لفظ کی تخلیق

زندگی لفظ ہے
موت بھی لفظ ہے

Scanned with CamScanner

زندگی کی تراشی ہوئی اوّلیں صَوت سے سرحدِ موت تک

لفظ ہی لفظ ہیں!!

''سانس'' بھی لفظ ہے

سانس لینے کی ہر اک ضرورت بھی لفظوں کی محتاج ہے

آگ، پانی، ہوا، خاک سب لفظ ہیں

آنکھ، چہرہ، جبیں، ہاتھ، لَب لفظ ہیں

صبح و شام و شفق، روز و شب لفظ ہیں

وقت بھی لفظ ہے

وقت کا ساز و آہنگ بھی

رنگ بھی سنگ بھی

امن بھی جنگ بھی

لفظ ہی لفظ ہیں

پھول بھی لفظ ہے

دُھول بھی لفظ ہے

لفظ قاتل بھی ہے

لفظ مقتول بھی

لفظ ہی ''خوں بہا''!

لفظ دستِ دعا!!

لفظ ارض و سَما!!!

صبح فصلِ بہاراں بھی اِک لفظ ہے

شامِ ہجرِ نگاراں بھی اِک لفظ ہے

رونقِ بزمِ یاراں بھی اِک لفظ ہے

محفلِ دلفگاراں بھی اِک لفظ ہے

'' مَیں '' بھی اک لفظ ہوں

Scanned with CamScanner

" تُو " بھی اک لفظ ہے!

آ کہ لفظوں کی صورت فضاؤں میں مل کر بکھر جائیں ہم
اِک نیا لفظ تخلیق کر جائیں ہم
آ کہ مر جائیں ہم

اے شبِ ہجرِ یاراں!

اے شبِ ہجرِ یاراں!
تری ہچکیاں کون سُنتا ہے؟
کوئی بھی سنتا نہیں!
جاگتی آنکھ میں خواب کی جھالریں
کون بُنتا ہے؟
کوئی بھی بُنتا نہیں!
مسکراتے ستاروں کے انبوہ میں رقص کرتی ہوئی
کہکشاں چھوڑ کر
قریۂ مہر و مہتاب کے آئنے توڑ کر
لعل و یاقوت و مرجاں بھری وادیوں سے دل و جاں کے
سب رابطے جوڑ کر
سنگریزوں کی صورت بکھرتے ہوئے
چند آنسو ترے
کون چُنتا ہے؟
کوئی بھی چُنتا نہیں؟

Scanned with CamScanner

اے شبِ ہجرِ یاراں، مرے پاس آ

میرے پہلو میں سو جا کہ میں بھی تو اپنے بھرے شہر میں

ہوں اکیلا بہت

میرے پہلو میں سو جا کہ شاید مرے دُکھ کی آغوش میں

تجھ کو سُکھ سانس لینے کی فرصت مِلے

تجھ کو لوری سُنائے اُداسی مری

(مدّتوں سے ہے آغوش پیاسی مری)

اے شبِ ہجرِ یاراں

مری ہمسفر!

میں تیرا نوحہ خواں!

میرا آوارہ دل مدّتوں سے ترے درد کا چارہ گر!

تُو مری مہرباں!

میں ترا راز داں

میری جاں، یوں تو کہنے کو چارہ گرِ رنج و غم

اِک جہاں!!!

پھر بھی میرے سوا

اے شبِ ہجرِ یاراں، تری ہچکیاں

کون سُنتا ہے

کوئی بھی سنتا نہیں.......!!!

Scanned with CamScanner

☆

زخموں سے گوشۂ دلِ ویراں سجا لیا
ہم نے خزاں میں جشنِ بہاراں منا لیا

سورج سے چال چل کے بیاباں کی دھوپ نے
اِک بے کفن درخت کا سایہ چُرا لیا

بربادیوں کی رات! مری بے بسی تو دیکھ
گِرتے ہوئے مکاں نے مرا آسرا لیا

یاروں کا ذکر کیا کہ وفا کی تلاش میں
ہم نے تو دشمنوں کو بھی دل میں بسا لیا

آہٹ سنی ہوا کی تو محسنؔ نے خوف سے
جلتا ہوا دِیا تہہِ داماں چھپا لیا

☆

Scanned with CamScanner

چاہت کا رنگ تھا نہ وفا کی لکیر تھی
قاتل کے ہاتھ میں تو حِنا کی لکیر تھی

خوش ہوں کہ وقتِ قتل مرا رنگ سرخ تھا
میرے لبوں پہ حرف دعا کی لکیر تھی

میں کارواں کی راہ سمجھتا رہا جسے
صحرا کی ریت پر وہ ہوا کی لکیر تھی

سورج کو جس نے شب کے اندھیروں میں گُم کیا
موجِ شفق نہ تھی وہ قضا کی لکیر تھی

گزرا ہے شب کو دشت سے شاید وہ پردہ دار
ہر نقشِ پا کے ساتھ رِدا کی لکیر تھی

کل اُس کا خط ملا کہ صحیفہ وفا کا تھا
محسنؔ ہر ایک سطر حیا کی لکیر تھی

☆

پھر وہی میں ہوں وہی شہر بدر سناّٹا
مجھ کو ڈس لے نہ کہیں خاک بسر سناّٹا

Scanned with CamScanner

دشتِ ہستی میں شبِ غم کی سحر کرنے کو
ہجر والوں نے لیا رختِ سفر سناٹا

کس سے پوچھوں کہ کہاں ہے مرا رونے والا
اِس طرف میں ہوں، مرے گھر سے اُدھر سناٹا

تُو صداؤں کے بھنور میں مجھے آواز تو دے
تجھ کو دے گا مرے ہونے کی خبر سناٹا

اُس کو ہنگامۂ منزل کی خبر کیا دو گے؟
جس نے پایا ہو سرِ راہگزر ۔ سناٹا

حاصلِ کُنجِ قفس، وہم بکف تنہائی!
رونقِ شامِ سفر، تا بہ سحر سناٹا

قسمتِ شاعرِ سیماب صفت، دشت کی موت
قیمتِ ریزۂ الماسِ ہُنر سناٹا

جانِ محسنؔ مری تقدیر میں کب لکھا ہے
ڈوبتا چاند، ترا قُرب، گجر، سناٹا

Scanned with CamScanner

☆

وہ دن کہاں کہ اب کوئی محفل سجایئے
اِک دل ہے سو اسی سے محبت نبھایئے

منسوب کس سے کیجیے اشکوں کے آئینے
اب کس کی راہ میں یہ خزانے لُٹایئے؟

منظر جو آنکھ میں ہے گنوا دیجیے اُسے
پتّھر جو دل پہ ہے اُسے کیسے ہٹایئے

اب کون ہے جو دے ہمیں جینے کا حوصلہ
اتنے دُکھوں میں کس کے لیے مُسکرایئے

کب تک کسی کی یاد سے رکھیے معاملہ!
آندھی میں اِک چراغ کہاں تک جلایئے

محسنؔ جو پَل میں توڑ دے صدیوں کی دوستی
اُس بے وفا کی سالگرہ کیا منایئے؟

☆

اِنکار کیا کرے گی ہَوا میرے سامنے

Scanned with CamScanner

گھر کا ہر اِک چراغ بجھا میرے سامنے

یاد آ نہ جائے مقتلِ یاراں کی رات پھر
نیزے پہ کوئی سَر نہ سجا میرے سامنے

اُس کے خلوص میں بھی ضرورت کا رنگ تھا
وہ دے رہا تھا مجھ کو دعا میرے سامنے!

مجھ سے بچھڑ کے خط میں لکھی اس نے دل کی بات
کیوں اُس کو حوصلہ نہ ہُوا میرے سامنے؟

میرے لہُو سے تیرا لبادہ بھی تر ہُوا
اب میرا سوگ تُو نہ مَنا میرے سامنے

دل پر ہے نقش لطفِ عزیزاں کا سلسلہ
سب پر کرم وہ میرے سوا میرے سامنے

وہ جھوٹ ہی سہی مجھے یوں بھی عزیز ہے
کہنا تھا جو بھی، اُس نے کہا، میرے سامنے

جیسے میں آشنائے چمن ہی نہ تھا کبھی
گزری ہے یوں بھی آج صبا میرے سامنے

وہ لمحہ نزولِ قیامت سہی مگر ۔۔!
اِک دن تو آئے میرا خدا میرے سامنے

Scanned with CamScanner

کل تک جو آئینے سے بھی نازک مزاج تھا
محسنؔ وہ شخص ٹوٹ گیا میرے سامنے

☆

مِل گیا تھا تو اُسے خود سے خفا رکھنا تھا
دل کو کچھ دیر تو مصروفِ دعا رکھنا تھا

میں نہ کہتا تھا کہ سانپوں سے اَٹے ہیں رستے
گھر سے نکلے تھے تو ہاتھوں میں عصا رکھنا تھا

بات جب ترکِ تعلّق پہ ہی ٹھہری تھی تو پھر
دل میں احساسِ غمِ یار بھی کیا رکھنا تھا

دامنِ موجِ ہَوا یوں تو نہ خالی جاتا
گھر کی دہلیز پہ کوئی تو دیا رکھنا تھا

کوئی جگنو تہہِ داماں بھی چھپا سکتے تھے
کوئی آنسو پسِ مژگاں ہی بچا رکھنا تھا

کیا خبر اُس کے تعاقب میں ہوں کتنی سوچیں؟
اپنا انداز تو اوروں سے جدُا رکھنا تھا

Scanned with CamScanner

چاندنی بند کواڑوں میں کہاں اُترے گی؟
اِک دریچہ تو بھرے گھر میں کھلا رکھنا تھا

اُس کی خوشبو سے سجانا تھا جو دل کو محسنؔ
اُس کی سانسوں کا لقب موجِ صبا رکھنا تھا

☆

کب تلک اپنی دُہائی دے گا
خود سے کیا خود کو رہائی دے گا؟

آخری بار صدا دے مجھ کو!
پھر مجھے کچھ نہ سُنائی دے گا

اِسی اُمید پہ دیکھوں ہر سُو
وہ اگر ہے تو دکھائی دے گا

پھر وہ یاد آیا ہے لمحہ بھر کو
پھر وہ صدیوں کی جدُائی دے گا

Scanned with CamScanner

دل سے کیا عذرِ محبت کیجے!
غیر کیا اپنی صفائی دے گا؟

کُنجِ قفس میں پیار کی پہلی سالگرہ

جاناں اِک پل آنکھیں کھولو!
آج کے دن تنہائی کیسی؟

دھوپ کی زردی گوشۂ زنداں میں یوُں اُتری
جیسے ایک اُداس مُسافر
دشت میں تھک کر بیٹھ گیا ہو!
آج ہوا کے ہاتھ میں سُوکھے پتّوں کا گلدستہ کیوں ہے؟
آج فضا یخ بستہ کیوں ہے؟
طوق وسلاسل مُہر بہ لب ہیں
سنّاٹے کے بوجھل قدموں کی ہر آہٹ اندیشوں کے سیلِ رواں
میں بہتی جائے

پتھر دل کی سہمی دھڑکن!
زیرِ زباں کچھ کہتی جائے!!

''روزن'' اب تک جاگ رہا ہے

Scanned with CamScanner

جیسے تُو آنے والی ہو!
جیسے تیرے نرم لبوں کی ریشم کرنیں
اپنے دامن میں تیری آواز سمیٹے
میری بند آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھیں اور پوچھیں "بُوجھو!"
کس کی یاد کا لمس تمھارے گرم لبوں کو چُوم رہا ہے؟
ایک زمانہ گھوم رہا ہے

جاناں! اِک پل آنکھیں کھولو!
دیکھو آج ہمارے پیار کی پہلی سالگرہ کا
پہلا دن ہے
پہلا دن کتنا کم سِن ہے!!

دیکھو ہر سو گونج رہی ہے جذبوں کی شہنائی کیسی؟
آج کے دن تنہائی کیسی؟؟
جاناں اِک پل آنکھیں کھولو!
طوق و سلاسِل مُہر بہ لب ہیں
کچھ تو بولو!!

☆

دلوں میں اُٹھتے ہوئے دردِ بے کنار کی خیر
درِ قفس سے اُدھر شامِ انتظار کی خیر

Scanned with CamScanner

مزاجِ طوق و سلاسل کی برہمی کو دُعا
مقامِ شوق سلامت، صلیب و دار کی خیر

تھکے تھکے ہوئے قدموں کی آہٹوں کو سلام
بجھی بجھی ہوئی اک ایک رہگزار کی خیر

خراج دینے کو آیا ہے چاندنی کا جلوس
قفس میں خاک نشینوں کے اقتدار کی خیر

کبھی جو دھوپ میں آثار آندھیوں کے بڑھے
مسافروں نے کہا، نخلِ سایہ دار کی خیر!

دکانِ شیشہ میں پتّھر سجا کے بیٹھا ہے
فقیہہِ شہر کے بے سود کاروبار کی خیر

شگفتِ گُل پہ ہیں پہرے صبا ہے خاک بَسر
چمن میں رونقِ ہنگامۂ بہار کی خیر!

کڑک رہی ہیں کمانیں عدُو کے لشکر کی
فصیلِ شہر کے خوابیدہ پہریدار کی خیر!

مزاجِ موجۂ خوشبو میں برہمی ہے بہت
قبائے حسنِ چمن تیرے تار تار کی خیر

گلاب لفظ مہکتے رہیں سدا محسنؔ!

Scanned with CamScanner

فضائے دشتِ سخن میں ہو خار خار کی خیر!

☆

بچھڑے ہوئے یاروں کی صدا کیوں نہیں آتی
اب روزنِ زنداں سے ہَوا کیوں نہیں آتی؟

تُو اَب بھی سلامت ہے سفر میں تو مُسافرِ!
تیرے لیے ہونٹوں پہ دعا کیوں نہیں آتی

پتھر ہو تو کیوں خوفِ شب غم سے ہو لرزاں؟
انساں ہو تو جینے کی ادا کیوں نہیں آتی

اِک پیڑ کے سائے سے ہَوا پُوچھ رہی ہے
اب دشت میں مخلوق خدا کیوں نہیں آتی؟

چہروں پہ وہ سرسوں کی دھنک کیا ہوئی یارو
ہاتھوں سے وہ خوشبوئے حِنا کیوں نہیں آتی

بستی کے سبھی لوگ سلامت ہیں تو محسنؔ
آواز کوئی اپنے سوا کیوں نہیں آتی

Scanned with CamScanner

☆

درِ قفس سے پرے جب صبا گزرتی ہے
کسے خبر کہ اسیروں پہ کیا گزرتی ہے

تعلّقات کبھی اس قدر نہ ٹوٹے تھے
کہ تیری یاد بھی دل سے کفا گزرتی ہے

وہ اب ملے بھی تو ملتا ہے اِس طرح جیسے
بُجھے چراغ کو چھو کر ہَوا گزرتی ہے

فقیر کب کے گئے جنگلوں کی سَمت مگر
گلی سے آج بھی اُن کی صدا گزرتی ہے

یہ اہلِ ہجر کی بستی ہے، احتیاط سے چل!
مصیبتوں کی یہاں انتہا گزرتی ہے

نہ پُوچھ اپنی اَنا کی بغاوتیں محسنؔ
درِ قبول سے بچ کر دُعا گزرتی ہے

Scanned with CamScanner

☆

جن پر ستم تمام قفس کی فضا کے تھے
مجرم وہ لوگ اپنی شکستِ اَنا کے تھے

اے دشتِ خار ہم سے حسابِ کرم نہ مانگ
پاؤں میں آبلے تھے مگر اِبتدا کے تھے

لب پر سجا لیے تھے یونہی اجنبی سے نام
دل میں تمام زخم کِسی آشنا کے تھے

پتّوں سے بھر رہے تھے ہواؤں کی جھولیاں
گِرتے ہوئے شجر بھی سخی اِنتہا کے تھے

گہرے سمندروں میں کہاں عکسِ آسماں
پانی میں جتنے رنگ تھے، سارے خلا کے تھے

اب دھول اوڑھنا بھی میسّر نہیں جنھیں
وارث وہ اہلِ دل کبھی ارض و سما کے تھے

جن سے الجھ رہی تھیں ہواؤں کی شورشیں
محسؔن وہ دائرے تو مرے نقشِ پا کے تھے

Scanned with CamScanner

☆

بنامِ طاقت کوئی اشارہ نہیں چلے گا
اُداس نسلوں پہ اب اجارہ نہیں چلے گا

ہم اپنی دھرتی سے اپنی ہر سمت خود تلاشیں
ہماری خاطر کوئی ستارہ نہیں چلے گا

حیات اب شامِ غم کی تشبیہہ خود بنے گی
تمہاری زلفوں کا استعارہ نہیں چلے گا

چلو سروں کا خراج نوکِ سناں کو بخشیں!
کہ جاں بچانے کا اِستخارہ نہیں چلے گا

ہمارے جذبے بغاوتوں کو تراشتے ہیں
ہمارے جذبوں پہ بس تمہارا نہیں چلے گا

ازل سے قائم ہیں دونوں اپنی ضدوں پہ محسنؔ
چلے گا پانی مگر کنارہ نہیں چلے گا

Scanned with CamScanner

☆

کچھ اس ادا سے مرے یار سر کشیدہ ہوئے
کہ فتح پا کے بھی قاتل علَم دریدہ ہوئے

عجیب طور سے ڈوبا ہے ڈوبنے والا
کہ ساحلوں کے بگولے بھی آبدیدہ ہوئے

جو اپنے سائے کی قامت سے خوف کھاتے ہیں
ہمارے بعد وہی لوگ برگزیدہ ہوئے

میں چپ رہا تو اُنھیں مجھ پہ اُنگلیاں کیا کیا
زباں ملی تو مرے حرف ناشنیدہ ہوئے

ہماری لاش سے گزرے تو بے خبر گزرے
وہ جن کے نام پہ ہم لوگ سربریدہ ہوئے

جنھیں غرور تھا اپنی ستمگری پہ بہت
ستم تو یہ ہے کہ وہ بھی ستم رسیدہ ہوئے

عصائے حق ہے میسّر نہ تختِ دل محسنؔ
ہم ایسے لوگ بھی کس سَن میں سِن رسیدہ ہوئے

Scanned with CamScanner

☆

گرمِ سفر عدو کا قبیلہ دکھائی دے
منزل کا اب کوئی تو وسیلہ دکھائی دے

یاد آئیں اپنے خیمۂ ویراں کی رونقیں
صحرا مین جب کہیں کوئی ٹیلہ دکھائی دے

دیوار سنگ ہو کہ درِ گوشۂ قفس
سر پھوڑنے کو اب کوئی حیلہ دکھائی دے

شاید غبارِ رنگ میں گم ہیں حقیقتیں
ورنہ یہ آسماں کسے نیلا دکھائی دے

رویا ہے اس قدر کہ اب آنکھیں گلاب ہیں
وہ شخص روٹھ کر بھی نشیلا دکھائی دے

محسنؔ جو دے گیا مجھے سانسوں کی بانسری
فنکار کس قدر وہ سُریلا دکھائی دے

☆

Scanned with CamScanner

میں جاں بہ لب تھا پھر بھی اصولوں پہ اَڑ گیا
بجھتا ہُوا چراغ ہواؤں سے لڑ گیا

خالی پڑے ہوئے ہیں پرندوں کے گھونسلے
ایسی ہَوا چلی کہ ہر اِک پیڑ جُھڑ گیا

کس کس کا ساتھ دے کوئی میلے کی بھیڑ میں
پھر یوں ہُوا کہ وہ بھی اچانک بچھڑ گیا

میں نے قدم بڑھائے جو صحرا کی دھوپ میں
گھبرا کے میرا سایہ میرے پاؤں پڑ گیا

اُس آئینے کے عکس ہی ٹیڑھے تھے سب کے سب
مجھ کو یہ وہم تھا مرا چہرہ بگڑ گیا

محسنؔ دلِ غریب کی ویرانیاں تو دیکھ
کیسا نگر تھا جو ترے ہاتھوں اُجڑ گیا

Scanned with CamScanner

میں کہ اِس شہر کا سیماب صفت شاعر ہوں
میری تخلیق مرے فکر کی پہچان بھی ہے

میرے حرفوں بھرے لفظوں میں ہے چہرا میرا
میرا فن اب مرا مذہب مرا ایمان بھی ہے

میرؔ و غالبؔ نہ سہی، پھر بھی غنیمت جانو!
میرے یاروں کے سرہانے مرا دیوان بھی ہے

مجھ سے پوچھو کہ شکستِ دل و جاں سے پہلے
میرے احساس پہ گزری ہے قیامت کیا کیا؟

سایۂ دار و شب غم کی سخاوت سے الگ؟
میں نے سوچی قد و گیسو کی علامت کیا کیا؟

میرے ٹوٹے ہوئے خوابوں کے خرابوں سے پرے
میرے بکھرے ہوُے جذبے تھے سلامت کیا کیا؟

طنزِ اَغیار سے احباب کے اخلاص تلک
میں نے ہر نعمتِ عظمٰی کا لبادہ پہنا!

دستِ قاتل کی کشش آپ گواہی دے گی
میں نے ہر زخم، قبا سے بھی زیادہ پہنا

میری آنکھوں میں خراشیں تھیں دھنک کی لیکن

Scanned with CamScanner

میری تصویر نے ملبوس تو سادہ پہنا!

ضربتِ سنگِ ملامت مرے سینے پہ سجی!
تمغۂ جُرأت و اعزازِ حکومت کی طرح

کھُل کے برسی مری سوچوں پہ عداوت کی گھٹا
آسمانوں سے اُترتی ہوئی دولت کی طرح

قریہ قریہ ہوئی رسوا مرے فن کی چاہت
کونے کونے میں بکھرتی ہوئی شہرت کی طرح

مجھ پہ کڑکی ہیں کمانیں مرے غمخواروں کی
میرے اشکوں کا تماشہ سرِ بازار ہوُا

میرے آنگن میں حوادث کی سواری اُتری
میرا دل وجہِ عذابِ در و دیوار ہوُا

عشق میں عزّتِ سادات بُھلا کر اکثر!
میر صاحب کی طرح میں بھی گنہگار ہوُا

اپنی اُجڑی ہوئی آنکھوں سے شعاعیں لے کر
مَیں نے بجھتی ہوئی سوچوں کو جوانی دی ہے

اپنی غزلوں کے سخن تاب ستارے چُن کر

Scanned with CamScanner

سنگریزوں کی بھی آشفتہ بیانی دی ہے

حسنِ خاکِ رہِ یاراں سے محبت کر کے
میں نے ہر موڑ کو اک تازہ کہانی دی ہے

مجھ سے روٹھے ہیں مرے اپنے قبیلے والے
میرے سینے میں ہر اک تیرِ ستم ٹوٹا ہے

لفظ و معنی کے تقاضوں سے اُلجھ کر اکثر!
میرے ہاتھوں مرا مجروح قلم ٹوٹا ہے

کربِ ناقدریٔ یاراں کے بھنور میں گِھر کر
بارہا دل کی طرح شوق کا دَم ٹوٹا ہے

میں کہ اس شہر کا سیماب صفت شاعر ہوں
میں نے اِس شہر کی چاہت سے شرف پایا ہے

میرے اعداءً کا غضب ابرِ کرم ہے مجھ کو
میرے حباب کی نفرت میرا سرمایہ ہے

میری بکھری ہوئی رسوائی ہے شہرت میری
میرے صحرا کی تمازت مِرا سرمایہ ہے

مطمئن ہوں کہ مجھے یاد رکھے گی دُنیا!
جب بھی اِس شہر کی تاریخِ وفا لکھے گی!

Scanned with CamScanner

میرے گھر کے در و دیوار مجھے سوچیں گے
وسعتِ دشت مجھے آبلہ پا لکھے گی!

میرا ماتم اسی چپ چاپ فضا میں ہو گا
میرا نوحہ اِنہی گلیوں کی ہَوا لکھے گی

☆

چاندنی' سوچ' صدا' راہ گزر آوارہ
صورتِ گردِ سفر اہلِ سفر آوارہ

تجھ سے بچھڑا ہوں تو لگتے ہیں مجھے اپنی طرح
یہ دروبام و دل و دیدۂ تر' آوارہ

ڈوبتا دن جہاں کرنوں کے نشاں چھوڑ گیا
رات بھٹکے گی ہوں تابہ سَحر' آوارہ

جسم کی قید نہیں' نوکِ سناں پر ہی سہی
شہر در شہر پھرے شورشِ سر' آوارہ

جب کبھی تیز ہوئی اپنے سفر کی گردش

Scanned with CamScanner

میں نے دیکھے ہیں کئی گھومتے گھر آوارہ

کب تلک نقشِ کفِ پائے صبا ڈھونڈھیں گے
ہم بگولوں کی طرح شہر بدر آوارہ!

جب ترا ہجر بھی تسکیں کے بہانے ڈھونڈے
کیوں نہ ٹھہرے مرا معیارِ نظر آوارہ

گھر سے نکلو کہ یہی رسمِ جہاں ہے محسنؔ
بے ہُنر گوشہ نشیں، اہلِ ہنر آوارہ

☆

کب تلک یہ عذاب دیکھوں میں
گھر میں صحرا کے خواب دیکھوں میں

Scanned with CamScanner

اِک نہ اِک نہ یہ ضد ڈبو دے گی!
سیپیاں زیرِ آب دیکھوں میں

چھین لی ظلمتوں نے بینائی
کیا سوئے آفتاب دیکھوں میں

اپنے اندر جمُود طاری ہے!
شہر میں انقلاب دیکھوں میں

روز تیری نشانیاں چاہوں!
روز اپنی کتاب دیکھوں میں

اَبر تشنہ لبی کا دُشمن ہے
ریت چمکے سراب دیکھوں میں

جس کو پانا محال ہے محسنؔ
اُس سے ملنے کے خواب دیکھوں میں

☆

ہجر کی شب کا نشاں مانگتے ہیں
ہم چراغوں سے دھواں مانگتے ہیں

Scanned with CamScanner

کس قدر دھوپ ہے، صحرا میں کہ لوگ
سایۂ ابرِ رواں مانگتے ہیں

جب رگِ گُل کو ہَوا چھیڑتی ہے
ہم ترا لطفِ بیاں مانگتے ہیں

شہر والے بھی ہیں سادہ کتنے
دشت میں رہ کے مکاں مانگتے ہیں

تیرا معیارِ سخاوت معلوم!
ہم تجھے تجھ سے کہاں مانگتے ہیں؟

دل سے تسکیں کی طلب ہے ہم کو
دشمنِ جاں سے اماں مانگتے ہیں

منصفِ شہر ہے برہم اس پر
لوگ کیوں اذنِ بیاں مانگتے ہیں

صحنِ مقتل سے گواہی لے لو!
سرکشیدہ ہی سناں مانگتے ہیں

آنکھ سے خونِ جگر کی خواہش؟
ہم بھی کیا جنسِ گراں مانگتے ہیں

Scanned with CamScanner

ہم بگولوں سے بھی اکثر محسنؔ
رونقِ ہمسفراں مانگتے ہیں

☆

محبتوں پہ بہت اعتماد کیا کرنا
بھلا چکے ہیں اُسے پھر سے یاد کیا کرنا؟

اِسی سبب سے کیا سَر سپُردِ نوک سناں
کہ جُرم بیعتِ ابنِ زیاد کیا کرنا

وہ بے وفا ہی سہی اُس پہ تہمتیں کیسی
ذرا سی بات پہ اتنا فساد کیا کرنا

کچھ اس لیے بھی میں پَسپا ہُوا ہوُں مقتل میں
کہ بہرِ مالِ غنیمت جہاد کیا کرنا

مخالفوں سے تو ممکن ہے دوستی اپنی
منافقوں سے مگر اِتحاد کیا کرنا

مسافتیں ہی پہن لیں تو منزلوں کے لیے
اب اعتبارِ رُخِ گرد باد کیا کرنا

Scanned with CamScanner

نگاہ میں جو اُترتا ہے دل سے کیوں اُترے
دل و نگاہ میں پیدا تضاد کیا کرنا

مَیں اس لیے اُسے اب تک نہ چھوُ سکا محسؔن
وہ آئینہ ہے اُسے سنگ زاد کیا کرنا

☆

یہ جینا کیا ہے، رسمِ جاں کنی ہے
مری ہر سانس نیزے کی اَنی ہے

کبھی سورج سوا نیزے پر اُترے
یہ کیسی برف کی چادر تنی ہے؟

ہَوا ہے یا کوئی ننگی بھکارن؟
یہ بیٹی کِس دُکھی ماں نے جنی ہے؟

مرا سایا مجھے چھاؤں نہ دے گا
مری اُس سے پُرانی دُشمنی ہے

وہ شہزادی ہے دونوں موسموں کی
بدن کندن، دوپٹہ کاسنی ہے

Scanned with CamScanner

مری آنکھیں دکاں ہیں جوہری کی!
مرا ہر اشک ہیرے کی کنی ہے

رُخِ گُل بھیگ جائے گا یقیناً
کِرن، بادل کی چادر میں چھنی ہے

سیہ راتیں، کھلی سڑکیں سب اُس کی
ترا محسنؔ مقدّر کا دھنی ہے

مَیں سوچتا ہوں!

فِراق صبحوں کی بجھتی کرنیں!
وصال شاموں کی جلتی شمعیں!!
زوال زرداب خال و خد سے اَٹے زمانے
یہ ہانپتی دھوپ، کانپتی چاندنی سے چہرے!
ہیں میرے احساس کا اثاثہ

بہار کے بے کنار موسم میں کھلنے والے
تمام پھولوں سے پھوٹتے رنگ،
وحشتوں میں گھرے
لبوں کے کُھلے دریچوں سے بہنے والے حروف
میری نشانیاں ہیں!

Scanned with CamScanner

تو میرا نام نہ پوچھا کر.....!

تو میرا نام نہ پوچھا کر

میں تیری ذات کا حِصّہ ہوں
میں تیری سوچ میں شامل ہوں
میں تیری نیند کا قصّہ ہوں
میں تیرے خواب کا حاصل ہوں

میں تیری یاد کا محور ہوں
میں تیری سانس کا جھونکا ہوں
تو منظر، میں پس منظر ہوں
میں لمحہ ہوں میں جذبہ ہوں

جذبے کا کوئی نام نہیں
تو میرا نام نہ پوچھا کر!

Scanned with CamScanner

آئینہ تو اُجلا ہے!

ہم تو کل بھی کہتے تھے
اپنے عکس کی کالک
دھل سکے تو دھوڈالو!
عکس کی صباحت کو
''برص'' چاٹ لیتا ہے

ہم تو کل بھی کہتے تھے
اپنی ٹیڑھی آنکھوں کے
ترچھے زاویے بدلو!
زاویے جو ترچھے ہوں
مستقیم راہوں کا
کب سُراغ ملتا ہے؟
آئینے کی عظمت سے
اب حقارتیں کیسی؟
عکس سے گُریزاں ہیں
اب بصارتیں کیسی؟
اپنے آپ سے کب تک؟
یوں نظر چراؤ گے
آئینہ جو توڑو گے

Scanned with CamScanner

خود بھی ٹوٹ جاؤ گے

☆

کبھی جو عہدِ وفا مری جاں ترے مرے درمیان ٹوٹے
میں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے زمیں پہ یہ آسمان ٹوٹے

تری جُدائی میں حوصلوں کی شکست دل پر عذاب ٹھہری
کہ جیسے مُنہ زور زلزلوں کی دھمک سے کوئی چٹان ٹوٹے

اُسے یقیں تھا کہ اُس کو مرنا ہے پھر بھی خواہش تھی اُس کے دل میں
کہ تیر چلنے سے پیشتر دستِ دشمناں میں کماں ٹوٹے

سبھی دلیلیں سنبھال کر بھی مرے وکیلو یہ سوچ لینا
وہیں پہ میری شکست ہو گی جہاں بھی میرا بیان ٹوٹے

فنا کے ٹیلے پہ خیمۂ جاں ہَوا کے جھونکے سے یوں گرا ہے
کہ جیسے بدقسمتی سے بُزدل شکاریوں کی مچان ٹوٹے

وہ سنگ ہے تو گرے بھی دل پر وہ آئنہ ہے تو چبھ ہی جائے
کہیں تو میرا یقین بکھرے کہیں تو میرا گمان ٹوٹے

اُجاڑ بَن کی اُداس رُت میں غزل تو محسنؔ نے چھیڑ دی ہے

Scanned with CamScanner

کسے خبر ہے کہ کس کے معصوم دل پہ اب کے یہ تان ٹوٹے؟

☆

تمام شب یونہی دیکھیں گی سوئے در آنکھیں
تجھے گنوا کے نہ سوئیں گی عمر بھر آنکھیں

طلوعِ صبح سے پہلے ہی بجھ نہ جائیں کہیں!
یہ دشتِ شب میں ستاروں کی ہمسفر آنکھیں

ستم یہ کم تو نہیں دل گرفتگی کے لیے!
میں شہر بھر میں اکیلا، اِدھر اُدھر آنکھیں

شمار اُس کی سخاوت کا کیا کریں کہ وہ شخص
چراغ بانٹتا پھرتا ہے چھین کر آنکھیں

وہ پاس تھا تو زمانے کو دیکھتی ہی نہ تھیں
بچھڑ گیا تو ہوئیں پھر سے در بدر آنکھیں

ابھی کہاں تجھے پہچاننے کی ضد کیجے!
ابھی تو خود سے بھی ٹھہری ہیں بے خبر آنکھیں

میں اپنے اشک بچاؤں گا کس طرح محسنؔ؟

Scanned with CamScanner

زمانہ سنگ بکف ہے تو شیشہ گر آنکھیں

☆

مرے سوا سرِ مقتل مقام کس کا ہے
کہو کہ اب لبِ قاتل پہ نام کس کا ہے

یہ تخت و تاج و قبا سب اُنھیں مبارک ہوں
مگر بہ نوکِ سناں احترام کس کا ہے

تمھاری بات نہیں، تم تو چارہ گر تھے مگر
یہ جشنِ فتح پس قتلِ عام کس کا ہے؟

ہماری لاش پہ ڈھونڈو نہ اُنگلیوں کے نشاں
ہمیں خبر ہے عزیزو! یہ کام کس کا ہے

فنا کے ہانپتے جھونکے ہَوا سے پوچھتے ہیں
جبینِ وقت پہ نقشِ دوام کس کا ہے؟

تمھاری بات تو حرفِ غلط تھی، مٹ بھی گئی
اُتر گیا جو دلوں میں، کلام کس کا ہے

وہ مطمئن تھے بہت قتل کر کے محسنؔ کو!

Scanned with CamScanner

مگر یہ ذکرِ وفا صبح و شام کس کا ہے؟

☆

چوٹ گہری لگی، زخم آئے بہت
اب کے یوں تھا کہ ہم مسکرائے بہت

جس نے پردیس میں یاد رکھا مجھے
مجھ کو اُس کا پتہ بھول جائے بہت

ہر نئے عشق کا اپنا معیار تھا
تجربے ہم نے بھی آزمائے بہت

جس میں شب بھر کو سونے کی فرصت ملے
ہم غریبوں کو بس وہ سرائے بہت

اِک تری یاد روشن رہی دیر تک
آندھیوں میں دیئے جھلملائے بہت

اِک تری دید کے شوق میں رات بھر
ہم سے اُلجھے دریچوں کے سائے بہت

Scanned with CamScanner

اجنبی شہر کے ہر نئے موڑ پر ۔۔!
کچھ پُرانے نگر یاد آئے بہت

عکس کوئی بھی ٹھہرا نہ محسنؔ کہیں
دائرے پانیوں پر بنائے بہت

☆

خود اپنے دل میں خراشیں اتارنا ہوں گی
ابھی تو جاگ کے راتیں گزارنا ہوں گی

ترے لیے مجھے ہنس ہنس کے بولنا ہوگا
مرے لیے تجھے زلفیں سنوارنا ہوں گی

تری صدا سے تجھی کو تراشنا ہوگا
ہَوا کی چاپ سے شکلیں اُبھارنا ہوں گی

ابھی تو تیری طبیعت کو جیتنے کے لیے
دل و نگاہ کی شرطیں بھی ہارنا ہوں گی

ترے وصال کی خواہش کے تیز رنگوں سے
ترے فراق کی صبحیں نِکھارنا ہوں گی

Scanned with CamScanner

یہ شاعری یہ کتابیں یہ آیتیں دل کی
نشانیاں یہ سبھی تجھ پہ وارنا ہوں گی

مجھے اُس سے محبت تھی.....!

مجھے اُس سے محبت تھی
کہ وہ اُس وقت میرے شہر کی بنجر زمیں پر
ابرِ نیساں کا بدن اوڑھے
گلابی کاسنی موسم کے سارے زاویے پہنے
چھریرے سورجوں کی سات رنگوں میں نہائی
آبشاروں کی طرح بہتی، بہکتی، بولتی، بجتی شعاعوں کی سنہری
اُنگلیاں تھامے
بقا کے بام سے دوشِ ہَوا پر نقشِ پا کی دائمی خوشبو دھرے
دَم توڑتے چہروں
بجھی آنکھوں
جلے رستوں
کٹے پیڑوں کی سُوکھی ٹہنیوں کو سُرخرو موسم کی خوشخبری سُنانے
کون جانے کس بہانے آ کے اُترا تھا کہ جب
ہر سُو اُداسی اپنے خیمے نصب کر کے وحشیوں کی
بدنما دُلہن کی صورت ناچتی تھی اور

میرے شہر کی بنجر زمیں کے بے نوا باسی
اُداسی کو اَبد کی دیوداسی جان کر اپنے لہو کی نذر دینا
کارِ اوّل جانتے تھے

مانتے تھے
سب زمینوں کی جبینیں داغنے والوں کو "اَن داتا"
سنہری بالیوں کا بانکپن جن کے بدن، کندن بناتا
اُن کے دروازوں پہ آوازوں کو دفنانے کی عادت اک
عبادت تھی!
مجھے اس سے محبت تھی
کہ اُس نے بے نوا لوگوں کے لب بستہ ضمیروں
کو جگا کر
مُدّتوں سے سر جھکا کر رینگنے والوں کو سینہ تان کر
گردن اُٹھا کر
صف بہ صف چاروں طرف نظریں گھما کر
سب زمینوں کی جبینیں داغنے والوں کے چمکیلے گریبانوں کے
ٹانکوں میں
خود اپنے جسم کے رِستے لہو سے پھوٹتی چنگاریاں بھرنے
کی جُراُت کا ہُنر بخشا،
سُلگتے کھردرے ہاتھوں کی محنت کو ثمر بخشا
مجھے اُس سے محبت تھی
کہ اُس نے وہم کے جالے میں اُلجھی فاختاؤں کو
چمکتے آسمانوں کی بشارت دی
بجھی دھرتی کی شریانوں میں سہمے خون کو تازہ حرارت دی،
مجھے اُس سے محبت تھی

Scanned with CamScanner

کہ اُس نے دار کے ماتھے پہ زخمی انگلیوں سے
زندگی کا نام لکھ کر

اپنے ''ہونے'' کا بھرم رکھا
کہ اُس نے عہد کے سارے اندھیرے چیر کر
سچ کے سویرے میں قدم رکھا

☆

ڈھلے گی وحشی جدائیوں کی یہ رات آخر
چلے گی اپنے وصال سورج کی بات آخر

ہماری تشنہ لبی کے تیور یہ کہہ رہے ہیں
ہمارے پاؤں پڑے گی موجِ فرات آخر

وہ پھینکتا جا رہا تھا شعلوں میں خط کسی کے
جلا دیئے اُس نے اپنے نازک سے ہات آخر

بھلا دیا تیرا ریزہ ریزہ خیال میں نے
بکھر گئی تیرے درد کی کائنات آخر

شکست کھا کر دلیر دلہن کی خودکشی سے
پلٹ گئی اپنے اپنے گھر کو برات آخر

Scanned with CamScanner

مجھے خود اپنی اَنا کے سونے کی جستجُو تھی
گِرا دیا میں نے ذات کا سومنات آخر

یہ ہر قدم پر جو ٹھوکریں کھا رہا ہے محسنؔ
یہ شخص کھائے گا آپ اپنے سے مات آخر

☆

خالق میری خاطِر یہ قربانی دے
میرے شہر کو دل جیسی ویرانی دے

کالی وحشی رات کے حبشی پیکر کو
دودھ نہائی صبحوں کی عریانی دے

سورج ہے تو دھوپ اُگا ہر جنگل میں
بادل ہے تو پیاسے پیڑ کو پانی دے

بنجر لفظ کو طَور سکھا سیلابوں کا
سوُکھے ذہن کو دریا کی طغیانی دے

میری سوچ بڑھاپے تک آ پہنچی ہے

Scanned with CamScanner

مجھ کو پھر سے بچپن کی نادانی دے

جن کے گھر میں درد کی دولت بٹتی ہے
مجھ کو ایسے لوگوں کی دربانی دے

جن کی تہہ میں بھید اُترتے رہتے ہیں
مجھ کو ایسی آنکھوں کی حیرانی دے

محسنؔ تجھ کو یاد کرے کس ناطے سے؟
جانے والے کوئی خاص نشانی دے

☆

اگرچہ میں اِک چٹان سا آدمی رہا ہوں
مگر ترے بعد حوصلہ ہے کہ جی رہا ہوں

وہ ریزہ ریزہ مرے بدن میں اُتر رہا ہے
میں قطرہ قطرہ اُسی کی آنکھوں کو پی رہا ہوں

تری ہتھیلی پہ کس نے لِکھا ہے قتل میرا
مجھے تو لگتا ہے میں ترا دوست بھی رہا ہوں

کھلی ہیں آنکھیں مگر بدن ہے تمام پتھر

Scanned with CamScanner

کوئی بتائے میں مر چکا ہوں کی جی رہا ہوں

کہاں ملے گی مثال میری ستمگری کی؟
کہ میں گلابوں کے زخم کانٹوں سے سی رہا ہوں

نہ پوچھ مجھ سے کہ شہر والوں کا حال کیا تھا
کہ میں تو خود اپنے گھر مین بھی دو گھڑی رہا ہوں

مِلا تو بیتے دنوں کا سچ اُس کی آنکھ میں تھا
وہ آشنا جس سے مدّتوں اجنبی رہا ہوں

بھلا دے مجھ کو کہ بے وفائی بجا ہے لیکن
گنوا نہ مجھ کو کہ میں تری زندگی رہا ہوں

وہ اجنبی بن کے اَب ملے بھی تو کیا ہے محسنؔ
یہ ناز کم ہے کہ میں بھی اُس کا کبھی رہا ہوں

☆

Scanned with CamScanner

گُم سُم سی رہگزر تھی، کنارہ ندی کا تھا
پانی میں چاند، چاند میں چہرہ کسی کا تھا

اب زندگی سنبھال کے لیتا ہے تیرا نام
یہ دل کی جس کو شوق کبھی خودکشی کا تھا

کچھ ابر بھی تھے بانجھ زمیں سے ڈرے ہوئے
کچھ ذائقہ ہَوا میں مری تشنگی کا تھا

کہنے کو ڈھونڈتے تھے سبھی اپنے خدّ وخال
ورنہ مری غزل میں تو سب کچھ اُسی کا تھا

وہ احتیاطِ جاں تھی کہ بے ربطیٔ خیال
سائے پہ بھی گمان مجھے آدمی کا تھا

مشکل کہاں تھے ترکِ محبت کے مرحلے
اے دل مگر سوال تری زندگی کا تھا

وہ جس کی دوستی ہی متاعِ خلوص تھی
محسنؔ وہ شخص بھی مرا دشمن کبھی کا تھا

☆

Scanned with CamScanner

ہمارے ڈوبنے والوں کو کون روتا ہے؟
کہ زیرِ آب پڑی ہیں کچھ اور لاشیں بھی!

مرے لہوُ کی امانت عدو کا زہرِ ستم!
مرے بدن کا اثاثہ تری خراشیں بھی!

کہاں تلک میں پُرانے دنوں کا عشق لِکھوں؟
یہ لوگ اب کوئی تہمت نئے تراشیں بھی!

میں نے اکثر خواب میں دیکھا .....!

میں نے اکثر خواب میں دیکھا
خوف تراشے کہساروں کی گود میں جیسے
اِک پتھریلی قبر بنی ہے
قبر کی اُجلی پیشانی پر
دُھندلے میلے شیشے کی تختی کے پیچھے
تیرا نام لکھا ہے
تیرا میرا نام کہ جس میں
شیشے پتھر جیسی کوئی بات نہیں ہے
تیری شہرت میں بھی

Scanned with CamScanner

میری رسوائی کا ہاتھ نہیں ہے
پھر بھی!
سوچو!!
میں نے اکثر خوب میں دیکھا!!!

☆

اب کیا علاجِ زخمِ دل زار سوچنا؟
گر سوچنا بھی ہے تو سرِ دار سوچنا

جب بھی چمن میں خال و خدِ یار سوچنا
ہر برگِ گل کو ریزۂ رخسار سوچنا

دل پر قیاسِ وسعتِ صحرا تراشنا
خود کو رہینِ کوچہ و بازار سوچنا

منظر بظرفِ دیدۂ بے خواب باندھنا
مطلب بقدرِ فکر طرحدار سوچنا

دن بھر سخاوتِ لب احباب ڈھونڈنا
شب کو عطائے گیسوئے دلدار سوچنا

Scanned with CamScanner

قطرے میں گونجتا ہو جو دریا کا بانکپن
ذرّے کو بھی اثاثۂ کہسار سوچنا

تجھ سے بچھڑ کے اب کے تو یوں ہے کہ بزم میں
بے سود بولنا کبھی بے کار سوچنا

اے اہلِ دشت آبلہ پائی کی لذّتیں!
اِک پَل کو زیرِ سایۂ دیوار سوچنا

محسنؔ لگی نا چوٹ نئی پھر خلوص میں
میں نے کہا نہ تھا کہ مرے یار سوچنا

☆

کب تک تُو اُونچی آواز میں بولے گا؟
تیری خاطر کون دریچہ کھولے گا؟

اپنے آنسو اپنی آنکھ میں رہنے دے!
ریت پہ کب تک ہیرے موتی رولے گا؟

آؤ شہر کی روشنیاں ہی دیکھ آئیں!
کون ہماری خالی جیب ٹٹولے گا؟

Scanned with CamScanner

لاکھ مرے ہونٹوں پر چُپ کی مُہریں ہوں
میرے اندر کا فنکار تو بولے گا!

دیکھ وہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے
اپنا سارا زہر تجھی میں گھولے گا

اے سوداگر چاہت کی جاگیروں کے!
کس میزان میں تُو اِس جنس کو تولے گا

محسنؔ اُس کی نرم طبیعت کہتی ہے!
پَل دو پَل وہ میرے ساتھ بھی ہولے گا

اَزل سے دستِ بُریدہ اُٹھائے پھرتا ہوں
(نذرِ اقبال)

مجھے خود اپنی خموشی سے کچھ گلا بھی نہیں
بھرے جہاں میں کوئی تیرا ہمنوا بھی نہیں
بہت کہوں بھی کہ زندہ ہے دل مگر اس میں
شعورِ درد و مذاقِ خودی رہا بھی نہیں

Scanned with CamScanner

تری نگاہ تو سورج کی سجدہ گاہ بنی!
مری نگاہ مگر خود سے آشنا بھی نہیں
نئے زمان و مکاں کی نئی فضاؤں میں
گئی رُتوں کے تصوّر کا نقشِ پا بھی نہیں
مجھے خود اپنے ہی اشکوں سے شرم آتی ہے
یہ کیا کہ دھوپ بھی چمکی ہے میں جلا بھی نہیں

صدائے کُن فیکُوں ہو کہ ضربِ اِلاّ اللہ
وہ نیند ہے کہ کوی ذہن جاگتا بھی نہیں
تری اذانِ سحر ہو کہ دل کا نالۂ شب
کسی صدا کی سماعت کا حوصلہ بھی نہیں
وہ خامشی ہے کہ ڈرتا ہے دل دھڑکنے سے
وہ تیرگی ہے کہ جگنو کا آسرا بھی نہیں

مرے وطن کے مصوّر میں تجھ سے نادم ہوں
ترے شعور کے خاکے گنوا دِیے میں نے
مرے لبوں پہ سجایا تھا جن کو تُو نے کبھی
وہ گونجتے ہوے نغمے بھُلا دِیے میں نے
رواں تھا جن میں لہُو گم شدہ زمانوں کا
کئی دنوں سے وہ بازُو کٹا دِیے میں نے
ہوائیں جن کی صدا کیلیے ترستی ہیں
وہ لفظ گوشۂ دل میں چھپا دِیے میں نے
تری نواؑ جنھیں سوزِ گلو سکھاتی تھی
ہرے شجر سے وہ پنچھی اُڑا دِیے میں نے

Scanned with CamScanner

میں عصرِ نو کا وہ ٹوٹا ہوا ستارہ ہوں
جسے نصیب ہوئی شہرِ جاں میں دربدری
میں خود مریض ہوں اعضا تھکے ہوئے ہیں مگر
مرے بدن پر سجی ہے قبائے چارہ گری
ازل سے دست بُریدہ اُٹھائے پھرتا ہوں
مگر مجھی سے ہے منسوب رسمِ بخیہ گری
بدن سے برف کی چادر ہٹا نہیں سکتا
مگر مجھی سے ہے قائم وقارِ شُعلہ سَری

مرے وطن کے مصوّر میں تجھ سے نادم ہوں
کہ عصرِ نو کے تقاضوں میں کھو سکتا
یہ انتہا ہے مری تیرہ بختیوں کی کہ میں
خود اپنی مرگِ انا پر بھی رو نہیں سکتا
ترے خیال کے گہرے سمندروں کی قسم
میں اپنا داغِ جبیں تک بھی دھو نہیں سکتا

حیات بھیگتے ہونٹوں کی مسکراہٹ ہے
جنوں ضمیرِ شرر کے سوا کچھ اور نہیں!
اگر ہے روح سفر میں ازل سے تا بہ ابد
تو جسم گردِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں
مجھے دعا کا سلیقہ نہ آسکا اب تک
کہ میں ہلاکِ سفر کے سِوا کچھ اور نہیں
میں جاں بہ لب ہوں مگر اے مرے مسیح نفس!
"مرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں"

Scanned with CamScanner

☆

وہ دن کتنے اچھے تھے جب ساتھی سب سچے
تھے
سچی رُت سچ بُنتی تھی سچ کہتے سچ سُنتے تھے
سچ کے سوچ سمندر میں سچے پار اُترتے تھے
یار وہ قول ہی سچا تھا یار کھرے تو کچے تھے
ماں کی گود میں، ہم نے بھی سچے حرف ہی سیکھے تھے
ہم کو سچ نے مار دیا ورنہ ہم کب ایسے تھے
اب کب تک سچ بولیں گے؟ اب تک کیا سچ سوچے تھے
جس کو سچ پہنایا تھا اُس کے زیور جھوٹے تھے
چارہ گروں کو کیا کہیے! دل کے زخم ہی گہرے تھے
اُس کی سوچ کا ذکر نہیں اس کے کپڑے اُجلے تھے
سورج پوچھتا پھرتا ہے چاند ستارے کس کے تھے؟
ساون ٹوٹ کے برسا تھا پھر بھی دریا پیاسے تھے
کس نے زلف بکھیری تھی؟ خواب مہکتے جاتے تھے
جب تک تُو نزدیک نہ تھا ہم آوارہ پھرتے تھے
محسنؔ سوکھے پیڑوں سے
بادل کتنے اُنچے تھے

Scanned with CamScanner

☆

سانس لیتا ہوں آگہی کے لیے
زندگی وقف ہے علیؑ کے لیے

آسماں جھک رہا ہے صدیوں سے
علم کے در پہ بندگی کے لیے!

ہجر کی شام جلنے لگتے ہیں
ماتمی داغ روشنی کے لیے

ہے ہوائے بہشت سرگرداں
کربلا کی ہر اک گلی کے لیے

ساحلوں سے اُلجھ پڑے دریا
ایک پیاسے کی دوستی کے لیے

مسکراہٹ اُداس کرتی ہے
میں تو روتا ہوں تازگی کے لیے

Scanned with CamScanner

رہگزارِ نجف ہی کافی ہے!
ہم فقیروں کی رہبری کے لیے

جو ستم سہہ کے چُپ رہا محسنؔ
کوئی مجلس پڑھوں اُسی کے لیے

☆

پل بھر کو مل کے اَجرِ شناسائی دے گیا
اِک شخص، ایک عمر کی تنہائی دے گیا

آیا تھا شوقِ چارہ گری میں کوئی مگر
کچھ اور دل کے زخم کو گہرائی دے گیا

بچھڑا تو دوستی کے اثاثے بھی بَٹ گئے
شہرت وہ لے گیا مجھے رسوائی دے گیا

کس کی برہنگی تری پوشاک بن گئی
کس کا لہو تھا جو تجھے رعنائی دے گیا

اب گِن رہا ہوں چاکِ گریباں کی دھجیاں
دیوانگی کا شوق یہ دانائی دے گیا

Scanned with CamScanner

تیرے بدن کا لمس کہاں یاد تھا مجھے
جھونکا ہوا کا درسِ پذیرائی دے گیا

کیونکر نہ زندگی سے زیادہ عزیز ہو
محسنؔ وہ زخم بھی تو مرا بھائی دے گیا

☆

زندگی بے قرار بھی تو نہیں
اب ترا انتظار بھی تو نہیں

ترکِ عہدِ وفا عذاب سہی
دل مگر شرمسار بھی تو نہیں

کس پہ افشا ہوں وحشتیں اپنی
پیرہن تار تار بھی تو نہیں

سرفرازی پہ ناز کون کرے؟
سرخرو شاخِ دار بھی تو نہیں

قافلہ کس طرف گیا ہوگا؟
رہگزر میں غبار بھی تو نہیں

Scanned with CamScanner

راحتیں کس حساب میں لکھیے؟
رنجشوں کا شُمار بھی تو نہیں

جانتے ہیں وہ بے وفا ہے مگر
دل پہ اب اختیار بھی تو نہیں

رنگِ عکسِ خزاں بھی کیا لینا؟
سر پہ قرضِ بہار بھی تو نہیں

دل سے رودادِ غم کہوں کیسے
دل مرا رازدار بھی تو نہیں

☆

اِک پگلی مرا نام جو لے شرمائے بھی، گھبرائے بھی
گلیوں گلیوں مجھ سے ملنے آئے بھی، گھبرائے بھی

رات گئے گھر جانے والی گُم سُم لڑکی راہوں میں
اپنی اُلجھی زلفوں کو سُلجھائے بھی، گھبرائے بھی

کون بچھڑ کر پھر لَوٹے گا، کیوں آوارہ پھرتے ہو؟
راتوں کو اِک چاند مجھے سمجھائے بھی، گھبرائے بھی

Scanned with CamScanner

آنے والی رُت کا کتنا خوف ہے اُس کی آنکھوں میں
جانے والا دُور سے ہاتھ ہلائے بھی، گھبرائے بھی

کیا جانے وہ کون ہے محسؔن جس کی خاطر راتوں کو
تیز ہوا پانی پر نقش بنائے بھی، گھبرائے بھی

اے چارہ گرِ امنِ دو عالم
تو کہاں ہے؟

یہ کون سخی ہے کہ رہِ دل زدگاں میں
گلنار ستاروں کے گہر بانٹ رہا ہے؟
یہ کون مسافر ہے کہ شہرِ غمِ جاں میں
جاگیرِ دل و دیدۂ تر بانٹ رہا ہے
یہ مشتری جنسِ وفا کون ہے، دیکھو!
اِس دور میں جو نقدِ ہُنر بانٹ رہا ہے
اے تیرہ نصیبو اسے پوچھو کہ یہ تاجر
سودائے سَر و دردِ جگر بانٹ رہا ہے
اے کم نظرو! اس کی پرستش کہ یہ فنکار!
بے دام و درم شمس و قمر بانٹ رہا ہے

Scanned with CamScanner

یہ کون سخنور ہے کہ قاتل کی گلی میں
زنجیر کی جھنکار سے بُنتا ہے ترانے
الہام پہ الفاظ کا ملبوس سجا کر
بھرتا ہے تہی دست خیالوں کے خزانے
آندھی میں سجائی ہیں چراغوں کی قطاریں
کہسار پہ تعمیر کیے آئینہ خانے
آنکھوں میں ستاروں کی طرح عکسِ شب و روز
مٹھی میں لکیروں کی طرح بند زمانے!
یہ دل کا کہا مان کے مسرور بھی خوش بھی
تقدیر کے فرمان کو مانے کہ نہ مانے!

یہ کون ہُنر وَر ہے کہ جس نے سرِ مقتل!
ہر دار کی ٹہنی کو کیا خون سے گُلرنگ
آفاق کی وسعت ہے اسے گوشۂ زنداں
احساس کے پیکر پہ تخیل کی قبا تنگ
ہر موجِ مئے تُند رگِ جاں کا کفارہ
ہر قطرۂ خونناب کی تابش پہ سحر دنگ
پلکوں پہ چمکتی ہوئی خاکِ رَہِ یاراں!
پابوس کی ٹھوکر پہ فرِ افسرد اورنگ

اِس خلوتیِ خاک نشینانِ وطن نے
ٹھکرا دیا ملبوسِ زر و اطلس و کمخواب
رُوٹھی ہوُئی اِک صبح کی تسکین کی خاطر
تاریکئ شب سے بھی تراشے کئی مہتاب
دروازۂ زِنداں پہ رقم ہے یہ گواہی

Scanned with CamScanner

آتے ہیں اِسے خانۂ زنجیر کے آداب
یہ گوشہ نشیں ہو تو صبا سے بھی گریزاں
نکلے جو سفر پر تو سمندر بھی ہیں پایاب

اے صبحِ ازل یہ ترا مجروح مؤذّن
اے شامِ اَبد یہ تری منزل کا نشاں ہے
اے مریمِ ہستی یہ ترا چشمۂ آواز!
اے روحِ مسیحا یہ ترا نطق رواں ہے
اے جذبۂ سقراطؑ ترا صدقِ مکمل!
اے حکمتِ لقمان یہ سرمائیہ جاں ہے
گو بارشِ سنگ اس پہ برستی رہی پھر بھی
یہ رونقِ صد انجمنِ شیشہ گراں ہے
سو بار یہ مصلوب ہوُا ہے سرِ بازار
پھر بھی سخن آشفتہ بخوں زیرِ زباں ہے
اے نوعِ بشرؑ اس کی جراحت کا مداوا
اے عظمتِ آدمؑ یہ ترا مرثیہ خواں ہے
دم توڑ رہا ہے ترے خوابوں کا پیمبر
اے چارہ گرِ اَمنِ دو عالم تو کہاں ہے؟

☆

وہ ماہتاب جو ڈوبا ہوُا ملال میں تھا

Scanned with CamScanner

مجھے خبر ہی نہیں ہے میں کس خیال میں تھا

شکست کھا کے بھی میں سُرخرو سا لگتا ہوں
کہ دوستی کا مزا دشمنوں کی چال میں تھا

خراش تھی مرے رُخ پر کہ وہم آنکھوں میں؟
تمام بھید ترے آئینے کے بال میں تھا

عُروجِ نوکِ سناں جب ہُوا نصیب مجھے
فلک پہ کانپتا سُورج حدِ زوال میں تھا

میں ٹوٹتے ہوئے پتّے سنبھالتا کب تک
کہ زرد زہر تو پیڑوں کی ڈال ڈال میں تھا

ترا خلوص پرکھنے کا وقت ہی نہ مِلا
کہ میں اسیر تری نفرتوں کے جال میں تھا

کب اُس نے ٹُوٹ کے چاہا تھا یوں مجھے محسنؔ
یہ معجزہ بھی نہاں اب کے ماہ و سال میں تھا

☆

Scanned with CamScanner

بظاہر لوگ کتنے مہرباں تھے
مگر دُکھ بانٹنے والے کہاں تھے

لبوں پر مُسکراہٹ کی دھنک تھی
لہُو لتھڑے سخن زیرِ زُباں تھے

جو منزل آشنا تھے وہ مُسافر!
پسِ خاکِ غبارِ کارواں تھے

میں ایسے شہر کا باسی تھا جس میں
مکیں پتھّر تھے، شیشے کے مکاں تھے

جلا جب آشیاں تو ہم نے جانا
کہ تنکے بھی ہوا کے رازداں تھے

کسی نے حال تک پُوچھا نہ محسنؔ
ہم اہلِ دل بھی کتنے رائیگاں تھے

☆

زُباں رکھتا ہوں لیکن چُپ کھڑا ہوں

Scanned with CamScanner

میں آوازوں کے بَن میں گِھر گیا ہوں

مِرے گھر کا دریچہ پُوچھتا ہے!
میں سارا دن کہاں پھرتا رہا ہوں؟

مجھے میرے سوا سب لوگ سمجھیں
میں اپنے آپ سے کم بولتا ہوں

ستاروں سے حسد کی انتہا ہے
میں قبروں پر چراغاں کر رہا ہوں

سنبھل کر اب ہواؤں سے اُلجھنا
میں تجھ سے پیشتر بجھنے لگا ہوں

مِری قربت سے کیوں خائف ہے دُنیا
سمندر ہُوں میں خُود میں گونجتا ہوں

مجھے کب تک سمیٹے گا وہ محسنؔ؟
میں اندر سے بہت ٹُوٹا ہوا ہوں

Scanned with CamScanner

☆

چہرے پڑھتا، آنکھیں لکھتا رہتا ہوں
میں بھی کیسی باتیں لکھتا رہتا ہوں؟

سارے جسم درختوں جیسے لگتے ہیں
اور بانہوں کو شاخیں لکھتا رہتا ہوں

تجھ کو خط لکھنے کے تیور بھُول گئے
آڑی ترچھی سطریں لکھتا رہتا ہوں

تیرے ہجر میں اور مجھے کیا کرنا ہے؟
تیرے نام کتابیں لکھتا رہتا ہوں

تیری زُلف کے سائے دھیان میں رہتے ہیں
میں صُبحوں کو شامیں لکھتا رہتا ہوں

اپنے پیار کی پھول مہکتی راہوں میں
لوگوں کو دیواریں لکھتا رہتا ہوں

تجھ سے مِل کر سارے دُکھ دُہراؤں گا
ہجر کی ساری باتیں لکھتا رہتا ہوں

سوُکھے پھول، کتابیں، زخم جُدائی کے

Scanned with CamScanner

تیری سب سوغاتیں لکھتا رہتا ہوں

اُس کی بھیگی پلکیں ہنستی رہتی ہیں
محسنؔ جب تک غزلیں لکھتا رہتا ہوں

☆

حسیں لگتا تھا ہم نے جن دنوں میں اُس کو دیکھا تھا
بسنتی موسموں، بھیگی رُتوں میں اُس کو دیکھا تھا

اُسی کے عکس نے آنکھیں خمارِ خواب سے بھر دیں
چمکتے چاند جیسے آئینوں میں اُس کو دیکھا تھا

جسے اب ریت کے کچے گھروندوں سے محبت ہے
سمندر کے سنہرے پانیوں میں اُس کو دیکھا تھا

جو تنہائی کی چادر اوڑھ کر سوتا ہے رستوں میں
کبھی اِس شہر کی سب محفلوں میں اُس کو دیکھا تھا

Scanned with CamScanner

بگولوں کو پہن کر اب جو صحرا میں بھٹکتا ہے
گُلاب و یاسمن کے جنگلوں میں اُس کو دیکھا تھا

جو اپنے قریۂ دل کی اُداسی سے بہلتا ہے
گھٹاؤں میں گِھری گُم بستیوں میں اُس کو دیکھا تھا

ضرورت ہے جسے اب دُھوپ کا اُجلا کفن محسنؔ
بدن پر برف اوڑھے پربتوں میں اُس کو دیکھا تھا

☆

اس حبسِ بے خلل کی اَدا پر نہ جائیو!
اب گھر کے بام و دَر بھی سنبھل کر سجائیو

تُو حیرتوں کی زد میں گِھری موجِ کم شناس
میں سیلِ بے کنار، مرے مُنہ نہ آئیو!

آنکھوں میں ایک اشک ہے باقی ہوائے شام
یہ آخری دیا ہے، اِسے مت بجھائیو!

ہونا ہیں آسماں سے "شہابوں" کی بارشیں
گر ہو سکتے تو گھر کا اندھیرا بچائیو

Scanned with CamScanner

یا عام کیجیو نہ جنوں کی حکایتیں!
یا شہر چھوڑ دیجیو، صحرا بسائیو!

ہر شخص کب سنبھال سکے گا متاعِ درد؟
ہر شخص کو نہ اپنی کہانی سُنائیو!

محسنؔ دیارِ ہجر میں لازم ہے احتیاط
رستہ کٹھن سہی، کہیں ٹھوکر نہ کھائیو

☆

محبتوں میں اذیت شناز کتنی تھیں!
بچھڑتے وقت وہ آنکھیں اُداس کتنی تھیں!

فلک سے جن میں اُترتے ہیں قافلے غم کے
مری طرح وہ شبیں اُس کو راس کتنی تھیں

غلاف جن کی لحد پر چڑھائے جاتے ہیں
وہ ہستیاں بھی کبھی بے لباس کتنی تھیں؟

بچھڑ کے تجھ سے کسی طور دِل بہل نہ سکا

Scanned with CamScanner

نِشانیاں بھی تری میرے پاس کتنی تھیں!

اُتر کے دل میں بھی آنکھیں اُداس لوگوں کی
اسیرِ وہم و رہینِ ہراس کتنی تھیں!

وہ صورتیں جو نکھرتی تھیں میرے اشکوں سے
بچھڑ کے پھر نہ ملیں ناسپاس کتنی تھیں

جو اُس کو دیکھتے رہنے میں کٹ گئیں محسنؔ
وہ ساعتیں بھی محیطِ حواس کتنی تھیں

☆

یہ سال بھی اُداس رہا رُوٹھ کر گیا
تجھ سے ملے بغیر دسمبر گزر گیا

عُمرِ رَواں خزاں کی ہوُا سے بھی تیز تھی
ہر لمحہ برگِ زرد کی صورت بکھر گیا

کب سے گھرا ہوُا ہوُں بگولوں کے درمیاں؟
صحرا بھی میرے گھر کے دروبام پر گیا

دل میں چٹختے چیختے وہموں کے بوجھ سے

Scanned with CamScanner

وہ خوف تھا کہ رات مَیں سوتے میں ڈر گیا

جو بات معتبر تھی وہ سر سے گزر گئی!
جو حرف سرسری تھا وہ دل میں اُتر گیا

ہم عکسِ خونِ دل ہی لُٹاتے پھرے مگر
وہ شخص آنسوؤں کی دھنک میں نکھر گیا

کیا دشمنی تھی چاند کو گھر کے چراغ سے؟
گھر بُجھ گیا تو چاند ندی میں اُتر گیا

محسنؔ یہ رنگ رُوپ یہ رونق بجا مگر
میں زندہ کیا رہوں کہ مرا جی تو بھر گیا

اِس سے پہلے کہ ہم.....!

اس سے پہلے کہ ہم
اپنے اپنے سفر کا ارادہ کریں

اس سے پہلے کہ سُورج کی پہلی کرن
شب کی شہ رگ میں پھیلے ہوئے زہر میں ڈوب کر
دل کی دھڑکن کو ڈسنے لگے

Scanned with CamScanner

اس سے پہلے کہ آنکھوں پہ ہر سمت سے
ہجر کا کرب کا جل برسنے لگے

اس سے پہلے کہ نیندوں کی ویراں سرائے میں سوئے ہوئے

خواب ڈرنے لگیں
اس سے پہلے کہ ہم
اپنے اپنے اندھیرے کی تنہائیوں میں اُترنے لگیں
(فکرِ شام وسحر سے گزرنے لگیں)
آؤ اپنے گزشتہ شب و روز کی دُھوپ چھاؤں سے
مہکے ہوئے موڑ پر

گردِ رنج و اَلم سے اَٹی سیپیاں
"درگزر" کی دبی خواہشوں سے بھریں
کھل کے باتیں کریں!!
آخری بار اِک دوسرے کے لیے
اپنے دیدہ و دل کے اُفق پر رَقم حرفِ سادہ کریں
آخری بار اشکوں سے دل میں چراغاں
زیادہ کریں

اِس سے پہلے کہ ہم
اپنے اپنے سفر کا ارادہ کریں!!

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

طلوعِ اشک

محسنؔ نقوی

محسنؔ طلوعِ اشک دلیلِ سحر بھی ہے
شب کٹ گئی چراغ بجھا دینا چاہیے

Scanned with CamScanner

ترتیب

☆ انتساب
☆ بے وارث لمحوں کی مقتل میں محسن نقوی

غزلیں ، نظمیں

1۔ تر ہوئے خُس میں کبھی خاک پہن کر آئے
2۔ اشک اپنا کہ تمہارا، نہیں دیکھا جاتا
3۔ اب اے میرے احساسِ جُنوں، کیا مجھے دینا
4۔ خُمارِ موسمِ خوشبو حدِ چمن میں کُھلا
5۔ رِشتہءِ تشنہ لبی وقت سے جوڑا جائے
6۔ رات ہمارا غم شناس، تھا وہ، مگر وُہ تو نہ تھا
7۔ زندگی، لوگ جسے مرہمِ غم جانتے ہیں
8۔ ہم ایسے لوگ بھت ھیں
9۔ مغرور ہی سہی، مجھے اچھا بہت لگا
10۔ عجیب خوف مسلّط تھا کل حویلی پر
11۔ طلب کو اجر نہ دوں، فکرِ رہگزر نہ کروں
12۔ شکل اُس کی تھی دلبروں جیسی
13۔ سالگرہ
14۔ جگنو، گُہر، چراغ، اجالے تو دے گیا
15۔ سانسوں کے اِس ہُنر کو نہ آساں خیال کر
16۔ کچھ تو عہدِ خوں فشانی اور ہے
17۔ تمہیں، کس نے کھا تھا
18۔ ابھی کھاں ھے وہ ساعت؟
19۔ خوشبو ہے، دھنک ہے چاندنی ہے
20۔ لگے نہ کیوں خود سے مجھ کو پیارا، کبھی سمندر کبھی ستارہ
21۔ سخنوروں کا جو محسن کبھی ارادہ کرو
22۔ جب ہجر کے شہر میں دُھوپ اُتری میں جاگ پڑا تو خواب ہوا

Scanned with CamScanner

23۔ نظارۂ جمال میں شامل ہے آئینہ
24۔ ہوائے ہجر میں جو کچھ تھا اب کے خاک ہوا
25۔ آنکھ میں بے کراں ملال کی شام
26۔ اے مری بے سہاگ تنہائی
27۔ ہمارے بعد سفیرِ صبا ہے آخر کون؟
28۔ کب سے تم نے اپنایا اِس طرح کا ہو جانا
29۔ زندگانی کی رمق مانگتے ہیں
30۔ رہروِ جادۂ بقا بھی مَیں
31۔ اے مرے کم نشاں!
32۔ کبھی یاد آؤ تو اِس طرح......!
33۔ اور دے گی سفر کو طول ہوا
34۔ میں کہاں تیری داستاں سے الگ؟
35۔ ضدوں سمیت کبھی دل کو چھوڑنا ہوگا
36۔ بول ہوا اُس پار زمانے کیسے ہیں
37۔ سو بار اُجڑ کے پھر بسا ہوں
38۔ قبیلے والو!
39۔ قدرِ جوہر ہے جو پندار سمیت
40۔ موسمِ کربِ انتظار بھی جھوٹ
41۔ تن پہ اوڑھے ہوئے صدیوں کا دُھواں شامِ فراق
42۔ دیکھ رہینِ احتیاط، یوں نہ ابھی سنبھل کے چل
43۔ اِس دُھوپ میں یہ فیض بھی اب مرحمت نہ کر
44۔ شامِ افسردہ سے کہہ دو کہ قریب آ جائے
45۔ رات کی زُلفیں برہم برہم
46۔ سجا کے سر پہ ستاروں کا تاج رکھتا ہے
47۔ وہ بچھڑ کر جو مِل گیا پھر سے
48۔ یہ خوشبو کے بکھر جانے کا موسم!
49۔ فنکار ہے تو ہاتھ پہ سورج سجا کے لا
50۔ دل میں اور چشمِ تر میں کیا کچھ تھا
51۔ میرے کمرے میں اُتر آئی خموشی پھر سے!
52۔ اتنی فرصت نہیں اب اور سخن کیا لکھنا؟
53۔ اس کو بجھنے سے بچا لے اے غمِ یار کی رات
54۔ کبھی غزل میں در آیا کبھی فسانہ ہوا
55۔ مرا ہونا نہ ہونا......!

Scanned with CamScanner

56۔ پاگل لڑکی
57۔ میرے نام سے پہلے
58۔ دُور تک پھیلا ہے صحرائے اَجل
59۔ وسعتِ چشم تر بھی دیکھیں گے
60۔ راحتِ دل متاعِ جاں ہے تُو
61۔ اب تو یوں دیدۂ تر کھلتا ہے
62۔ منصب بقدرِ قامتِ کردار چاہیے
63۔ تھک جاؤ گی
64۔ یہ مرا شہرِ صحرا صفت!
65۔ جستجو میں تیری پھرتا ہوں نجانے کب سے
66۔ ہَوا چلی بھی تو خود سے ڈرا دیا ہے مجھے
67۔ تُم نہیں، بچپن کی ضِد میں تم سی کتنی لڑکیاں
68۔ کاش ہم کھل کے زندگی کرتے!
69۔ ستم کو مصلحتِ حُسنِ تغافُل کو ادا کہنا
70۔ سُن لیا ہم نے......!
71۔ اتنا خالی تو گھر نہیں، ہم ہیں
72۔ تیرے بعد......!
73۔ بھولے بسرے ہوئے بام و در کے لیے خواب کیا دیکھنا؟
74۔ نفس کو درد سے حاصل فراغ ہونا تھا
75۔ شام ہی شام پیش و پس اور ہوا کا سامنا
76۔ ابھی نہ رُکنا......!
77۔ حال مت پُوچھ عشق کرنے کا!
78۔ رات بھی ہے سفر بھی جگنو بھی
79۔ دِل نے تنہا جھیلی رات
80۔ عہد نامہ
81۔ نئی طرح سے نبھانے کی دل نے ٹھانی ہے
82۔ کبھی جو چھیڑ گئی یادِ رفتگاں محسن
83۔ دِل تری رہگذر میں کھو بیٹھے
84۔ کیسا عِلم تھا وہ جذبوں کے رفُو کا عالم
85۔ درد سے بے نیاز ہونے دے
86۔ وہ لڑکی بھی ایک عجیب پہیلی تھی
87۔ اور کیا ہیں اپنی بزم آرائیاں
88۔ کون یاد آتا ہے؟

Scanned with CamScanner

89۔ ترکِ محبت کر بیٹھے ہم ضبطِ محبت اور بھی ہے
90۔ اب کے سفر میں تشنہ لبی نے کیا بتلائیں کیا کیا دیکھا؟
91۔ آنکھ بے منظر طلب نے آرزو ایسی نہ تھی
92۔ تو کیا ھوگا......!
93۔ دِل کہاں کربِ دِل آزاری کہاں
94۔ خواب آنکھوں میں چبھو کر دیکھوں
95۔ میں ترے شہر سے گذرا تو......!
96۔ بکھرتا جسم میری جاں کتاب کیا ہوگا؟
97۔ ختم ہوئے پیغام سلام
98۔ ابھی کیا کہیں......؟
99۔ چمن میں جب بھی صبا کو گلاب پوچھتے ہیں
100۔ کہہ گئی چشمِ تر کی حیرانی
101۔ روشنی جب مرے مکان میں ہو!
102۔ سُنا ھے زمیں پر......!
103۔ سُورج کا خوف دل سے بھلا دینا چاہیے
104۔ سفر جاری رکھے (خالد شریف کے لئے)

Scanned with CamScanner

انتساب!

تُو غزل اوڑھ کے نکلے کہ دھنک اوٹ چھپے؟
لوگ جس روپ میں دیکھیں، تجھے پہچانتے ہیں

یار تو یار ہیں، اغیار بھی اب محفل میں
مَیں ترا ذکر نہ چھیڑوں تو بُرا مانتے ہیں

کتنے لہجوں کے غلافوں میں چھپاؤں تجھ کو؟
شہر والے مِرا ''موضوعِ سخن'' جانتے ہیں

مُجھے ٹھیک سے یاد نہیں کہ مَیں نے پہلا شعر کب کہا تھا۔ (یہ بہت پہلے کی بات ہے) مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے پہلا ''سچ'' کب بولا تھا؟ (یہ بھی شاید بہت پرانا قصہ ہے) پہلا شعر۔ اور پہلا سچ۔ کون یاد رکھتا ہے؟۔ اور اتنی دُور پیچھے مُڑ کر دیکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اُدھر کون سی روشنی ہے؟ گھپ اندھیرے کی ریت پر ہانپتے ہوئے چند بے وارث لمحے۔ پچھتاوے کی زد میں جانے کب اور کہاں کھو گئے۔؟

مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔ کُچھ بھی تو یاد نہیں

''ماضی'' بھی کتنا بخیل ہے۔ کبھی کبھی تو حافظے کی غُربت کو نچوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اور پھر اندھے کنوئیں کی طرح کُچھ بھی تو نہیں اُگلتا۔ اپنے اندر جھانکنے والوں سے پوری بینائی وصول کرتا ہے بیتے دِنوں کے اُس گھپ اندھیرے میں بھی کیا کچھ تھا۔؟

میرا کچا مکان (جس کی چھت کی کڑیوں سے میری سانسیں اُڑی ہوئی تھیں اُس مکان میں جلتا ہوا مٹی کا ''دیا''۔ جس کی پھیکی روشنی نے مجھے لفظوں کے باطن میں اُترنے کا حوصلہ بخشا۔ گم صُم گلیوں میں کھیلتی ہوئی آوارہ دُھوپ۔ جس نے مجھے اُداس راتوں کے پُر ہوَل سناٹے سے اُلجھنے کا سلیقہ سکھایا۔ مَیلی دیواروں پھسلتی ہوئی چاندنی۔ جو رائیگاں ہونے کی بجائے میرے خوابوں کی بے آواز بستی کا اثاثہ بن گئی۔ دُھول میں لپٹی ہوئی بے خوف ہَوا جو میرے مسلسل سفر کی اکیلی گواہی بن کر مجھے دِلاسہ دیتی رہی۔ ناہموار آنگن میں ناچتی لُو سے جھلستے چہروں کی مشقت جس نے مجھے محرومیوں سے سمجھوتے کا انداز مستعار دیا۔ خشک ہونٹوں پر جمی ہوئی مسکراہٹ۔ جس نے مصائب و آلام کی بارش میں مجھے زندہ رہنے کا اعتماد عطا کیا۔ سہمی صبحیں۔ گونگی دوپہریں۔ بہری شامیں اور اندھی راتیں۔ کتنی کہانیوں

Scanned with CamScanner

کو بُنتے بُنتے راکھ ہو گئیں۔ اور ان کہانیوں کا کوئی ایک ریزہ بھی میرے پاس نہیں ہے۔ میرا سب کچھ میرے ماضی کے پاس گروی ہے۔

اِس ''سب کچھ'' میں میرا ہنستا کھیلتا، پہیلیاں بوجھتا اور شرارتیں سوچتا بچپن بھی شامل ہے جسے اُس کے کِھلونوں سمیت میرے ماضی نے میری دسترس سے دُور دفنا کر۔ اُس کے نقوش کُھرچ ڈالے ہیں۔

ماضی کو کون سمجھائے کہ بچپن تو ہوتا ہی یاد کرنے کے لیے ہے۔ مگر میرا بچپن؟ کِسی دیوار کی اوٹ جلتے دہکتے تندور سے باہر جھانکتے شُعلوں سے اُڑتی چنگاریوں کی طرح۔ جیسے فضا میں بکھر کر کہیں بجھ گیا ہے۔ دُور بہت دُور فضا میں تحلیل ہوتے ہوئے دُھویں کے اُس پار کتنی شفیق آنکھیں کتنے صبیح چہروں سے پھُوٹتی ہوئی دُعاؤں کی کُہر اور کِتنی نیک رُوحوں کے قُرب کی پاکیزہ خوشبُو آج بھی میرے تپتے تپکتے دِل کی لَو دیتی رگوں میں برفیلے لمس کی شبنم انڈیلتی محسوس ہوتی ہے۔

اور اب کیا کیجیئے۔ کہ اب تو آتے جاتے موسموں کا سَبھاؤ صرف سوچوں کے بہاؤ پر منحصر ہے معصُوم جذبوں کا بھولپن اب فقط شکستہ قلم کے شہ رگ سے ٹپکتے ہوئے لہو کے بے ترتیب قطروں میں کبھی کبھی اپنا دُھندلا سا عکس دیکھ لیتا ہے۔ اور رائیگاں جاگتی آنکھیں صِرف تنہائی کی لوریوں سے بہل کر سو جاتی ہیں یا کہیں کھو جاتی ہیں۔

کُہرام مچاتی سانسوں کے اس جاں گداز اور آبلہ نواز سفر میں کیا کیا لوگ اپنا اپنا روگ دل میں لیے دُھول اُڑاتے سنّاٹے کا رِزق ہوئے۔ کیسی کیسی رنگ رچاتی محفلیں اپنے توانا ہنگاموں سمیت پلک جھپکتے آنکھ سے اوجھل ہو گئیں۔ کیا کیا کُندن چہرے اب اپنی پہچان کا حوالہ مُجھ سے طَلب کرتے ہیں۔

جیسے مَیں ان دنوں بے وارث لمحوں کے مقتل سے گذر رہا ہوں۔ لمحوں کا مقتل جس میں شامِ غریباں آہستہ آہستہ اُتر رہی ہے۔

لمحوں کے اِس مقتل میں میری مسافت ختم ہوتی ہے نہ شامِ غریباں کا دُھواں سرد پڑتا ہے۔ میرے پاؤں میں آبلے بندھے ہوئے ہیں۔ جسم بارشِ سنگِ ملامت سے داغ داغ اور ہونٹ مسلسل مصروفِ گفتگو۔ مگر کِس سے؟ شاید رفتگاں کا راستہ بتاتی ہوئی دُھول سے یا اپنے تعاقب میں آنے والے اُن رہروؤں کی آہٹوں سے؟ جو سفر کے اگلے موڑ پر مسلّط سنّاٹے سے بے خبر ہیں۔ سنّاٹا۔ جو کبھی کبھی دِل والوں کی بستی پر شبخُون مار کر ساری سوچیں تمام جذبے اور کچّے خواب تک نگل لیتا ہے۔

میرا قبیلہ میرے کَرب سے نا آشنا ہے۔ میرے ساتھ جن ہجر والوں نے سفر آغاز کیا تھا وہ یا تو راستے کی گرد اوڑھ کر سو چکے ہیں' یا مجھ سے اوجھل اپنی اپنی خندقیں کھودنے میں مصروف ہیں۔ اور مَیں کل کی طرح آج بھی ''اکیلا'' ہوں۔

میرے ارد گرد خراشوں سے اَٹے ہوئے کچھ اجنبی چہروں کے کٹے پھٹے خدوخال ہیں۔ بھُوک سے نڈھال بے نطق ولب اُدھوری سوچوں کے پنجر۔ ریزہ ریزہ خوابوں کی چبھتی ہوئی کرچیاں۔ محرومیوں کے بوجھ تلے رینگتی خواہشوں کی ٹیڑھی میڑھی قطاریں۔ دَم توڑتی محبتوں کی بے ترتیب ہچکیاں۔ پابُریدہ حسرتیں۔ سَربہ زانو واہمے۔ اور بدن دَریدہ اندیشے۔ ایسے اُجاڑ سَفر میں کون میرے دُکھ بانٹنے کو میرے

Scanned with CamScanner

ساتھ چلے۔؟ یہاں تو ہوَا کے سہمے ہوئے جھونکے بھی دَبے پاؤں اُترتے اور چُپ چاپ گذرتے ہیں۔ یہاں کون میرے مجروح جذبوں پر دلاسوں کے ''پھاہے'' رکھے؟ کِس میں اتنا حوصلہ کہ میری روداد سُنے؟ کوئی نہیں۔ سوائے میری سخت جان تنہائی کے۔ جو میری خالی ہتھیلیوں پر قسمت کی لکیر کی طرح ثبت ہے۔ میرے رتجگوں کی غمگسار اور میری تھکن سے چوُر آنکھوں میں نیند کی طرح بھر گئی ہے۔

سنگلاخ تنہائی کے اس بنجر بن میں دہکتے مہکتے جذبوں کے گُلاب اُگانا اور اُنہیں بے ربط آنسوؤں سے شاداب رکھنا میرا منصب بھی ہے اور میرا فن بھی۔ بس اِسی دُھن میں سکوت کے ہولناک صحرا میں لمحہ لمحہ سوچوں کی بستیاں بسا کر اُن میں لفظوں کے رنگ رنگ چراغ روشن کرتا ہوں جانے کب سے جانے کب تک؟

ہوَا مجھ سے برہم، سناّٹا میرے تعاقب میں، حوادث مجھ سے دست و گریباں، صُبحیں مُجھ سے گریزاں اور شامیں، میری آنکھوں پر اندھیرا ''باندھنے'' کے لیے مضطرب۔ مگر مَیں (مسافت نصیب، سفر مزاج)۔ ''گزشتہ'' کی راکھ پر ''آئیندہ'' کی دیوار اُٹھا کر اُس کی منڈیر پر اپنی آنکھیں جلا رہا ہوں تاکہ میرے بعد آنے والوں کی تھکن لمحہ بھر کو سستا سکے۔

مَیں۔ تلخیاں بانٹتی اور تنہائیاں چھڑکتی ہوئی زندگی سے قطرہ قطرہ ''سچ'' کشید کرتا اور پھر اِس روشن ''سچ'' کی دمکتی ہوئی پیشانی سے پھُوٹتی شعاعوں کے ریشم سے بُنے ہوئے خیالوں کی رِدا پر ''شاعری'' کاڑھتا ہوں۔

شعر کہنا میرے لیے نہ تو فارغ وقت کا مشغلہ ہے اور نہ ہی ''خودنمائی'' کے شوق کی تکمیل کا ذریعہ۔ بلکہ اپنے جذبات و محسوسات کے اظہار کے لیے مجھے ''شاعری'' سے بہتر اور موثر پیرایہ ملتا ہی نہیں۔ میرے لاشعُور کی تہہ میں بکھرے ہوئے تجربے اور مشاہدے حرف حرف اور نقطہ نقطہ شعُور کی پلکوں سے حواس کے آئینہ خانہ میں اُترتے اور ''شعر'' کی صُورت میں بکھرتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر کبھی میرا قلم اور کبھی موجِ صَدا اکا ''زیروبم'' انہیں امانت کے طور پر بصارتوں، بصیرتوں اور سماعتوں تک پہنچاتا ہے کیا جانے کب سے میری فگار اُنگلیاں کائنات کے خدوخال کو ذات کے شیشے میں سمیٹنے کا قرض ادا کر رہی ہیں۔ اور میرا ''خونچکاں خامہ'' اپنے عہد کے انسان کا کرب کرُید کر اُس میں پوشیدہ خواہشوں اور حسرتوں کو کاغذی پیرہن پر سجانے میں مصروف ہے؟ مجھے نہیں معلوم کہ فن کے صحرا میں اَب تک مَیں نے کِتنا سفر طے کیا ہے؟ مَیں پیچھے مُڑ کر دیکھنے کا عادی نہیں ہوں۔ (جیسے پلٹ کر دیکھنے سے مَیں ''پتھر'' ہو جاؤں گا)۔

مَیں قدم قدم نئی جہت کی تلاش میں سرگرداں ہوں، (ورنہ کی بجائے) کہ ایک ہی سمتَ میں ایک ہی انداز سے چلتے رہنے کی یکسانیت اور ایک جیسی رفتار نہ صرف سفر کی کشش کو چاٹ لیتی ہے بلکہ حصولِ منزل کا اعتماد بھی چکنا چوُر ہو کر رہ جاتا ہے۔

میرے سفر کی ڈور کا دوسرا سِرا میری سانس سے بندھا ہوُا ہے میں لمحہ بھر کو رُک گیا تو یہ ڈور ٹوٹ جائے گی۔

کسی بھی حساّس اور سنجیدہ فنکار کے لیے مشکل ترین مرحلہ اُس کے اپنے عہد کے تقاضوں کا ادراک اور ان تقاضوں کے مطابق موضوع کا انتخاب ہوا کرتا ہے۔ جو فنکار اپنے عہد سے بے خبر رہ کر تخلیق کی مشقت کرتا ہے وہ خود کلامی کی بھوُل بھلیّوں میں بھٹک کر رہ

تو رجعت پسندی کے مرض میں مُبتلا ہو جاتا ہے یا تشکیک کی زد میں ابہام کا شکار ہو کر فکری اِنتشار کے برزخ کی ''بے سمتی'' میں اپنا آپ گنوا بیٹھتا ہے۔ میرے نزدیک یہ باتیں کرنا اس لیے بھی ضروری ہیں کہ

عصری جبر، سماجی گھٹن، سیاسی حبس اور طبقاتی تضاد کی دَلدَل میں دھنسے ہوئے جس معاشرے میں مجھے جذبوں کے اظہار کا اِذن مِلا ہے وہ بذاتِ خود تشکیک و ابہام اور سکوت و تحیرّ کی سیاہ چادر اوڑھ کر سانس روکے ہوئے زندگی کی ساعتیں گِن رہا ہے۔ عدل و انصاف کے مقابلے میں ظلم اپنے پر پھیلائے دم توڑتے اِنسان کی ہچکیاں نِگل رہا ہے۔ رستے مقتل بن گئے ہیں چوراہوں سے بارُود اُگ رہا ہے، بازاروں میں درندگی برہنہ رقص رَچا رہی ہے، ''سچ'' سرِعام مصلوُب اور جھوٹ بَرملا مسند آراء ہے جُرم رواج بن گیا ہے۔ غارت گری روایت میں شامل ہو رہی ہے، دہشت گردی سے شہر سہمے ہوئے، وحشت صحراؤں پر مسلّط، لہوُ کے رشتے کچے دھاگوں کی طرح ٹوٹ رہے ہیں۔

یوں لگتا ہے جیسے ظلم و ستم کی سیاہ رات نے سوُرج کو چَبا ڈالا ہے۔ دُکھ درد اور کَرب کی اس مسلسل رات، بے یقینی اور مایوسی کی دُھول سے اَٹی ہوئی رات میں میری شاعری ''طلوُعِ اشک'' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

''طلوُعِ اشک'' کی شاعری اپنے عہد میں بڑھتی ہوئی نفرتوں کے خلاف انسانی سانسوں کے ریشم سے بُنے ہوئے اُن نازک جذبوں اور دائمی رشتوں کا ایک دھیما سا احتجاج ہے جن کی پہچان کا واحد حوالہ محبت ہے۔

''محبت'' جو کدورتوں کی آگ میں جلتے جھلستے جنگلوں کے اُس پار زیتوُن کی وہ شاخ ہے جس کی خوشبو کا دوسرا نام ''امن'' ہے۔

''طلوُعِ اشک'' میں نہ تو آپ کو عملی جد و جہد سے محروم کوئی ''دعویٰ'' نظر آئے گا۔ اور نہ ہی بے مقصد ''ہنگامہ آرائی''۔

کیونکہ اپنے چاروں طرف بکھرے ہوئے ظلم، پھیلی ہوئی نفرت اور افراتفری کے باوجود مَیں ابھی تک اِنسانی رشتوں کی اہمیت، رُوح کی گہرائیوں میں پھیلتے پھُولتے جذبوں کی توانائی، دائمی اَمن کی عالمگیر کشش، ''سچ'' کی فتحمندی اور ادراک و آگہی پر ''محبت'' کے تسلُط سے نہ تو مایوُس ہوُا ہوں اور نہ ہی منحرف۔

مجھے یقین ہے کہ جب تک کائنات میں اِنسان کا وجُود باقی ہے۔ محبت اپنے توانا جذبوں کی صداقت سمیت باقی رہے گی۔ میں نے محبت کو اپنے احساس، ادراک اور آگہی کی اساس بنایا ہے۔ اِسے دُھوپ دُھوپ سمیٹا ہے اور پھر اپنے ''اشعار'' میں رنگ رنگ بکھیرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی سب کچھ میرا فن بھی ہے اور متاعِ فن بھی۔

جہاں تک اپنے فن کے قد و قامت کی ''بے محل'' نمود و نمائش کا تعلق ہے مَیں ہمیشہ اس سے اجتناب کرتا ہوں، نہ ہی ''خودستائی'' کی بوسیدہ قبا اوڑھ کر ''دوسروں'' کو اپنی طرف متوجہ کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔

آخر ''سستی شہرت'' کے لیے اپنی قیمتی ''اَنا'' کو چھلنی کرنے کی ضرورت کیا اور شوق کیوں؟ کہ دُنیا میں جو ہے اُسے اپنے ''اثبات'' کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں اور جو''

Scanned with CamScanner

نہیں‘‘ ہے اُس کے ’’ہونے‘‘ پر اصرار بے معنی۔ خیر یہ الگ بحث ہے۔

مجھے اپنے تخلیقی سفر کے آغاز سے اب تک کیسے کیسے صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑا؟ کس جان لیوا کرب کی شدّت میں سانس لینا پڑا؟ کیسی کیسی چوٹ کھا کر مُسکرانا پڑا؟ یہ کہانی دُہرانے کا وقت ہے نہ فرصت۔ (پھر سہی)

ابھی آپ جلدی میں ہیں۔ اور مجھے بھی اپنا سفر جاری رکھنا ہے۔ میری آنکھیں اندھیروں کا تسلّط قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ میں اندھی رات کے جبر کے خلاف کِسی ایک کرن، کِسی ایک چنگاری، کِسی ایک آنسو کی طلب میں لمحو کا مقتل جھیل رہا ہوں۔ اور اپنے گرد بکھری ہوئی دست و پابُریدہ خواہشوں کی پُرسش میں مصروف بھی۔ اندھی رات کے مسلسل جبر کے خلاف کوئی جگنو، کرن، چنگاری یا کوئی ایک آنسو مجھے کچھ دیر اور جینے کا حوصلہ دے سکتا ہے۔ مَیں کچھ اور جاگ سکتا ہوں کہ مسلسل جاگتے رہنے کا اعزاز یہ کِسی زندہ، روشن اور دہکتے ہوئے سورج کی صورت میں نہ سہی ہلکی روشنی کی علامت کے طور پر ہی میری آنکھوں کو صدیوں تک کے لیے اُجلے خوابوں کی دھنک میں مست اور مگن رکھ سکتا ہے۔ اگر آپ اندھی رات کے جبر کے خلاف میرے ساتھ محبت اور امن کی روشنی بن سکتے ہیں تو اپنی آنکھیں میرے لفظوں میں اُنڈیل دیں کہ یہی میرے لیے روشنی کا استعارہ بن جائیں۔ ورنہ میری تنہائی میرے بغیر اُداس ہوگی۔

محسن نقوی

جمعرات ۲۸ مئی ۱۹۹۲ لاہور

Scanned with CamScanner

☆

تَر ہوئے خوں میں کبھی خاک پہن کر آئے
ہم ہمیشہ نئی پوشاک پہن کر آئے

اِک عجب رنگ سے نکلا وہ سرِ راہ کہ لوگ
جِسم پر دیدۂ بے باک پہن کر آئے

ہم نے صدیوں کی ہتھیلی پر رکھی ہیں آنکھیں!
کوئی لمحہ ترا اِدراک پہن کر آئے!!

سانحہ کون سا گزرا ہے صَبا سے پوچھو
چند جھونکے خس و خاشاک پہن کر آئے

اشکِ شہرِ شبِ غم اپنی دُعا ہے کہ کبھی
مثلِ خورشید تُو افلاک پہن کر آئے

زخم کو ضِد تھی مسیحائی سے اَب کے ورنہ
حرفِ مَرہم کئی چالاک پہن کر آئے

آج ملنا تھا اُسے زخم چھپا کر محسنؔ
ہم مگر جامۂ صد چاک پہن کر آئے

☆

اشک اپنا کہ تمہارا، نہیں دیکھا جاتا
اَبر کی زد میں ستارا، نہیں دیکھا جاتا

اپنی شہ رگ کا لہو تَن میں رواں ہے جب تک
زیرِ خنجر کوئی پیارا نہیں دیکھا جاتا

Scanned with CamScanner

موجِ دَر موج اُلجھنے کی ہَوَس بے معنی!
ڈُوبنا ہو تو سہارا نہیں دیکھا جاتا

تیرے چہرے کی کشش تھی کہ پلٹ کر دیکھا
ورنہ سُورج تو دوبارہ نہیں دیکھا جاتا

آگ کی ضِد پہ نہ جا، پھر سے بھڑک سکتی ہے
راکھ کی تہہ میں شرارہ نہیں دیکھا جاتا

زخم آنکھوں کے بھی سہتے تھے کبھی دل والے
اب تو ابرو کا اشارہ نہیں دیکھا جاتا

کیا قیامت ہے کہ دِل جس کا نگر ہے محسنؔ
دل پہ اُس کا بھی اجارہ نہیں دیکھا جاتا

☆

اب اے مِرے اِحساسِ جُنوں، کیا مجھے دینا؟
دریا اُسے بخشا ہے تو صحرا مجھے دینا

تم اپنا مکاں جب کرو تقسیم تو یارو..!
گرتی ہوئی دیوار کا سایہ مجھے دینا!

جب وقت کی مُرجھائی ہوئی شاخ سنبھالو
اس شاخ سے ٹوٹا ہوا لمحہ مجھے دینا

تم میرا بدن اوڑھ کے پھرتے رہو ۔ لیکن
ممکن ہو تو اِک دن مِرا چہرہ مجھے دینا

چھُو جائے ہوا جس سے تو خوشبو تری آئے
جاتے ہوئے اِک زخم تو ایسا مجھے دینا

Scanned with CamScanner

شب بھر کی مسافت ہے گواہی کی طلبگار
اے صبحِ سفر! اپنا ستارہ مجھے دینا

اِک درد کا میلہ کہ لگا ہے دِل و جاں میں
اِک رُوح کی آواز کہ "رستہ مجھے دینا"

اِک تازہ غزل اذنِ سخن مانگ رہی ہے
تم اپنا مہکتا ہوا لہجہ مجھے دینا!

وہ مُجھ سے کہیں بڑھ کے مصیبت میں تھا محسن
رہ رہ کے مگر اُس کا دِلاسہ مجھے دینا

☆

خُمارِ موسمِ خوشبو حدِ چمن میں کُھلا
مری غزل کا خزانہ ترے بدن میں کُھلا

تم اُس کا حُسن کبھی اُس کی بزم میں دیکھو
کہ ماہتاب سدا شب کے پیرہن میں کُھلا

عجب نشہ تھا مگر اُس کی بخششِ لَب میں
کہ یوں تو ہم سے بھی کیا کیا نہ وہ سخن میں کُھلا

نہ پوچھ پہلی ملاقات میں مزاج اُس کا
وہ رنگ رنگ میں سمٹا، کِرن کِرن میں کُھلا

بدن کی چاپ، نِگہ کی زباں بھی ہوتی ہے
یہ بھید ہم پہ مگر اُس کی انجمن میں کُھلا

کہ جیسے اَبر ہوَا کی گِرہ سے کُھل جائے
سفر کی شام، مِرا مہرباں تھکن میں کُھلا

کہوں میں کس سے نشانی تھی کس مسیحا کی؟

Scanned with CamScanner

وہ ایک زخم کہ محسنؔ مرے کفن میں کھلا

☆

رشتۂ تشنہ لبی وقت سے جوڑا جائے
لمحے لمحے کی رگِ جاں کو نچوڑا جائے

لطف تو جب ہے سفر کا کہ مرے ہمسفرو!
اپنے سائے کو بھی رستے میں نہ چھوڑا جائے

دل تجھے بھُولنا چاہے بھی تو مشکل یہ ہے
کس طرح سانس کی زنجیر کو توڑا جائے؟

شہرِ یاراں نہ سہی دشت و بیاباں ہی سہی
سیلِ وحشت کو کسی سمت تو موڑا جائے

منصب شَوق سے اُلجھی ہے سِناں کی خواہش
سر کو سنگِ درِ جاناں پہ نہ پھوڑا جائے

وہ پگھلتا ہے کہاں ایک غزل محسنؔ
ایک تیشے سے تو کُہسار نہ توڑا جائے

☆

رات ہمارا غم شناس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا
دل زدگاں کے آس پاس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا

سنگدل و برہنہ تن بانجھ رُتوں کی بھیڑ میں
ایک خیالِ خوش لباس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا

Scanned with CamScanner

صاحبِ حرفِ التماس تھے وہ، مگر وہ ہم نہ تھے
واقفِ کربِ التماس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا

شہر کی ساری تہمتیں جس کو نہ رام کر سکیں
خوف کی رُت میں بے ہراس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا

شوق کی رہگزار میں حاصلِ شامِ جستجو!
ایک یقیں نما قیاس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا

محفلِ دوستاں میں بھی روشنیوں کے درمیاں!
صرف مرے لیے اُداس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا

محسنؔ بے نوا کے بعد، ماتمیانِ شہر میں!
بے سر و برگ و بے حواس، تھا وہ، مگر وہ تُو نہ تھا

☆

زندگی، لوگ جسے مرہمِ غم جانتے ہیں
جس طرح ہم نے گزاری ہے وہ ہم جانتے ہیں

درد کچھ اور عطا کر کہ ترے درد نواز
یہ سخاوت ترے معیار سے کم جانتے ہیں

سر برہنہ چلے آئے ہیں کہ پتھر برسیں
ہم ترے شہر کا آئینِ کرم جانتے ہیں!!

شدتِ غم کا یہ عالم ہے شبِ ہجر، کہ ہم
ہر ستارے کو ترا دیدۂ نم جانتے ہیں!

ہم کہ کھلتے تھے کبھی ضبطِ جنوں کی رُت میں
حرفِ شیریں کو بھی اب قطرۂ سم جانتے ہیں

Scanned with CamScanner

ہم ایسے لوگ بہت ہیں۔۔۔

یہ راکھ راکھ رُتیں اپنی رات کی قسمت
تم اپنی نیند بچھاؤ، تم اپنے خواب چُنو
بکھرتی ڈوبتی نبضوں پہ دھیان کیا دینا
تم اپنے دِل میں دھڑکتے ہوئے حُروف سنو

تمھارے شہر کی گلیوں میں سَیلِ رنگ بخیر
تمھارے نقشِ قدم پھول پھول کھلتے رہیں
وہ رہگزر، جہاں تم لمحہ بھر ٹھہر کے چلو
وہاں پہ اَبر جھکیں، آسمان ملتے رہیں

نہیں ضرور کہ ہر اجنبی کی بات سُنو!
ہر اک صدا پہ دھڑکنا بھی دِل کا فرض نہیں
سُکوتِ حلقۂ زنجیرِ در بھی کیوں ٹوٹے؟
صَبا کا ساتھ نبھانا جنوں پہ قرض نہیں!

ہم ایسے لوگ بہت ہیں جو سوچتے ہی نہیں
کہ عمر کیسے کٹی، کس کیساتھ بیت گئی؟
ہماری تشنہ لبی کا مزاج کیا جانے؟
کہ فصلِ بخششِ موجِ فرات بیت گئی!
یہ ایک پَل تھا جسے تم نے نوچ ڈالا ہے
وہ اِک صَدی تھی جو بے التفات بیت گئی
ہماری آنکھ لہو ہے، تمھیں خبر ہوگی
چراغ خود سے بجھا ہے کہ رات بیت گئی؟

Scanned with CamScanner

☆

مغرور ہی سہی، مجھے اچھا بہت لگا
وہ اجنبی تو تھا مگر اپنا بہت لگا

رُوٹھا ہوا تھا، ہنس تو پڑا مجھ کو دیکھ کر
مجھ کو تو اس قدر بھی دلاسا بہت لگا

صحرا میں جی رہا تھا جو دریا دلی کے ساتھ
دیکھا جو غور سے تو وہ پیاسا بہت لگا

لپٹا ہُوا ہو کُہر میں جیسے خزاں کا چاند
مَیلے لباس میں بھی وہ پیارا بہت لگا

ریشم پہن کے بھی مِری قیمت نہ بڑھ سکی
کھدّر بھی اُس کے جسم پہ مہنگا بہت لگا

محسنؔ جب آئینے پہ مِری سانس جم گئی
مجھ کو خود اپنا عکس بھی دُھندلا بہت لگا

☆

عجیب خوف مسلّط تھا کل حویلی پر
ہَوا چراغ جلاتی رہی ہتھیلی پر

سُنے گا کون مگر احتجاج خوشبو کا؟
کہ سانپ، زہر چھڑکتا رہا چنبیلی پر

شب فراق، میری آنکھ کو تھکن سے بچا،
کہ نیند وار نہ کر دے تیری سہیلی پر

وہ بے وفا تھا تو پھر اتنا مہرباں کیوں تھا؟
بچھڑ کے اُس سے مَیں سوچوں اِسی پہیلی پر

جَلا نہ گھر کا اندھیرا، چراغ سے محسنؔ
ستم نہ کر مری جاں، اپنے یار بیلی پر

☆

طلَب کو اُجر نہ دوں، فِکر رہگذر نہ کروں!
سفر میں اب کے ہوا کو بھی ہمسفر نہ کروں

اُبھرتے ڈوبتے سُورج سے توڑ لوں رشتہ
میں شام اوڑھ کے سو جاؤں اور سَحر نہ کروں

اَب اِس سے بڑھ کے بھلا کیا ہو اِحتیاطِ وفا
میں تیرے شہر سے گذروں، تجھے خبر نہ کروں!

یہ میرے درد کی دولت، مری متاعِ فراق
اِن آنسوؤں کی وضاحت میں عمر بھر نہ کروں!

اُجاڑ شب کی خَلِش بن کے "بَن" میں کھو جاؤں
میں چاندنی کی طرح خود کو دَربَدر نہ کروں!

وہ ایک پَل کو دکھائی تو دے کہیں محسنؔ
میں جاں گنوا کے بھی اُس پَل کو مختصر نہ کروں!

Scanned with CamScanner

☆

شکل اُس کی تھی دلبروں جیسی
خُو تھی لیکن ستمگروں جیسی

اُس کے لب تھے سکوت کے دریا
اُس کی آنکھیں سخنوروں جیسی

میری پروازِ جاں میں حائل ہے
سانس ٹوٹے ہوئے پروں جیسی

دل کی بستی میں رونقیں ہیں مگر
چند اُجڑے ہوئے گھروں جیسی

کون دیکھے گا اب صلیبوں پر
صورتیں وہ پیمبروں جیسی!

میری دنیا کے بادشاہوں کی
عادتیں ہیں گداگروں جیسی

رُخ پہ صحرا ہیں پیاس کے محسنؔ
دل میں لہریں سمندروں جیسی

سالگرہ

زندگی ـــ تیز بہت تیز ہوا کا جھونکا
جلتی بجھتی ہوئی شمعیں میں مہ و سال مرے
ڈھلتا سورج مرے ماضی کی لحد کا کتبہ
ریگِ صحرا کی لکیریں ہیں خد و خال مرے

Scanned with CamScanner

چاند میرے تنِ مجروح پہ سنگِ اعزاز
دھوپ چھاؤں مرے صد چاک لبادے کا خراج
سب ستارے مری پوشاک کے پیوندِ نحیف
میرے آنسو میرا ورثہ مری آنکھوں کا مزاج

میرا چہرہ مرے مقتول ہُنر کی تاریخ
میری آنکھیں مری دُکھتی ہوئی راتوں کے چراغ
میرے ہونٹوں پہ مری پیاس کے نوحوں کا ہجوم
میرے سینے پہ درخشاں مری توہین کے داغ

آج کی شام، کہ ہر سال اِسی شام کے ساتھ
میری اُکھڑی ہوئی سانسوں میں گرہ لگتی ہے
آسماں وقت کے آنچل کی دھنک بُنتا ہے
ساری دھرتی تنِ عُریاں کی زرہ لگتی ہے

آج کی شام کہ ہر سال مرے زخم نواز
مسکراے ہوئے کچھ پھول عطا کرتے ہیں
کچھ مسیحا مری خاطر مرا دل رکھنے کو
خط میں جینے کی دُعا بھیج دیا کرتے ہیں

سالہا سال گزرنے پہ بھی اے دلِ زدگاں
آج کی شام مناتے ہوئے ڈر لگتا ہے
مسکراتے ہوئے چہروں کے بھنور ہیں لیکن
آخری شمع جلاتے ہوئے ڈر لگتا ہے!

دل دھڑکتا ہے کہ جلتی ہوئی شمعوں کا دھواں
شعلۂ کرب میں تحلیل نہ ہو جائے کہیں
جی لرزتا ہے کہ منظر کے اُدھورے پن کی
آج کی شام سے تکمیل نہ ہو جائے کہیں!

آؤ کچھ دیر کو ہم زخم شماری کر لیں
اور کچھ دیر میں ہر شمع پگھل جائے گی
آج کی بزم میں کھو جائیں، کہیں سو جائیں
آج کی شام بھی کچھ دیر میں ڈھل جائے گی

Scanned with CamScanner

جلتی بجھتی ہوئی شمعوں کا بھروسا کیا ہے؟
زندگی، تیز بہت تیز ہوا کا جھونکا

☆

جگنو، گُہر، چراغ، اُجالے تو دے گیا
وہ خود کو ڈھونڈنے کے حوالے تو دے گیا

اب اس سے بڑھ کے کیا ہو وراثت فقیر کی
بچّوں کی اپنی بھیک کے پیالے تو دے گیا

اَب میری سوچ سائے کی صورت ہے اُس کے گرد
میں بجھ کے اپنے چاند کو ہالے تو دے گیا

شاید کہ فصلِ سنگ زنی کچھ قریب ہے
وہ کھیلنے کو برف کے گالے تو دے گیا

اہلِ طلب پہ اُس کے لیے فرض ہے دُعا
خیرات میں وہ چند نوالے تو دے گیا

محسنؔ اُسے قبا کی ضرورت نہ تھی مگر
دُنیا کو روز و شب کے دوشالے تو دے گیا

☆

سانپوں کے اس نگر کو نہ آسان خیال کر
زندہ ہوں، سانپوں کو میں صدیوں میں پال کر

Scanned with CamScanner

مالی نے آج کتنی دعائیں وصول کیں
کچھ پھول اِک فقیر کی جھولی میں ڈال کر

کل یومِ ہجر، زرد زمانوں کا یوم ہے
شب بھر نہ جاگ، مفت میں آنکھیں نہ لال کر

اے گردباد، لَوٹ کے آنا ہے پھر مجھے
رکھنا مِرے سفر کی اذیّت سنبھال کر

محراب میں دِیے کی طرح زندگی گزار
مُنہ زور آندھیوں میں نہ خود کو نڈھال کر

شاید کسی نے بُخلِ زمیں پر کیا ہے طنز
گہرے سمندروں سے جزیرے نکال کر

یہ نَقدِ جاں کہ اِس کا لُٹانا تو سَہل ہے
گر بَن پڑے تو اِس سے بھی مشکل سوال کر

محسنؔ برہنہ سر چلی آئی ہے شامِ غم!
غُربت نہ دیکھ، اس پہ سِتاروں کی شال کر

☆

کچھ تو عہدِ خوں فشانی اور ہے!
کچھ مِری آنکھوں نے ٹھانی اور ہے!

وسعتِ صحرائے عالم سے اُدھر
دشتِ غم کی بیکرانی اور ہے

یا ادھوُری ہے گواہی عشق کی
یا پھر اُس کی بدگُمانی اور ہے

Scanned with CamScanner

یوں بضد ہے آنکھ رونے پر ابھی
جیسے اس دریا میں پانی اور ہے

شعلۂ خورشیدِ محشر کی قسم
اُس کا معیارِ جوانی ـ اور ہے!

اِک وہ خُود ہے جھُٹپٹے کی چاندنی!
اِک دوپٹہ اُس پہ دھانی اور ہے!!

سب رُتیں دیکھی ہیں اس دل نے مگر
اَب کے موسم میں گرانی اور ہے

ڈوب جانے دو ستارا صُبح کا
اُس کے آنے کی نشانی اور ہے

داستاں ہے اور آنکھوں میں مگر
دِل میں پوشیدہ کہانی اور ہے!!

عشق میں محسنؔ کہاں کا جیتنا؟
ہارنے میں کامرانی اور ہے!!

تمھیں کس نے کہا تھا؟

تمھیں کس نے کہا تھا؟
دوپہر کے گرم سورج کی طرف دیکھو
اور اتنی دیر تک دیکھو!
کہ بینائی پگھل جائے!!

Scanned with CamScanner

تمھیں کس نے کہا تھا؟
آسماں سے ٹوٹتی اندھی الجھتی بجلیوں سے
دوستی کر لو
اور اتنی دوستی کر لو
کہ گھر کا گھر ہی جل جائے!!

تمھیں کس نے کہا تھا؟
ایک انجانے سفر میں
اجنبی رہرو کے ہمرہ دُور تک جاؤ
اور اتنی دور تک جاؤ!
کہ وہ رستہ بدل جائے!

ابھی کہاں ہے وہ ساعت؟

ابھی کہاں ہے وہ ساعت
کہ ہم دریدہ بدن
سیہ لباس کے پرزے
سپردِ خاک کریں
جگر کے داغ اُجالیں لہو کے چھینٹوں سے
قبائے ضبطِ جدائی کو
خود سے چاک کریں
ابھی کہاں ہے وہ لمحہ
کہ جس کو اہلِ نظر
طلوعِ موسمِ گلرنگ کی نوید کہیں!
ابھی کہاں ہے وہ ساعت
کہ جس کو "عید" کہیں!!

Scanned with CamScanner

☆

خوشبو ہے، دھنک ہے، چاندنی ہے
وہ اچھے دِنوں کی شاعری ہے

بھیگے ہوئے پھُول حرف اُس کے
رِم جِھم کی زباں میں بولتی ہے

ہاتوں میں تھکن ہے شام جیسی
لہجے میں سَحر کی تازگی ہے

یہ اُس کی صدا کا بھولپن ہے!
یا شمعِ سخن پگھل رہی ہے؟

چہرے پہ حیا کا روپ، جیسے
دریا میں شفق سی گھل گئی ہے

آنکھوں میں گلاب کھِل رہے ہیں
کیا جانے وہ کب سے جاگتی ہے؟

برسا ہے خمار چاندنی کا!
یا اُس کی جبیں دَمک اُٹھی ہے؟

کیا جانے وہ کیسے مُسکرائی؟
ہیرے سے کرن سی چھَن پڑی ہے!

چہرے پہ بکھر کے زُلف اُس کی
سوُرج سے خراج مانگتی ہے

وہ محوِ خرام یوں ہے -- جیسے

Scanned with CamScanner

اِک شاخ ہوا سے کھیلتی ہے

پَل بھر کو سَرک گیا جو آنچل
کلیوں کی طرح سِمٹ گئی ہے

پروا ہی نہیں اُسے کسی کی
اپنے سے وہ کتنی اجنبی ہے!

آئینہ ہی دیکھتا ہے اُس کو
آئینہ کہاں وہ دیکھتی ہے؟

وہ غنچہ دَہن "سکوت زادی"
کھلنے پہ بھی کم ہی بولتی ہے

میں اُس کے بغیر کچھ نہ سوچوں
شاید وہ یہ بات سوچتی ہے

مَیں اُس کی اَنا کا بانکپن ہوں
وہ میری غزل کی دلکشی ہے

میں گرم دِنوں کی لُو کا موسم
وہ سَرد رُتوں کی سادگی ہے

اے خَلوتیانِ مہہ جبیناں!
وہ آپ ہی اپنی آگہی ہے!

اے مُشتریانِ حُسنِ عالَم
وہ دونوں جہاں سے قیمتی ہے

میں اُس کی رفاقتوں پہ نازاں
محسن وہ غرورِ دوستی ہے

سو بار میں اُس سے کھو گیا ہوں
ہنستی ہوئی پھر سے مِل گئی ہے

Scanned with CamScanner

محسنؔ یہ نہ کُھل سکے گا مجھ پہ
وہ فن ہے کہ فن کی زندگی ہے!

☆

لگے نہ کیوں خود سے مجھ کو پیارا، کبھی سمندر کبھی ستارہ
مِری مسافت کا اِستعارہ، کبھی سمندر کبھی ستارہ

تِری مِری قربتوں کا موسم بکھر کے سمٹے، سمٹ کے بکھرے
اِسی لیے آنکھ میں اُتارا ۔۔ کبھی سمندر کبھی ستارہ

نیا نیا عشق کرنے والو! ہمیں سے اِس کا زیاں بھی پوچھو
بساطِ ہستی پہ ہم نے ہارا، کبھی سمندر کبھی ستارہ

تِرے لیے جاگنے کو مہکیں کبھی (گلستاں) کبھی چراغاں
مِرے لیے خواب کا اِشارہ ۔۔ کبھی سمندر کبھی ستارہ

وہ کہکشاں زاد و سَیلِ نکہت ہمارے ہمراہ چل پڑا تھا!
کہاں تھا ورنہ ہمیں گوارا ۔۔ کبھی سمندر کبھی ستارہ؟

مِرے بھٹکنے پہ جانِ محسنؔ یہ طنز کیسا کہ اِس جہاں میں
ہوئے ہیں بے سمت و بے کنارا ۔۔ کبھی سمندر کبھی ستارہ

☆

سخنوری کا جو محسن کبھی ارادہ کرو
کسی کی بخششِ لب سے بھی استفادہ کرو

Scanned with CamScanner

اب اپنی تشنہ لبی سے کرو کشید لہُو
غرورِ ابرِ کرم اور بے لبادہ کرو

عدو کی تنگ دِلی کو جو مات دینا ہے
بدن کے زخم نہ دیکھو، جبیں کشادہ کرو

جو دیکھنا ہو تمھیں اپنے خال و خَد کی کشش
تو زیبِ تن کِسی رُت میں قبائے سادہ کرو

لکھا ہے کس نے لہُو سے یہ ریت پر محسنؔ
ستم کرو تو مِرے صبر سے زیادہ کرو

☆

ہجر کے شہر میں دھوپ اُتری، میں جاگ پڑا تُو خواب ہوا
مِری سوچ خزاں کی شاخ بنی، ترا چہرہ اور گلاب ہوا

برفیلی رُت کی تیز ہوا کیوں جھیل میں کنکر پھینک گئی؟
اِک آنکھ کی نیند حرام ہوئی، اِک چاند کا عکس خراب ہوا

ترے ہجر میں ذہن پگھلتا تھا، ترے قُرب میں آنکھیں جلتی ہیں
تجھے کھونا ایک قیامت تھا ۔۔ ترا ملنا اور عذاب ہوا۔۔!

بھرے شہر میں ایک ہی چہرہ تھا، جسے آج بھی گلیاں ڈھونڈتی ہیں
کسی صبح اُسی کی دھوپ کِھلی، کسی رات وہی مہتاب ہوا

بڑی عمر کے بعد اِن آنکھوں میں کوئی اَبر اُترا تری یادوں کا
مِرے دل کی زمیں آباد ہوئی مرے غم کا نگر شاداب ہوا

کبھی وصل میں محسنؔ دل ٹوٹا کبھی ہجر کی رُت نے لاج رکھی
کسی جسم میں آنکھیں کھو بیٹھے، کوئی چہرہ کھُلی کتاب ہوا

Scanned with CamScanner

☆

نظارۂ جمال میں شامل ہے آئینہ
دیکھے نہ کیوں کہ دید کے قابل ہے آئینہ

اے شامِ قُرب اُس کو نظر چھو تو لے مگر
مشکل یہ ہے کہ راہ میں حائل ہے آئینہ

پھر اہلِ دل کو ہے تری بخشش کا انتظار
پھر تیرے خدّ و خال کا سائل ہے آئینہ

اِک دن تو بن سنور کے مری سانس میں اُتر
اِس ریت ریت سانس کا حاصل ہے آئینہ

اِک میں کہ تجھ کو دیکھنا چاہوں فلک تلک
اِک تُو کہ تیری دید کی منزل ہے آئینہ

پلکوں سے کر کشید' شعاعوں کے ذائقے
دریائے رنگ و نُور کا ساحل ہے آئینہ

محسنؔ میں کچھ تو آپ ہی ٹکڑے ہوا مگر
کچھ میری خواہشات کا قاتل ہے آئینہ

☆

ہوائے ہجر میں' جو کچھ تھا' اب کے خاک ہوا
کہ پیرہن تو گیا تھا' بدن بھی چاک ہوا

اب اُس سے ترکِ تعلّق کروں تو مر جاؤں

Scanned with CamScanner

بدن سے رُوح کا اِس درجہ اشتراک ہوا

یہی کہ سب کی کمانیں ہمیں پہ ٹوٹی ہیں!
چلو حسابِ صفِ دوستاں تو پاک ہوا

پوچھ اپنی ظرف پھر سے لَوٹنے کا عمل!
کہ میں پہاڑ تھا' سمٹا تو مُشتِ خاک ہوا

وہ بے سبب یُونہی رُوٹھا ہے لمحہ بھر کے لیے
یہ سانحہ نہ سہی پھر بھی کربناک ہوا

اُسی کے قُرب نے تقسیم کر دیا آخر!
وہ جس کا ہجر مجھے وجہِ انہماک ہوا

شدید وار نہ دشمن دلیر تھا محسنؔ
میں اپنی بے خبری سے مگر ہلاک ہوا

☆

آنکھ میں بے کراں ملال کی شام
دیکھنا' عشق کے زوال کی شام

میری قسمت ہے تیرے ہجر کا دن
میری حسرت ترے وصال کی شام

دہکی دہکی ترے جمال کی صبح
مہکی مہکی مرے خیال کی شام

روپ صدیوں کی دوپہر پہ محیط
"اوڑھنی" ہے کہ ماہ وسال کی شام

پھر وہی در وہی صدا محسنؔ!

Scanned with CamScanner

پھر وہی میں وہی سوال کی شام

اے مری بے سُہاگ تنہائی

اس سے پہلے کہ سوچ کا کُندن
شامِ غم کے اجاڑ صحرا میں!
جل بجھے بجھ کے راکھ ہو جائے
اس سے پہلے کہ چاہتوں کی یقیں
واہموں کے بھنور میں کھو جائے

اس سے پہلے کہ چاند کا جھومر!
درد کی جھیل میں اُتر جائے۔!
اور خواہش کی چاندنی کا غبار
وقت کی آنکھ میں بکھر جائے

اس سے پہلے کہ اپنے دل کی رگیں
ایک اِک کر کے ٹوٹتی جائیں
اور طنابیں گلاب خوابوں کی
اپنے ہاتھوں سے چھوٹتی جائیں

اس سے پہلے کہ گھیر لے مجھ کو
ہر طرف سے جلوزِ رُسوائی
قربتوں کے نشاں مِٹا ڈالے
ہجر کے زلزلوں کی انگڑائی

اے مری بے سہاگ تنہائی!
مجھ سے پُرسہ لے اپنے پیاروں کا
بجھتے اشکوں کے اُن ستاروں کا
جو ہر اِک اجنبی کے رستے میں!

Scanned with CamScanner

نُور کی چادریں بچھاتے تھے
جو کسی صبح زاد کی دُھن میں
رات بھر روشنی لٹاتے تھے!

اے بری بے سہاگ تنہائی!
آ مرے پاس، مجھ سے پُرسہ لے
اُن گلابوں کا، اُن سحابوں کا
حبس کی رُت میں جو برستے تھے
جن کے پل بھر کے لمس کی خاطر
موسموں کے بدن ترستے تھے

اے بری بے سہاگ تنہائی!
اس سے پہلے کہ سانس تھک جائے
شوق ڈھونڈے نئی گزرگاہیں
اس سے پہلے کہ بے نشاں ٹھہریں
حسرتِ قرب کی سبھی راہیں
میری گردن میں ڈال دے باہیں!

جُز مرے کون تجھ کو چاہے گا؟
میں بھی تیری طرح اکیلا ہوں!
آنکھ میں تشنگی کا صحرا ہے!
دل میں پاتال کی سی گہرائی!
اور کیا ہو رہِ شناسائی؟
اے مری بے سہاگ تنہائی!

☆

ہمارے بعد سفیرِ صبا ہے آخر کون؟
تلاشِ منزلِ جاناں میں ہے مُسافر کون؟

رہینِ خلوتِ شب، چاندنی سے پوچھ کبھی
کہ شہر شہر بھٹکتا ہے تیری خاطر کون؟

Scanned with CamScanner

ہمیں عزیز تھی مقتل کی آبرو -- ورنہ
بھرے جہاں میں ہے اپنے لہُو کا تاجر کون؟

ہمیں نے شیخ کا پندارِ خود سَری توڑا
وگرنہ اُس کی نظر میں نہیں تھا کافر کون؟

سخنوری ہمیں وجہِ شرف نہیں محسنؔ
مگر ہمارے سوا شہر میں ہے شاعر کون؟

☆

کب سے تم نے اپنایا، اِس طرح کا ہو جانا!
شب کو جاگتے رہنا، دِن میں تھک کے سو جانا

شہر میں تو مجھ جیسی بے شمار آنکھیں ہیں
تم بھی خیر سے جاؤ، تم نہ اُن میں کھو جانا

عدل کی کٹہرے میں جُرم بول پڑتا ہے
داغ داغ دامن سے کچھ لہو تو دھو جانا

زہر اُگلتے سانپوں کی پھنکار تلے؟
ویرانوں میں دفن خزانے کیسے ہیں؟

جن کی چاک قمیصیں تیرے ہاتھ لگیں
خاک پہنتے وہ دیوانے کیسے ہیں؟

جن کے جھرمٹ میں شمعیں دم توڑ گئیں
وہ پیارے، پاگل، پروانے کیسے ہیں؟

Scanned with CamScanner

محسنؔ ہم تو خیر خبر سے دَر گذرے
اپنے گھر کے لوگ نجانے کیسے ہیں؟

☆

سو بار اُجڑ کے پھر بَسا ہوں
جنگل ہوں مگر ہَرا بھرا ہوں

ہر شخص میں ڈھونڈھتا ہوں خود کو
شاید میں کسی میں کھو گیا ہوں۔۔!

اَب تیرا وصال ۔۔۔ رائیگاں ہے!
میں کب کا اُداس ہو چکا ہوں

اندھا ہوں، پکڑ لے ہاتھ میرا!
اے ہجر کی شب مَیں بے عصا ہوں

خوش ہوْ اے بلندیوں کی خواہش
مَیں نوکِ سناں پہ سج گیا ہوں

دریا کو شکست دی ہے میں نے
مشکیزے میں پیاس بھر رہا ہوں

کرتا ہے قبول کون مجھ کو ۔۔۔؟
کٹتے ہوئے ہاتھ کی دُعا ہوں

سچ یہ ہے کہ اجنبی ہوں خود سے
کہنے کو میں سب سے آشنا ہوں

اُلجھا ہوں یہ سوچ کر ہَوا سے

Scanned with CamScanner

میں شہر کا آخری دیا ہوں!

دن بھر کی تپش میں کون جُھلسے!
میں شب کو بدن پہ اوڑھتا ہوں

محسنؔ مجھے خود پہ ناز کیسا؟
مَیں یوں بھی مثالِ نقشِ پا ہوں

قبیلے والو!

قبیلے والو!
تمھاری آنکھوں میں جب کبھی آفتاب اُترے
تو دیکھ لینا!
تمھاری بستی کی کچی پگڈنڈیوں کو
پتھر نگل چکے ہیں
تمھارے چوپال،
سنگ بستہ حویلیوں میں بدل چکے ہیں
تمھارے اُجلے مکان
آہن مزاج زنداں میں ڈھل چکے ہیں
تمھارے کھلیان،
تیل پی کر اُگل رہے ہیں دُھویں کی فصلیں!
جہاں پہ اُگتے تھے پھول، کھلتی تھیں نکہتوں کی رُتیں ہمیشہ
وہاں پہ بارود ناچتا ہے، لہو کی برسات ہو رہی ہے
سحر کی چادر بچھا کے منحوس رات
ننھے پیارتی رات سو رہی ہے!!
قبیلے والو!
تمھاری مہماں نوازیوں کی کہانیاں اب
فقط کتابوں میں رہ گئی ہیں!
محبتوں کے تمام جذبے
گہن لگے چاند کی طرح ماند پڑ چکے ہیں
تھکے ہوئے رہرووں کی آنکھوں میں

Scanned with CamScanner

نیند کا نور بانٹتے پیڑ جھڑ چکے ہیں
رُتوں کے میلے اُجڑ چکے ہیں!!
کسی کی بارات میں ستارے
نہ مرنے والوں کے سوگ میں
آنکھ نم ۔۔۔ کسی کی!
دل دھڑکتے ہیں آہٹوں پر
نہ انتظارِ وصالِ جاناں میں
جاگتی ہیں اُداس آنکھیں
نہ اضطرابِ شکستِ پیماں
نہ موسمِ چاکِ جیب و داماں!
کسی دریچے پہ اب ٹھہرتی نہیں ہے
موجِ صبا کی دستک!
کوئی جلاتا نہیں اندھیروں کی صف میں
اپنی انا کی مشعل
کسی کے ماتھے پہ اب ابھرتی نہیں ہے
اُجلے دنوں، نئے موسموں کی
رخشندہ تر نگارش!
قدم قدم سج گئے ہیں مقتل
قدم قدم ہے لہو کی بارش!!
تمھارے رشتوں کی ۔۔۔
آبِ سرسے لکھی ہوئی مستقل عبارت
تمھاری تنہائیوں کی دیمک نے چاٹ لی ہے!
قبیلے والو!
تمھاری بستی کے اُس طرف
شہد کی ندی سے پَرے
بہت دُور ۔۔۔ دودھ کی نہر کے کناروں پہ
"موت" منڈلا کے اپنے سوداگروں کے خیمے لگا رہی ہے!
قبیلے والو!
مجھے نہ جھٹلاؤ ۔۔۔
میں نے بے دست و پا ہَوا سے یہی سُنا ہے
کہ آنے والا ہر ایک موسم قضا کا موسم
کہ آنے والی ہر ایک ساعت
فنا بہ لب ہے
کہ آنے والا ہر ایک لمحہ
اَجل بہ پا ہے

Scanned with CamScanner

مجھے نہ جھٹلاؤ۔۔۔
اَب کے تازہ عذاب اُترے تو دیکھ لینا
قبیلے والو!
تمھاری آنکھوں میں جب کبھی آفتاب اُترے
تو دیکھ لینا

☆

قدرِ جوہر ہے جو پندار سمیت
مجھ کو پرکھو مِرے معیار سمیت

روز مانگیں یہ دعا ۔۔۔ خانہ بدوش
گھر نہ اُجڑیں درودیوار سمیت

کتنی بنجر ہوئی فصلِ آواز ۔۔۔!
شہر چپ چاپ ہے بازار سمیت

کاش لوگوں کی طرح سُوئے چمن
ہم بھی جائیں کبھی دلدار سمیت

کون کرتا قدوقامت کا حساب؟
اک قیامت تھا وہ رفتار سمیت

بُجھ جائیں کہیں آنکھیں میری
یاد آ، مشعلِ رخسار سمیت

خاک اُڑاتی ہوئی صدیوں سے اُدھر
قافلے گم ہوئے سالار سمیت

جن کی ہیبت سے ہراساں لشکر!!
بے نشاں اب ہیں وہ تلوار سمیت

Scanned with CamScanner

خط کشیدہ رہی جرأت جن کی!
سرکشیدہ ہیں وہی دار سمیت

ہوسِ درہم و دینار کی خیر
لوگ بکنے لگے کردار سمیت

میں کہ محسنؔ ہوں شہیدِ ناموس
دفن کرنا مجھے ---- دستار سمیت!!

☆

موسمِ کربِ انتظار بھی جھوٹ
دل نہ مانے تو وصلِ یار بھی جھوٹ

جھوٹ ہے سب خزاں کا خمیازہ
عکسِ رنگِ رُخِ بہار بھی جھوٹ

موت، تیری طلب بھی لغزشِ لَب
زندگی، تیرا اعتبار بھی جھوٹ

وسعتِ داستانِ شوق، غلط
کوششِ حرفِ اختصار بھی جھوٹ

خلقتِ شہر مصلحت پیشہ
ورنہ فرمانِ شہرِ یار بھی جھوٹ

نارسائی کو راستے مشکل!
کور چشمی کو کوہسار بھی جھوٹ

دور سے پیاس کو سراب، چناب
اہلِ صحرا کو آبشار بھی جھوٹ

دسترس کا طلسم ہے ورنہ
ساعتِ جبرواختیار بھی جھوٹ

پیرہن خونِ دل میں تر کر لو
ورنہ دامانِ تار تار بھی جھوٹ

صرف اُس کا سفر ہے سچ محسنؔ ---!
میری رہ بھی مرا غبار بھی جھوٹ

☆

تَن پہ اوڑھے ہوئے صدیوں کا دُھواں شامِ فراق
دِل میں اُتری ہے عجب سوختہ جاں شامِ فراق

خواب کی راکھ سمیٹے گی، بکھر جائے گی!
صورتِ شعلۂ خورشید رُخاں، شامِ فراق

باعثِ رونقِ اربابِ جنوں --- ویرانی!
حاصلِ وحشتِ آشفتہ سراں شامِ فراق

تیرے میرے سبھی اقرار وہیں بکھرے تھے
سر جھکائے ہوئے بیٹھی ہے جہاں شامِ فراق

اپنے ماتھے پہ سجا لے تیرے رُخسار کا چاند!
اِتنی خوش بخت و فلک ناز کہاں شامِ فراق؟

ڈھلتے ڈھلتے بھی ستاروں کا لہو مانگتی ہے
میری بجھتی ہوئی آنکھوں میں رواں شامِ فراق

اب تو ملبوس بدل، کاکُلِ بے ربط سنوار!

Scanned with CamScanner

بجھ گئیں شہر کی سب روشنیاں، شامِ فراق

کتنی صدیوں کی تھکن اِس نے سمیٹی محسنؔ
یہ الگ بات کہ اب تک ہے جواں شامِ فراق

☆

دیکھ رہینِ احتیاط، یوں نہ ابھی سنبھل کے چل
صورتِ مَوجِ تند خُو، سمت بَدل بَدل کے چل

قریۂ جاں کے اُس طرف روشنیوں کی بھیڑ ہے
آج حدودِ ذات سے، چار قدم نِکل کے چل

دشتِ انا میں ہے تجھے، تیرگیوں کا سامنا!
ذہن سے برف جھیل دے دھوپ بدن پہ مَل کے چل

موجِ ہوا سے کر کشید، اور سفر کا حوصلہ
راہ کے خار خار کو پھول سمجھ، مسل کے چل

موسمِ بے قبا ٹھہر، وقتِ وداعِ شوق ہے
اوڑھ لے رات ہجر کی، درد کی لے میں ڈھل کے چل

نکتۂ رازِ دلنشیں کون زماں کہاں زمیں؟
تو بھی تو بے کنار ہو، تہہ سے کبھی اُبل کے چل

جاگ بھی محسنِؔ حزیں، زندگیوں کا بھید پا
سانس کی ہر سراط پر ساتھ سدا اجل کے چل

☆

اِس دُھوپ میں یہ فیض بھی اب مرحمت نہ کر

Scanned with CamScanner

مجھ پہ گزرتے اَبر کے سائے کی چھت نہ کر

اِس دل کو فتح کر کے گُزر جا ۔۔۔ کہ خیر ہو
آباد اِس زمیں پہ کوئی سلطنت نہ کر

غربت میں ٹوٹنے کا ہنر مت سکھا مجھے
میں سنگِ راہ ہوں مجھے شیشہ صفت نہ کر

اوقات بھُول جاؤں گا اِتنی اڑان سے
رہنے دے اب تو مجھ کو فلک مرتبت نہ کر

ناپیں گے کل مرے قد و قامت سے تجھ کو لوگ
اب اِتنی بے دلی سے تو میری بُنت نہ کر

اب دیکھ تیرے اپنے مقابل کھڑا ہوں میں
میں نے کہا نہ تھا کہ مِری تربیت نہ کر

محسنؔ تو آبروئے قلم کا امین ہے
سوداگرانِ فن کی کبھی منقبت نہ کر

شامِ افسردہ سے کہہ دو کہ قریب آ جائے

پھر سے کجلائی ہوئی شامِ شب افسردہ!
اپنے ہاتھوں میں لیے گُل شدہ شمعوں کی قطار
اپنے دامن کو سمیٹے ہوئے صدیوں کا غُبار
اپنی پلکوں پہ لیے خاکِ رَہِ لیل و نہار
میرے اُجڑے ہوئے آنگن میں اُتر آئی ہے

بال بکھرائے ہوئے شامِ شب افسردہ!
تن پہ اوڑھے ہوئے بے ربط خیالوں کا دھواں
زرد آنکھوں میں سمیٹے ہوئے فریاد و فغاں

Scanned with CamScanner

مثلِ مجروح لباں، صورتِ آشفتہ سراں
مانگنے آئی ہے مدفون مہ و سال کی یاد
جن کی تقدیر نہ شہرت تھی نہ رُسوائی ہے

آج کی بات نہیں آج سے پہلے بھی یونہی
آتے جاتے ہوئے لمحوں کے بکھرتے پُرزے
جب ہَوا بُرد ہوئے، دل پہ قیامت ٹوٹی
آنکھ میں ٹوٹ کے چبھتے رہے اِک عُمر کے خواب
شامِ افسردہ کو دینا پڑا لمحوں کا حساب
اپنا حاصل تو وہی روز کی تنہائی ہے!

آج کچھ اور ہی عالم ہے پسِ قریۂ جاں
آج کچھ اور ہی منظر ہے سرِ سطحِ زماں
آج محرابِ دل و جاں میں کوئی عکس نہیں
حدِّ امکاں پہ سرابوں کا سفر ختم ہوا
ازکراں تابہ کراں زرد خلاؤں کا گماں
آج خاکسترِ اُمید کی تہ یخ بستہ
شہرِ افسوس کی ہر ایک روِش ویراں ہے
ٹوٹتے خواب نہ مدفون مہ و سال کی یاد
دل میں روشن کوئی چہرہ نہ خدوخال کی یاد!

دشتِ امکاں میں بس اِک نقشِ فنا لہرائے
بجھتی جاتی ہے رگِ جاں میں لہو کی گردش
آنکھ میں پھیلتے جاتے ہیں قضا کے سائے
شامِ افسردہ سے کہہ دو کہ قریب آجائے

اپنے اشکوں کی مدارات رہے یا نہ رہے
لب پہ پھر حرفِ مناجات رہے یا نہ رہے
آج کے بعد ملاقات رہے یا نہ رہے

ختم ہونے کو ہے تکرارِ لبِ افسردہ
اِس سے پہلے کہ ڈھلے شامِ شبِ افسردہ
شامِ افسردہ سے کہہ دو کہ قریب آجائے

Scanned with CamScanner

☆

رات کی زلفیں بَرہم بَرہم   درد کی لَو ہے مَدھم مَدھم
میرے قصّے گلیوں گلیوں   تیرا چرچا عالم عالم
یاقوتی ہونٹوں پر چمکیں   اُس کی آنکھیں نیلم نیلم
چہرہ لال گلاب کا موسم   بھیگی پلکیں شبنم شبنم
ایک جزا ہے جنت جنت   ایک خطا ہے آدم آدم
ایک لہو کے رنگ میں غلطاں   مقتل مقتل، پرچم پرچم
ایک عذاب ہے بستی بستی   ایک صدا ہے ماتم ماتم
ساری لاشیں ٹکڑے ٹکڑے   ساری آنکھیں پُرنم پُرنم
ہجر کے لمحے زخمی زخمی   اُس کی یادیں مرہم مرہم
داد طلب اعجازِ عصمت   عیسیٰ عیسیٰ مریم مریم
محسنؔ ہم اخبار میں گم ہیں
صفحہ صفحہ ----- کالم کالم

☆

سجا کے سر پہ ستاروں کا تاج رکھتا ہے!
زمیں پہ بھی وہ فلک کا مزاج رکھتا ہے

سنورنے والے سدا آئینے کو ڈھونڈتے ہیں
بچھڑ کے بھی وہ مری احتیاج رکھتا ہے؟

ہم اُس کے حُسن کو تسخیر کر کے دیکھیں گے!
جبیں پہ کون شکن کا خراج رکھتا ہے

Scanned with CamScanner

ترے بغیر یہاں کون زیرِ سایۂ لب
جراحتِ دل و جاں کا علاج رکھتا ہے؟

خفا سہی وہ، سخاوت سرشت جب بھی ملے!
بھرم انا کا، محبت کی لاج رکھتا ہے

صبا خرام، خزاں پیرہن، بہار بدن ۔۔!
وہ موسموں کا عجب امتزاج رکھتا ہے

چُرا کے آنکھ سے کچھ خواب رکھ لیے محسنؔ
کِسان جیسے بچا کر اناج رکھتا ہے

☆

وہ بچھڑ کر جو مِل گیا پھر سے
گُلِ اندیشہ کھِل گیا پھر سے!

اے رہینِ جُلوسِ لالہ رُخاں!
کچھ خبر لے کہ دِل گیا پھر سے

لے اُڑی پھر ہوا زمین سے اشک
رِشتۂ آب و گِل گیا پھر سے

ہجر کی زد میں پھر بدن اپنا
اِک مگاں تھا کہ ہِل گیا پھر سے

شکریہ اَے ہوائے ضبطِ جنوں!
پیرہن جاں کا سِل گیا پھر سے

پھر سے ہم اس پہ تُل گئے محسنؔ
اُس کے چہرے کا ''تِل'' گیا پھر سے

Scanned with CamScanner

☆

یہ خوشبو کے بکھر جانے کا موسم!
یہی موسم ہے مر جانے کا موسم!!

وداعِ دست و داماں کی گھڑی ہے
کہ لَوٹ آیا ہے گھر جانے کا موسم

جُگنو لمحے کھلی آنکھوں سے شب کے
یہ ہے سوتے میں ڈر جانے کا موسم

کئی اُلجھی رُتوں کے بعد آیا ۔۔!
تری زُلفیں سنور جانے کا موسم

سفر تھا' کون جانے کس نگر میں؟
وہ بھول آیا نِکھر جانے کا موسم

زمیں کی پیاس کو کب راس آیا؟
چڑھے دریا اُتر جانے کا موسم

وہی ہم ہیں وہی مقتل کی دھج ہے
وہی جاں سے گزر جانے کا موسم

وہی اُس کے سفر کا تیز لمحہ!
وہی دل کے ٹھہر جانے کا موسم

یہاں زیرِ زمیں بسنے کی خواہش
وہاں کُہسار پر جانے کا موسم

وہ بستی' چاند سے چہرے وہ آنکھیں!
یہ موسم ہے اُدھر جانے کا موسم!

Scanned with CamScanner

قیامت ہے دلِ سادہ پہ محسنؔ
کسی کو چھوڑ کر جانے کا موسم

☆

فن کار ہے تو ہاتھ پہ سورج سجا کے لا
بجھتا ہوا دِیا نہ مقابل ہوا کے لا

دریا کا انتقام ڈبو دے نہ گھر ترا؟
ساحل سے روز روز نہ کنکر اُٹھا کے لا

اب اختتام کو ہے سخیٔ حرفِ التماس
کچھ ہے تو اب وہ سامنے دستِ دُعا کے لا

پیماں وفا کے باندھ مگر سوچ سوچ کر
اِس ابتدا میں یوں نہ سخن اِنتہا کے لا

آرایشِ جراحتِ یاراں کی بزم ہے
جو زخم دِل میں ہیں، سبھی تن پر سجا کے لا

تھوڑی سی اور مَوج میں آ' اے ہوائے گُل
تھوڑی سی اُس کے جسم کی خوشبو چُرا کے لا

گر سوچنا ہیں اہلِ مشیّت کے حوصلے
میداں سے گھر میں، ایک تو میّت اُٹھا کے لا

محسنؔ اب اُس کا نام ہے سب کی زبان پر
کس نے کہا کہ اُس کو غزل میں سجا کے لا

Scanned with CamScanner

☆

دِل میں اور چشمِ تَر میں کیا کچھ تھا
تجھ سے پہلے نظر میں کیا کچھ تھا

وہ جو لُٹ کر ہوئے ہیں شہر بدر
اُن سے پوچھو کہ گھر میں کیا کچھ تھا؟

خیر گزری کہ سج گئے مقتل!
ورنہ سَودا تو سَر میں کیا کچھ تھا؟

دُھول اُڑنے لگی تو ...... یاد آیا ......
کل تک اِس رہگزر میں کیا کچھ تھا؟

دیکھ اب کے سفر میں کچھ بھی نہیں
سوچ اگلے سفر میں کیا کچھ تھا؟

ڈھل گئی دُھوپ، بُجھ گیا سُورَج
سایۂ بام و دَر میں کیا کچھ تھا؟

پوچھ اپنی اُداس آنکھوں سے!
میرے دِل کے کھنڈر میں کیا کچھ تھا؟

کچھ تو بول اے ستارۂ آخر!
شب کے پچھلے پہر میں کیا کچھ تھا؟

جو ترے کُنجِ لب سے پھوٹی تھی
اُس نشیلی سحر میں کیا کچھ تھا

تیرے نزدیک بے ہُنر ٹھہرے
ورنہ اپنے ہُنر میں کیا کچھ تھا

تو نے بھیجی تھی جو بدستِ صَبا!

Scanned with CamScanner

کیا کہیں اُس خبر میں کیا کچھ تھا؟

ہم نے مانگی تھی جو بوقتِ وداع!
اُس دُعا کے اثر میں کیا کچھ تھا؟

جب تجھے چھو لیا تو کیوں سوچیں؟
حُسنِ لعل و گُہر میں کیا کچھ تھا؟

عشرتِ اَبر پر نہ جا محسنؔ!
حسرتِ کوزہ گر میں کیا کچھ تھا؟

میرے کمرے میں اتر آئی
خموشی پھر سے!

میرے کمرے میں اُتر آئی خموشی پھر سے
سایۂ شام غریباں کی طرح
شورشِ دیدۂ گریاں کی طرح
موسمِ کُنجِ بیاباں کی طرح
کتنا بے نُطق ہے یادوں کا ہجوم
جیسے ہونٹوں کی فضا یخ بستہ
جیسے لفظوں کو گہن لگ جائے
جیسے روٹھے ہوئے رستوں کے مسافر چُپ چاپ
جیسے مرقد کے سرہانے کوئی خاموش چراغ
جیسے سنسان سے مقتل کی صلیب!
جیسے کجلائی ہوئی شب کا نصیب!
میرے کمرے میں اُتر آئی خموشی
پھر سے!
پھر سے زخموں کی قطاریں جاگیں!
اوّلِ شامِ چراغاں کی طرح!
ہر نئے زخم نے پھر یاد دلایا مجھ کو
اِسی کمرے میں کبھی

Scanned with CamScanner

محفلِ احباب کے ساتھ
گنگناتے ہوئے لمحوں کے شجر پھیلتے تھے
رقص کرتے ہوئے جذبوں کے دہکتے لمحے
قریۂ جاں میں لہو کی صُورت
شمعِ وعدہ کی طرح جلتے تھے!
سانس لیتی تھی فضا میں خوشبو
آنکھ میں ''گلبنِ مرجاں'' کی طرح
سانس کے ساتھ گُہر ڈھلتے تھے!
آج کیا کہیے کہ ایسا کیوں ہے؟
شام چپ چاپ
فضا یخ بستہ
دِل، مرا دل کہ سمندر کی طرح زندہ تھا
تیرے ہوتے ہوئے تنہا کیوں ہے؟
تو کہ خود چشمۂ آواز بھی ہے
میری محرم مری ہمراز بھی ہے!
تیرے ہوتے ہوئے ہر سمت اُداسی کیسی؟
شام چپ چاپ
فضا یخ بستہ
دل کے ہمراہ بدن ٹوٹ رہا ہو جیسے!
روح سے رشتۂ جاں چھوٹ رہا ہو جیسے!!

اے کہ تُو چشمۂ آواز بھی ہے
حاصلِ نغمگیِ ساز بھی ہے!
لب کُشا ہو کہ سرِ شامِ فگار
اِس سے پہلے کہ شکستہ دل میں
بدگمانی کی کوئی تیز کرن چُبھ جائے
اس سے پہلے کہ چراغِ وعدہ
یک بیک بُجھ جائے!
لب کُشا ہو کہ فضا میں پھر سے
جلتے لفظوں کے دہکتے جگنو
تیر جائیں تو سکوتِ شب عریاں ٹوٹے
پھر کوئی بندِ گریباں ٹوٹے!
لَب کُشا ہو کہ مری نَس نَس میں
زہر بھر دے نہ کہیں
وقت کی زخم فروشی پھر سے

Scanned with CamScanner

لَب کشا ہو کہ مجھے ڈس لے گی
خود فراموشی پھر سے
میرے کمرے میں اُتر آئی
خموشی پھر سے!!

☆

اتنی فرصت نہیں اب اور سخن کیا لکھنا؟
بس بہ اندازِ غزل اُس کا سراپا لکھنا

اُس کی آنکھوں میں مچلتے ہوئے دریا پڑھنا
دل کو سیلاب کے موسم میں بھی پیاسا لکھنا

بزمِ خورشید رُخاں میں وہ الگ' سب سے الگ
حلقۂ گل بدناں میں اُسے یکتا --- لکھنا

اُس کی زُلفوں میں اندھیروں کو بکھرنے دینا
اُس کے چہرے کو مگر چاند کا ٹکڑا لکھنا

اُس کے اَبرو کو ہلالِ شبِ وعدہ کہنا
اُس کے رُخسار کی سُرخی کو شفق سا لکھنا

اُس کے ماتھے پہ سجانا کئی صُبحوں کے وَرق
اُس کی جھکتی ہوئی پلکوں پہ فسانہ لکھنا

اُس کی آہٹ سے چُرا لینا چٹکتی کلیاں
اُس کے قامت پہ قیامت کا قصیدہ لکھنا

گھولنا دُھوپ میں خود اُس کے بدن کی چاندی
اُس کے سائے کو قسم کھا کے سنہرا لکھنا

Scanned with CamScanner

صبح کی پہلی کرن اُس کے تبسّم کی زکوٰۃ
شام کو بخششِ دلدار کا دریا لکھنا

اُس کے ملبوس کو رنگوں کے سمندر جیسا
اُس کے آنچل کو سمندر کا کنارا لکھنا

زندگی مرحمتِ جنبشِ لب کا اقرار
اُس کی ہر سانس کو اعجازِ مسیحا لکھنا

اُس کی باتوں کو تلاوت کی طرح دُہرانا
اُس کے ملنے کو بھی الہام کا لمحہ لکھنا

شب کو انگڑائی سے جب اُس کا بدن ٹوٹتا ہے
اوج پر اپنے مقدّر کا ستارا لکھنا

وہ اگر خواب میں بلقیس کی صورت اُترے
خواب کو خواب نہیں، مُلکِ سبا کا لکھنا

دیکھ لینا کبھی اغیار کی محفل میں مگر
دِل کی باتوں پہ نہ جانا، اُسے "اپنا" لکھنا

ذِکر مقتل کا جو کرنا ہو تو محسنؔ پیارے
اپنے قاتل کو بہر طور "مسیحا" لکھنا

☆

اِس کو بُجھنے سے بچا لے اے غمِ یاراں کی رات!
آخری آنسو یہ کربِ رائیگاں کی کائنات!!

ایک ہی جذبے کے پہلوٗ کیا خوشی کیا رنجِ ذات
ایک ہی جانب رواں ہیں کیا جنازہ کیا برات

Scanned with CamScanner

اپنی سوچیں حادثوں کے ساتھ مصروفِ سفر
جس طرح موجِ ہوا کی زد میں سادہ کاغذات

چاند نے موجوں کی تہہ میں چھپ کے دیکھی رات بھر
ایک پرچھائیں رواں بہتی ندی کے ساتھ ساتھ

آگہی کا زر نہ ہاتھ آیا نہ اَجرِ عاشقی!
میں نے کتنی بار توڑا ہے بدن کا سومنات

مر گیا شاعر تو بس اس کو ملی میراث میں!
میز، بوسیدہ قلم، قرضے، مرض، ٹوٹی دوات

میں تو محسنؔ بڑھ چلا تھا حد سے اُس کے شوق میں
دِل نے سمجھایا کہ لازم ہے، ذرا سی احتیاط

☆

کبھی غزل میں دَر آیا، کبھی فسانہ ہُوا
وہ جس سے اپنا تعارف بھی غائبانہ ہُوا

عجب ہے اُس سے جدائی کے بعد کا لمحہ
کہ جیسے ترکِ تعلّق کو اِک زمانہ ہُوا

دُعائے نیم شبی حدِ ختم کو پہنچی!
یہ اور بات کہ بابِ قبول وا نہ ہُوا

یہی بہت ہے گواہی مِری رفاقت کی
کہ میرا سایہ تری دُھوپ سے جدُا نہ ہُوا

ڈھلی ہے رات چلو اپنے گھر کو ہوآئیں
کہ لَوٹ آئیں گے، دروازہ گر کُھلا نہ ہُوا

Scanned with CamScanner

سِتم جہاں کا، تغافل ترا، عدو کا کرم
ہوا ہے جو بھی مِرے ساتھ مُنصفانہ ہُوا

مِلا ہے اپنی ہی پلکوں کی جھالروں سے اُدھر
وہ حرف بن کے زباں سے کبھی ادا نہ ہُوا

شعورِ حُسن اُسے کب تھا اِس طرح محسنؔ
مزاج اپنی غزل کا ہی عاشقانہ ہُوا

مرا ہونا نہ ہونا۔۔۔۔۔!

مرا ہونا نہ ہونا منحصر ہے
ایک نقطے پر
وہ اِک ''نقطہ''
جو دو حرفوں کو آپس میں ملا کر
''لفظ'' کی تشکیل کرتا ہے
وہ اِک نقطہ سمٹ جائے تو
''ہونے'' کا ہر اِک اِمکاں
''نہ ہونے'' تک کا سارا فاصلہ
پل بھر میں طے کر لے!
وہی نقطہ بکھر جائے
تو ہر اِک شے
''نہ ہونے'' کے قفس کی تیلیوں کو توڑ کر رکھ دے
''وہ اک نقطہ ''مری آنکھوں میں اکثر
روشنی کے سات رنگوں کو اُگاتا ہے!
مرے ادراک میں شبنم کی صورت
یا ستارے کی طرح لوحِ یقیں پر جگمگاتا ہے
وہی نقطہ مجھے تشکیک کے جنگل میں
جگنو بن کے منزل کی طرف رستہ دکھاتا ہے
مجھے اکثر بتاتا ہے
مرا ''ہونا'' ''نہ ہونے'' کا عمل ٹھہرا

Scanned with CamScanner

مگر میرے ''نہ ہونے'' سے
مرے ''ہونے'' کی بھی تکمیل ہوتی ہے!
وہ اِک نقطہ کہاں ہے؟
کون ہے؟
کس کے لبوں میں چھپ کے ہر اثبات کو
انکار میں تبدیل کرتا ہے
جو دو حرفوں کو آپس میں ملا کر لفظ کی تشکیل کرتا ہے
یہ نکتہ بھی اُسی نقطے میں مضمر ہے
وہ اِک نقطہ کہ اب تک جس کے ہونے کا امیں ہوں مَیں'
وہ افشا ہو۔۔۔تو میں سمجھوں
کہ ''ہوں'' بھی یا ''نہیں ہوں'' مَیں؟

پاگل لڑکی

اِک دن اِک پاگل لڑکی نے
اپنے گھر کی اونچی چھت سے
اپنے سارے خواب اُتارے
خواہش کے ٹکڑوں کو جوڑا
گیلے کپڑے
تیز ہوا کے ہاتھ سے چھینے
کالے حرفوں والے کاغذ
پرس میں رکھتے
پیلے چاند کی پھیکی چھاؤں
اپنی کچی آنکھوں اندر
آپ سمیٹے
رشتوں کی زنجیریں توڑ کے
گھر سے نکلی!

شہر کی ساری روشنیوں نے
اُس کی آنکھیں
رنگ برنگی دیواروں پر
چسپاں کر دیں
جاگتی سوتی آنکھوں والی اُس لڑکی نے

Scanned with CamScanner

مُڑ کر دیکھا
گھر جانے کے سارے رستے
اُس سے اوجھل۔۔
آنکھیں بوجھل!!
اب وہ اپنے آپ کو جیسے ڈھونڈ رہی ہے
ہر جانب انجانے سائے
اُس سے آنکھیں مانگ رہے ہیں
اور وہ ہر اِک موڑ پہ رُک کر
اپنے آپ سے پوچھ رہی ہے
اپنے گھر کا پہلا رستہ!!
وہ کتنی پاگل لڑکی تھی۔۔۔۔۔!
اور وہ تم ہو!!

میرے نام سے پہلے

اَب کے اُس کی آنکھوں میں
بے سبب اُداسی ۔۔۔ تھی!
اَب کے اُس کے چہرے پر
دُکھ تھا ۔۔ بے حواسی تھی!

اب کے یوں مِلا ۔۔ مجھ سے
یوں غزل سُنی ۔۔ جیسے
میں بھی ناشناسا ہوں
وہ بھی ۔۔۔ اجنبی جیسے

زرد خال و خد اُس کے
سوگوار دامن ۔۔۔ تھا
اَب کے اُس کے لہجے میں
کتنا کھردرا پَن تھا ۔۔۔!

Scanned with CamScanner

وہ کہ عُمر بھر جس نے
شہر بھر کے لوگوں میں
مجھ کو ہم سخن --- جانا
دل سے آشنا --- لکھا
خود سے مہرباں سمجھا
مجھ کو "دِلرُبا" لکھا

اب کے سادہ کاغذ پر
سُرخ روشنائی سے
اُس نے تلخ لہجے میں
میرے نام سے پہلے!
صرف "بے وفا" لکھا

☆

دور تک پھیلا ہے صحرائے اَجل
اے شبِ ہجراں مِرے ہمراہ چل

سانس کا ریشم جُھلس جانے کو ہے ---
ڈھل کہیں اے دو پہر کی دھوپ' ڈھل!

رُوح کے زخمی پرندے' اب نہ سوچ
کُھل گیا زنداں کا دروازہ' نِکل!

ٹل گئی ہر اِک قیامت ٹل گئی
ہم رہے اپنے اصولوں میں اٹل!!

دَم تو لے اے دردِ ہجرِ دوستاں
ہم بھی سولیں' تو بھی اب کروٹ بَدل

اور بھی کچھ شمعیں شاید جَل بجھیں
اور بھی کچھ اے دلِ ناداں' مچل

Scanned with CamScanner

راکھ ہو جائے نہ دل کی شعلگی
اِس قدر پتھر نہ بن، جاناں، پگھل

ہانپنے کو ہیں ہوا کی وحشتیں
اے چراغِ رہگذر، کچھ اور جل!!

یوں لگا وہ نیند سے جاگا ہوا
جیسے پچھلی رات کو تازہ غزل

آنسوؤں میں اُس کے چہرے کی دمک
پانیوں میں جس طرح کھِلتا کنول

اُس کی منزل سامنے ہے، جی نہ ہارا!
اے مرے دل اے مرے ساتھی سنبھل

کچھ بتاتا ہی نہیں غم کا سبب
بس یونہی گُم سُم ہے محسنؔ آج کل

☆

وسعتِ چشمِ تَر بھی دیکھیں گے
ہم تجھے بھول کر بھی دیکھیں گے

زخم پر ثبت کر نہ لب اپنے
زخم کو چارہ گر بھی دیکھیں گے!!

ہجر کی شب سے حوصلے اپنے
بچ گئے تو سحر بھی دیکھیں گے

Scanned with CamScanner

رات ہونے دو، لوگ سونے دو!
چاند کو دَر بَدر بھی دیکھیں گے

اک دعا، دل سے چھپ کے مانگی تھی
اُس دعا کا اثر بھی دیکھیں گے!!

اِک پُرانا سفر تو ختم ہوا
اِک نئی رہگذر بھی دیکھیں گے

گِن تو لینے دو بے کفن لاشیں!
بے صدا بام و در بھی دیکھیں گے

چھیڑ کر دل کی راکھ کو محسنؔ
اب کے رقصِ شرر بھی دیکھیں گے

☆

راحتِ دل، متاعِ جاں ہے تُو
اے غمِ دوست جاوداں ہے تُو

آنسوؤں پر بھی تیرا سایا ہے
دھوپ کے سر پہ سائباں ہے تُو

دِل تری دسترس میں کیوں نہ رہے
اِس زمیں پر تو آسماں ہے تُو

شامِ شہرِ اُداس کے والی
اے مِرے مہرباں کہاں ہے تُو؟

Scanned with CamScanner

سایۂ ابرِ رائیگاں ہوں میں
موجۂ بحرِ بیکراں ہے تُو

میں تہی دست و گرد پیراہن
لعل و لماس کی دُکاں ہے تُو

لمحہ بھر مِل کے رُوٹھنے والے
زندگی بھر کی داستاں ہے تُو

کُفر و ایماں کے فاصلوں کی قَسم
اے متاعِ یقیں، گُماں ہے تُو

تیرا اقرار ہے --- نفی میری
میرے اثبات کا جہاں ہے تُو

اے مِرے لفظ لفظ کا مفہوم!
نطقِ بے حرف و بے زباں ہے تُو

جو مقدر سنوار دیتے ہیں!
اُن ستاروں کی کہکشاں ہے تُو

بے نشاں بے نشاں خیام مرے
کاروں کارواں ۔ رواں ہے تُو

اے گریباں نہ ہو سُپردِ ہوا
دِل کی کشتی کا بادباں ہے تُو

جلتے رہنا چراغِ آخرِ شب
اپنے محسن کا رازداں ہے تُو

☆

Scanned with CamScanner

اب تو یوں دیدۂ تر کھلتا ہے
جیسے زنداں کا دَر کھلتا ہے

کس نے پایا ہے دفینے کا سراغ؟
کب کوئی اہلِ ہنر کھلتا ہے

خاک اُڑانے کو چلی آئی --- ہوا!
اپنا سامانِ سفر کھلتا ہے

کھل گیا اُس کی محبت کا بھرم
جیسے چوفاں میں بھنور کھلتا ہے

قفسِ جاں سے بصد ناز نِکل
کیوں سمیٹے ہوئے پَر کھلتا ہے

کچھ خبر دل کی بھی، اربابِ جُنوں!
مدتوں بعد یہ گھر کھلتا ہے

بندشیں پوچھ نہ ہم پر اُس کی
لمحہ بھر کو بھی اگر کھلتا ہے

دل کو دے گا وہ رفاقت کی تپش
راکھ سے جیسے شرر کھلتا ہے

پھول سے موجِ صبا کہتی تھی
جاگ، بازارِ سحر کھلتا ہے

تھام کشکولِ دُعا کو محسنؔ
دامنِ حرفِ اَثر کھلتا ہے

Scanned with CamScanner

☆

منصب بقدرِ قامتِ کردار چاہیے
کٹتے ہوئے سروں کو بھی دستار چاہیے

اِک نعش بے کفن کو ضرورت ہے اوڑھنی گر
اِک شامِ بے رِدا کو عزادار چاہیے

سورج نے سر پہ تان لیا شب کا سائباں
اب دھوپ کو بھی سایۂ دیوار چاہیے

ہیرے نہ ہوں تو اپنا سجا لو دکان میں
سوداگروں کو گرمیٔ بازار چاہیے!

ایسا نہ ہو کہ برف ضمیروں کو چاٹ لے
یخ بستگی کو شُعلۂ پندار چاہیے

اذنِ سفر مِلا ہے تو حدِّ نظر غلط!
پرواز، آسماں کے بھی اُس پار چاہیے

خوشبو کی جھانجھریں ہیں ہواؤں کے پاؤں میں
شاید سکوتِ دشت کو جھنکار چاہیے

ہے مدّعی کی فکر نہ مجرم سے واسطہ
منصف کو صرف اپنا طرفدار چاہیے

شورش لہو کی ہو کہ ہو محسنؔ اذانِ شوق
غوغا کوئی تو آج سرِ دار چاہیے

Scanned with CamScanner

تھک جاؤ گی

پاگل آنکھوں والی لڑکی!
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو۔۔۔
تھک جاؤ گی!!
کانچ سے نازک خواب تمھارے
ٹوٹ گئے تو
پچھتاؤ گی!!
سوچ کا سارا اُجلا کندن
ضبط کی راکھ میں گھل جائے گا
کچے پکّے رشتوں کی خوشبو کا ریشم
کھل جائے گا۔۔!
تم کیا جانو؟
خواب' سفر کی دھوپ کے تیشے
خواب' ادھوری رات کا دوزخ
خواب' خیالوں کا پچھتاوا
خوابوں کی منزل رُسوائی!
خوابوں کا حاصل تنہائی!!
تم کیا جانو؟
مہنگے خواب خریدنا ہوں تو
آنکھیں بیچنا پڑتی ہیں۔۔۔یا
رِشتے بھولنا پڑتے ہیں

اندیشوں کی ریت نہ پھانکو
پیاس کی اوٹ سراب نہ دیکھو
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو۔۔۔!!
تھک جاؤ گی!!

Scanned with CamScanner

اجنبی، دیکھنا یہ وہی شہر ہے
یہ مرا شہر صحرا صفت، دشت خُو
جس کے رستوں کی مٹّی، مری آبرو
جس کی گلیاں، لکیریں مرے بخت کی
جس کے ذرّے مہ و مہر سے قیمتی!

یہ وہی شہر ہے --- اجنبی دیکھنا!
جس کی چاہت کی تعزیر میں عُمر بھر
میری آوارگی کے فسانے بنے!
جس کی خاطر مرے ہم سخن، ہمسفر
بے سبب تہمتوں کے نشانے بنے!
جس کی بخشش کی تاثیر کے ذائقے
میری تشہیر کو تازیانے بنے!
میری دیوانگی نے تراشا جنھیں
وہ سیہ پوش لمحے زمانے بنے!

اجنبی، دیکھنا یہ وہی شہر ہے
جس کی جلتی ہوئی دوپہر میں سدا
خواب بنتی رہی نوجوانی مری!
جس کے ہر موڑ پر راکھ کے ڈھیر میں
دفن ہوتی رہی ہر کہانی مری

جس کی پُرہول راتوں کی محراب میں
میری غزلوں کے خورشید جلتے رہے
جس کی یخ بستہ صبحوں کے اصرار پر
میرے آنسوٗ شراروں میں ڈھلتے رہے

یہ وہی شہر ہے جس کے بازار میں
بارہا میرا پندار بیچا گیا --- گیا!
موسمِ قحط کو ٹالنے کے لیے!
میرے دامن کا ہر تار بیچا گیا

اجنبی دیکھنا --- دیکھنا اجنبی!
اپنے صحرا صفت شہر میں آج پھر
میں دریدہ بدن، میں بُریدہ قبا

Scanned with CamScanner

دربدر خواہشوں کی کٹی انگلیاں
ریزہ ریزہ مہ و سال کے ذائقے
ہانپتے کانپتے دل کی شوریدگی
عمر بھر کی کمائی ہوئی شہرتیں
لمحہ لمحہ سُلگتی ہوئی زندگی
ناچتی تہمتوں کی کھلی وحشتیں
لب پہ مجروح لفظوں کی چبھتی تھکن
تن پہ یاقت زخموں کے تمغے لیے
سر جھکائے ہوئے راکھ کے ڈھیر پر
سوچتا ہوں کہ ہاں یہ وہی شہر ہے
جس سے منسوب ہے میرا نام و نسب
میرا فن، میری تخلیق، میرا ادب
شورشِ چشمِ نم --- نوحۂ زیرِ لب
سب اِسی شہرِ صحرا صفت کے لیے

میں مگر آج اس شہر کی بھیڑ میں
صورتِ موجِ صحرا اکیلا بہت!
میرے چہرے پہ کوئی گواہی نہیں
کچھ بھی حاصل مِرا جز تباہی نہیں

یوں بھی ہے، کل جہاں میں تھا مسند نشیں
اُس جگہ خیمہ زن اب نئے لوگ ہیں
خود سے آباد کر قریۂ شب مجھے
کوئی پہچانتا ہی نہیں اب مجھے!!

دل میں چُبھتی ہوئی درد کی لہر ہے
میرے سچ کا صلہِ ساغرِ زہر ہے
سانس لینا یہاں جبر ہے قہر ہے
اجنبی، دیکھنا یہ وہی شہر ہے
یہ وہی شہر ہے---!

Scanned with CamScanner

☆

جستجو میں تری پھرتا ہوں نجانے کب سے؟
آبلہ پا ہیں مرے ساتھ زمانے ۔ کب سے!

میں کہ قسمت کی لکیریں بھی پڑھا کرتا تھا
کوئی آیا ہی نہیں ہاتھ دکھانے کب سے

نعمتیں ہیں نہ عذابوں کا تسلسل اب تو!
مجھ سے رُخ پھیر لیا میرے خدا نے کب سے

جاں چھڑکتے تھے کبھی خود سے غزالاں جن پر
بھول بیٹھے ہیں شکاری وہ نِشانے کب سے

وہ تو جنگل سے ہواؤں کو چُرا لاتا تھا
اُس نے سیکھے ہیں دیے گھر میں جلانے کب سے؟

شہر میں پرورشِ رسمِ جنوں کون کرے؟
یوں بھی جنگل میں ہیں یاروں کے ٹھکانے کب سے؟

آنکھ رونے کو ترستی ہے تو دل زخموں کو
کوئی آیا نہیں احسان جتانے کب سے

جن کے صدقے میں بسا کرتے تھے اُجڑے ہوئے لوگ
لُٹ گئے ہیں سرِ صحرا وہ گھرانے کب سے

لوگ بے خوف گریباں کو کُھلا رکھتے ہیں
تیر چھوڑا ہی نہیں دستِ قضا نے کب سے

جانے کب ٹوٹ کے برسے گی ملامت کی گھٹا؟
سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں دِوانے کب سے

جن کو آتا تھا کبھی حشر جگانا محسنؔ
بختِ خفتہ کو نہ آئے وہ جگانے کب سے!

Scanned with CamScanner

☆

ہوا چلی بھی تو خود سے ڈرا دیا ہے مجھے
چراغِ شامِ سفر نے بجھا دیا ہے مجھے

مرے بدن میں پڑی جب بھی زلزلے کی دراڑ
مرے کماں نے بہت آسرا دیا ہے مجھے

میں دھوپ دھوپ مسافت میں جس کے ساتھ رہا
ذرا سی چھاؤں میں اُس نے بھلا دیا ہے مجھے

نئے دِنوں کے لیے نیند نوچنا ـــ کیسا؟
گئے دنوں کی رفاقت نے کیا دیا ہے مجھے؟

وہ تیری یاد کہ انگلی پکڑ کے چلتی تھی
اُسی نے راہ میں آخر گنوا دیا ہے مجھے

بُجھا تھا زہر میں ہر تارِ پیرہن اپنا
مری قبا نے دریدہ بدن کیا دیا ہے مجھے

حصارِ دیدۂ تر میں سمٹ گئے منظر
تھکاوٹوں نے عجب حوصلہ دیا دیا ہے مجھے

بچھڑتے جاتے ہیں سب خواب اپنی پلکوں سے
یہ کس نے جاگتے رہنا سِکھا دیا ہے مجھے

مَیں روشنی کی علامت نہ فصلِ گُل کا سفیر

Scanned with CamScanner

سحر کی شاخ پہ کس نے سجا دیا ہے مجھے

بڑے دیارِ پرستش میں آسماں تھا وہ شخص
اُسی نے اپنی نظر سے گرا دیا دیا ہے مجھے

اُجاڑ دن تھا وہ محسنؔ نہ ذکرِ شامِ فراق
ہنسی خوشی یونہی اُس نے رُلا دیا دیا ہے مجھے

☆

تم نہیں، بچپن کی ضد میں، تم سی کتنی لڑکیاں
اَب پرائے دامنوں پر کاڑھتی ہیں تتلیاں

دِل میں تنہائی کا سنّاٹا عذابِ حشر ہے
رات بھر بجتی ہیں میرے گھر کی ساری کھڑکیاں

میں شکستہ آئینوں کے شہر میں پھرتا رہا
ہاتھ میں تیرا پتہ، پاؤں میں چبھتی کرچیاں

اُس کی جرأت پھانک لی تھی جُستجوئے رزق نے
سہہ گیا وہ آتے جاتے گاہکوں کی جھڑکیاں

ڈُوبنے والوں کی آوازیں خَلا میں کھو گئیں
لوگ چُنتے ہی رہے ساحل سے تازہ سیپیاں

ہجر کے سارے فسانے سب بہانے سچ مگر
کچھ مسائل اور بھی تھے اُس کے میرے درمیاں

روشنی مانگی تھی، سُنتے ہیں، بزرگوں نے کبھی
ڈھونڈتی ہیں بستیوں کو اب بھی اندھی بجلیاں

اَب لٹے لاشوں جلے خیموں کا پُرسہ کس کو دیں؟

Scanned with CamScanner

رہ گئیں صحرا میں بچوں کی اُدھوری ہچکیاں

ہم گریبانوں سے جائیں گے تو کیا' محسنؔ مرے
دوستوں کے ہاتھ تو رہ جائیں گی کچھ دھجیاں

☆

کاش ہم کھل کے زندگی کرتے!
عمر گزری ہے خودکشی کرتے!!

بجلیاں اس طرف نہیں آئیں
ورنہ ہم گھر میں روشنی کرتے

کون دشمن تری طرح کا تھا؟
اور ہم کس سے دوستی کرتے؟

بجھ گئے کتنے چاند سے چہرے
دل کے صحرا میں چاندنی کرتے

عشق اُجرت طلب نہ تھا ورنہ
ہم ترے در پہ نوکری کرتے

اِس تمنا میں ہو گئے رُسوا
ہم بھی جی بھر کے عاشقی کرتے

حُسن اُس کا نہ کھل سکا محسنؔ
تھک گئے لوگ شاعری کرتے

Scanned with CamScanner

☆

ستم کو مصلحت، حُسنِ تغافُل کو ادا کہنا
اُسے اب اور کیا لکھنا، اُسے اب اور کیا کہنا؟

یہ رسمِ شہرِ ناپُرساں، ہمارے دَم سے قائم ہے
کہ ہر اک اجنبی کو مُسکرا کر آشنا کہنا

جلوسِ دلفگاراں میں نہ کرنا بات تک لیکن
ہجومِ گُل عذاراں میں اُسے سب سے جُدا کہنا

سفر میں یوں خُمارِ تشنگی آنکھوں میں بھر لینا
چمکتی ریت کو دریا، بگولے کو گھٹا کہنا

ہزاروں حادثے تجھ پر قیامت بن کے ٹوٹے ہیں
تُو اس پر بھی سلامت ہے، دِل خوش فہم کیا کہنا!

دلِ بے مدّعا کو بے طلب جینے کی عادت ہے
مجھے اچھا نہیں لگتا دُعا کو التجا کہنا!

مرے محسنؔ یہ آدابِ مسافت سیکھنا ہوں گے
بھٹکتے جگنوؤں کو بھی سفر کا آسرا کہنا

سُن لیا ہم نے.....!

سُن لیا ہم نے فیصلہ --- تیرا
اور سُن کر، اُداس ہو بیٹھے
ذہن چُپ چاپ آنکھ خالی ہے
جیسے ہم کائنات کھو بیٹھے

Scanned with CamScanner

دُھندلے دُھندلے سے منظروں میں مگر
چھیڑتی ہیں تجلّیاں --- تیری
بھولی بسری ہوئی رُتوں سے اُدھر
یاد آئیں --- تسلیاں --- تیری!

دل یہ کہتا ہے --- ضبط لازم ہے
ہجر کے دِن کی دُھوپ ڈھلنے تک
اعترافِ شکست کیا کرنا -----!
فیصلے کی گھڑی بدلنے تک

دل یہ کہتا ہے --- حوصلہ رکھنا
سنگ، رستے سے ہٹ بھی سکتے ہیں
اس سے پہلے کہ آنکھ بجھ جائے!
جانے والے پلٹ بھی سکتے ہیں۔!

اب چراغاں کریں ہم اشکوں سے
مناظر بجھے بجھے --- دیکھیں؟
اک طرف تُو ہے، اک طرف دل ہے
دِل کی مانیں -- کہ اب تجھے دیکھیں؟

خود سے بھی کشمکش سی جاری ہے
راہ میں تیرا غم بھی --- حائل ہے
چاک در چاک ہے قبائے حواس!
بے رفو سوچ، رُوح گھائل ہے

تجھ کو پایا تو چاک سی لیں گے
غم بھی اُمرت سمجھ کے پی لیں گے!
ورنہ یوُں ہے کہ دامنِ دل میں!
چند سانسیں ہیں، گِن کے جی لیں گے!

Scanned with CamScanner

☆

اِتنا خالی تو گھر نہیں، ہم ہیں!
ہم نہیں ہیں مگر نہیں، ہم ہیں!!

چشمِ دشمن کے خوف سے پوچھو
نوکِ نیزہ پہ سر نہیں، ہم ہیں

شامِ تنہائی غم نہ کر کہ ترا
کوئی بھی ہمسفر نہیں، ہم ہیں

چاند سے کہہ دو، بے دھڑک اُترے
گھر میں دیوار و در نہیں، ہم ہیں

وہ جو سب سے ہیں بے خبر، تم ہو
جن کو اپنی خبر نہیں، ہم ہیں

کیوں جلاتے ہو جھونپڑی اپنی؟
اِس میں لعل و گُہر نہیں، ہم ہیں

ہم ہیں ہم زادِ رات کے محسنؔ
جن کی قسمت سحر نہیں، ہم ہیں

☆

دشتِ ہجراں میں نہ سایا نہ صدا تیرے بعد
کتنے تنہا ہیں ترے آبلہ پا ۔ تیرے بعد

Scanned with CamScanner

کوئی پیغام نہ دِلدار نوا تیرے بعد
خاک اُڑاتی ہوئی گزری ہے صبا تیرے بعد

لب پہ اِک حرفِ طلب تھا نہ رہا تیرے بعد
دِل میں تاثیر کی خواہش نہ دُعا تیرے بعد

عکس و آئینہ میں اب رَبط ہو کیا تیرے بعد
ہم تو پھرتے ہیں خود اپنے سے خفا تیرے بعد

دُھوپ عارض کی نہ زلفوں کی گھٹا تیرے بعد
ہجر کی رُت ہے کہ حُبس کی فضا تیرے بعد

لیے پھرتی ہے سرِ کُوئے جَفا تیرے بعد
پرچمِ تارِ گریباں کو ہوا تیرے بعد

پیرہن اپنا سلامت نہ قَبا تیرے بعد
بس وہی ہم وہی صحرا کی رِدا تیرے بعد

نکہت و نَے ہے تہِ دستِ قضا تیرے بعد
شاخِ جاں پر کوئی غنچہ نہ کھِلا تیرے بعد

دل نہ مہتاب سے اُلجھا نہ جلا تیرے بعد
ایک جگنو تھا کہ چُپ چاپ بجھا تیرے بعد

کون رنگوں کے بھنور کیسی حنا تیرے بعد؟
اپنا خوں اپنی ہتھیلی پہ سَجا تیرے بعد

درد سینے میں ہُوا نَوحہ سرا تیرے بعد
دِل کی دھڑکن ہے کہ ماتم کی صدا تیرے بعد

ایک ہم ہیں کہ ہیں بے برگ و نوا تیرے بعد
ورنہ آباد ہے سب خلقِ خدا تیرے بعد

ایک قیامت کی خراشیں ترے چہرے پہ سجیں
ایک محشر مرے اندر سے اُٹھا تیرے بعد

Scanned with CamScanner

تجھ سے بچھڑا ہوں تو مُرجھا کے ہوَا بُرد ہوا
کون دیتا مجھے کھِلنے کی دُعا تیرے بعد؟

اے فلک ناز، مری خاک نشانی تیری
میں نے مٹی پہ ترا نام لکھا تیرے بعد

تو کہ سمٹا تو رگِ جاں کی حدوں میں سمٹا
میں کہ بکھرا تو سمیٹا نہ گیا تیرے بعد

ملنے والے کئی مفہوم پہن کر آئے ۔۔۔!
کوئی چہرہ بھی نہ آنکھوں نے پڑھا تیرے بعد

بجھتے جاتے ہیں خدوخال، مناظر، آفاق!
پھیلتا جاتا ہے خواہش کا خلاء تیرے بعد

یہ الگ بات کہ افشا نہ ہوا تُو ورنہ
میں نے کتنا تجھے محسوس کیا تیرے بعد

میری دُکھتی ہوئی آنکھوں سے گواہی لینا
میں نے سوچا تجھے اپنے سے سوا تیرے بعد

سہ لیا دل نے ترے بعد ملامت کا عذاب
ورنہ چبھتی ہے رگِ جاں میں ہوا تیرے بعد

جانِ محسنؔ مرا حاصل یہی مُبہم سطریں!
شعر کہنے کا ہُنر بھول گیا تیرے بعد

☆

بھولے بسرے ہوئے بام ودر کے لیے خواب کیا دیکھنا؟
بے کراں دشت میں اپنے گھر کے لیے خواب کیا دیکھنا؟

Scanned with CamScanner

چل پڑے ہو تو اب آنکھ پر ٹوٹتے آبلے باندھ لو
راہ میں ختم شامِ سفر کے لیے خواب کیا دیکھنا؟

جس کے بعد اپنی راتوں کی ہریالیاں بانجھ بنجر بنیں
ایسی کم یاب تنہا سحر کے لیے خواب کیا دیکھنا؟

ضبط کا زہر تھا، ہنس کے پینا پڑا، پی چکے، جی چکے!
چند لمحوں کو اب چارہ گر کے لیے خواب کیا دیکھنا؟

رات پھر دل میں چُبھتا ہو ایک پَل کہہ گیا آنکھ سے
رائیگاں آس پر عمر بھر کے لیے خواب کیا دیکھنا؟

جن کو محسنؔ قفس میں دہکتی ہوئی زندگی راس ہے
اُن پرندوں کو اب بال و پَر کے لیے خواب کیا دیکھنا؟

☆

نفَس کو درد سے حاصل فراغ ہونا تھا
اُبلتی مَے تھی، شکستہ ایاغ ہونا تھا

جہاں جہاں سے گزرنا تھا تیری خوشبو کو
رَوِش رَوِش کو ہواں باغ باغ ہونا تھا

ملے تھے شامِ سفر میں تو پھر بوقتِ فراق
تجھے ہَوا مجھے آخر چراغ ہونا تھا

وہاں تو رسم تھی خنجر کو صاف رکھنے کی
مِری قبا کو وہاں داغ داغ ہونا تھا

وہ اشک شامِ غریباں میں بجھ گیا جس کو
خطِ مسافتِ شب کا سُراغ ہونا تھا

Scanned with CamScanner

تمھاری سوچ بھی آخر بہک گئی محسنؔ
تمھیں تو شہر میں روشن دماغ ہونا تھا

☆

شام ہی شام پیش و پس اور ہوا کا سامنا
ایک چراغِ کم نفس --- اور ہوا کا سامنا

وقت ملے تو پُوچھنا دل زدگانِ شوق سے
موسمِ گوشۂ قفس اور ہوا کا سامنا

دائرۂ حواس میں ایک قبا کی سلوٹیں
دِل پہ جنوں کی دسترس --- اور ہوا کا سامنا

پچھلے برس تو بچ گئے --- اور ہوا تھی سامنے
کرنا پڑے گا اِس برس --- اور ہوا کا سامنا

ہمسفرو دُعا کرو کاش ہمیں نصیب ہو
رات کی رانیوں کا رس اور ہوا کا سامنا

آنکھ میں قحطِ آب سے دیکھ دِیے بُجھے ہوئے
دِل نے کہا کہ یار بس؟ اور ہوا کا سامنا

ابھی نہ رُکنا-----!

میں معترف ہوں

Scanned with CamScanner

کہ تم نے اپنے قلم سے
پتھر کی مورتوں کے بدن کی
شکنیں درست کی ہیں!
کہ تم نے پلکوں سے
ریزہ ریزہ بکھرتی نیندوں
کو چُن کے لفظوں میں گھولنے کا
ہنر تراشا
کہ تم نے مدفون روز و شب کے
کواڑ کھولے اور اُن کے پیچھے
بُجھے چراغوں کی سر بریدہ لوؤں کو
اپنے لہو سے روشن کیا تو
ذرّوں کی آنچ پر پھر حنوط چہرے
پگھل کی آواز بن گئے ہیں!!
میں معترف ہوں کہ
تم نے تنگی گلی کے بے خواب پہریداروں کی
آستیں میں چھپی ہوئی، زہر سے بھری سازشوں کو
باہر نکال کر
بے خبر ہواؤں کو تازہ خبروں کا نور بخشا۔۔۔!
میں معترف ہوں،
تمھاری آنکھوں میں بولتے سچ کا معترف ہوں
میں معترف ہوں
تمھارے پاؤں میں جاگتے آبلوں کی حدِّت کا معترف ہوں
مگر مری جاں!
ابھی قلم کو نہ تھکنے دینا
کہ زندگی کے بہت سے زخموں کو
(''حرفِ مرہم'' کی جستجو ہے)
ابھی نہ رُکنا
کہ ہر مسافت تمھارے اپنے ہنر کا زیور ہے
آبرو ہے!
ابھی بگولوں میں گھِر کے بے دست و پا نہ ہونا
کہ سچ کے اِس بے کنار صحرا میں
تم اکیلے نہیں ہو
میں بھی تمھارے ہمراہ چل رہا ہوں!

(ضیا ساجد کے لیے)

Scanned with CamScanner

☆

حال مت پوچھ عشق کرے کا!
عمر جینے کی، شوق مرنے کا!!

وہ محبت کی احتیاط کے دن!
ہائے موسم وہ خود سے ڈرنے کا

اب اُسے آئینے سے نفرت ہے!
کل جسے شوق تھا سنورنے کا

خودکشی کو بھی رائیگاں نہ سمجھ
کام یہ بھی ہے کر گذرنے کا

عمر بھر کے عذاب سے مشکل!
ایک لمحہ، سوال کرنے کا!!

خون رونا بھی اک ہُنر ٹھہرا،
بانجھ موسم میں رنگ بھرنے کا

ٹوٹتے دل کو شوق سے محسنؔ
صورتِ برگِ گل بکھرنے کا!!

☆

رات بھی ہے سفر بھی، جگنو بھی
دو قدم چل پڑے اگر تُو بھی!!

Scanned with CamScanner

کچھ تو تاریک تھی فراق کی رات
اور کچھ کھل گئے وہ گیسو بھی!

قُفلِ موجِ رواں مگر نہ کھلا
پیاس بیٹھی رہی لبِ جُو بھی

ایک ہی پَل میں مُجھ سے بچھڑے ہیں
موسمِ گل بھی تیری خوشبو بھی!!

اُس پہ کیسی غزل کہیں؟ کہ وہ شخص
سنگدل بھی ہے آئینہ رُو بھی

اوّل اوّل وہ رُوٹھ کر جو مِلا
آنکھ میں بولتے تھے آنسو بھی

شب کا دریا نہ طے ہوا محسن
شل ہوئے اپنے دست و بازو بھی

☆

دِل نے تنہا جھیلی رات
ہجر کی رات، اکیلی رات

دِن والے کب بوُجھ سکے؟
مشکل شام، پہیلی رات

ایک سفر کی تشریحیں!
چاند، چکور، چنبیلی، رات!!

دن اپنے ہر درد کا دوست
اُس کی ایک سہیلی رات

Scanned with CamScanner

اِک سُنسان نگر ہر سانس
اِک ویران حویلی رات

اُس کا روپ تھا "ہاڑ" کی دُھوپ
میری سرد ہتھیلی رات

اُس کی آنکھ سے چھلکی شام
اُس کی زلف سے کھیلی رات

محسن کے انجام کے نام
ہجر کی نئی نویلی رات

عہد نامہ

غلط کہا ہے کسی نے تم سے
کہ جنگ ہوگی!
زمیں کے سینے پہ بے تحاشہ لہو بہے گا
لہوُ بہے گا۔۔۔بصوُرتِ آبجو بہے گا
لہوُ جو میزانِ آرزو ہے
لہوُ جو ہابیل و ابنِ مریم کی آبرو ہے
لہو جو ابنِ علی کے سایۂ چشم واَبرو میں سُرخرو ہے
مجاورانِ شبِ ہلاکت کی سازشوں کے مقابلے میں
جو روشنی ہے، تپش، تمازت، طلب، نمو ہے
لہو امانت ہے آگہی کی
لہو ضمانت ہے زندگی کی
لہو بہے گا تو مسکراتی ہوئی زمیں پر
نہ پھول مہکیں گے چاہتوں کے
نہ رقصِ خوشبو نہ موسموں کی تمیز کوئی
نہ زندگی کا نشاں رہے گا
(فقط اَجل کا دُھواں رہے گا)
غلط کہا ہے کسی نے تم سے
کہ جنگ ہوگی!

Scanned with CamScanner

سمندروں سے اُٹھیں گے شعلے
زمیں کے سینے پہ موت ناچے گی
کھیت کھلیاں راکھ ہو جائیں گے جھلس کر
فضا میں بارود پھانک لے گا
۔۔۔۔۔بشر کی سانسیں!
یہ ہنستے بستے گھروں کے آنگن
۔۔۔۔۔بنیں گے مدفن!!
ہزارہا بے گناہ ماؤں کی چھاتیوں سے
لپٹ کے سوئے، گلی محلوں میں کھیلتے
بے نیاز بچوں کے۔۔۔۔۔
جن کی آنکھوں میں کوئی سازش نہ جُرم کوئی

تمھیں خبر ہے کہ جنگ ہوگی تو اس کے شعلے
زمیں کی ہریالیاں۔۔۔نگلنے کے بعد میں بھی
۔۔۔۔۔۔نہ سرد ہوں گے
تمھیں خبر ہے کہ جنگ ہوگی
تو آنے والے کئی برس
بانجھ موسموں کی طرح کٹیں گے،
تمام آباد شہر۔۔سُنسان وادیوں کی طرح بٹیں گے
قضا کے آسیب اپنے جبڑوں میں پیس دیں گے
تمام لاشیں، تمام ڈھانچے، تمام پنجر
نہ فاختائیں رہیں گی باقی
نہ شاہراہوں پہ روشنی کا جلوس ہوگا
لہو کے رشتے، نہ عکسِ تہذیبِ آدمیت
نہ ارتباطِ خلوص ہوگا۔۔۔
تمھیں خبر ہے کہ جنگ ہوگی تو اس کے شعلے
تمام جذبوں کو چاٹ لیں گے
نہ زندگی کا نشاں رہے گا
فقط اجل کا دھواں رہے گا

تمھیں خبر ہے تو بے خبر بن کے سوچتے کیا ہو،
دیکھتے کیا ہو؟
آؤ اپنے لہو سے لکھیں وہ عہد نامہ
جو عزمِ تخریب رکھنے والوں کے عہد ناموں سے معتبر ہو
وہ عہد نامہ کہ جس کے لفظوں میں

Scanned with CamScanner

مسکراتے حسین بچوں کی دلکشی ہو
نحیف ماؤں کی سادگی ہو
ضعیف محنت کشوں کے ہاتھوں سے
لہلہاتے جوان کھیتوں کی زندگی ہو
اُٹھو کہ لکھیں وہ عہد نامہ
جو امن کی فاختہ کے نغموں سے گونجتا ہو
لکھو کہ
خوشبوئے امن بارُود کی ہلاکت سے معتبر ہے
لکھو کہ ہنستی ہوئی سحر، شب کی تیرگی سے عظیم تر ہے
لکھو کہ دھرتی اجاڑنے والے مجرموں کا حساب ہوگا
لکھو کہ بارود کا دُھواں خود بشر پہ اپنا عذاب ہوگا۔۔۔
''تم اپنی خواہش کی بھٹیوں میں جلاؤ خود کو
مگر ہمیں اُمن کی خنک چھاؤں میں
دُعاؤں میں سانس لینے دو۔۔زندگی بھر
کہ جنگ ہوگی تو دیکھ لینا
کہ زندگی کی سحر نہ ہوگی
کسی کو اپنی خبر نہ ہوگی!

☆

نئی طرح سے نبھانے کی دل نے ٹھانی ہے
وگرنہ اُس سے محبت بہت پرانی ہے

خدا وہ دن نہ دکھائے کہ میں کسی سے سُنوں
کہ تو نے بھی غمِ دنیا سے ہار مانی ہے

زمیں پہ رہ کے ستارے شکار کرتے ہیں
مزاج اہلِ محبت کا آسمانی ہے.....!!

ہمیں عزیز ہو کیونکر نہ شامِ غم کہ یہی
بچھڑنے والے تیری آخری نشانی ہے

Scanned with CamScanner

اُتر پڑے ہو تو دریا سے پوچھنا کیسا؟
کہ ساحلوں سے اُدھر کتنا تیز پانی ہے

بہت دنوں میں تیری یاد اوڑھ کر اُتری
یہ شام کتنی سنہری ہے کیا سُہانی ہے!

میں کتنی دیر اُسے سوچتا رہوں محسنؔ
کہ جیسے اُس کا بدن بھی کوئی کہانی ہے

☆

کبھی جو چھیڑ گئی یادِ رفتگاں محسنؔ
بکھر گئی ہیں نگاہیں کہاں کہاں محسنؔ

ہوا نے راکھ اُڑائی تو دِل کو یاد آیا
کہ جل بجھیں مرے خوابوں کی بستیاں محسنؔ

کچھ ایسے گھر بھی مِلے جن میں گھونگھٹوں کے عوض
ہوئی ہیں دفن دوپٹوں میں لڑکیاں محسنؔ

کھنڈر ہے عہدِ گذشتہ نہ چھو نہ چھیڑ اسے
کھلیں تو بند نہ ہوں اِس کی کھڑکیاں محسنؔ

بُجھا ہے کون ستارہ کہ اپنی آنکھ کے ساتھ
ہوئے ہیں سارے مناظر دھواں دھواں محسنؔ

نہیں کہ اُس نے گنوائے ہیں ماہ و سال اپنے
تمام عُمر گئی یوں بھی رائیگاں محسنؔ

مِلا تو اور بھی تقسیم کر گیا مجھ کو
سمیٹنا تھیں جسے میری کرچیاں محسنؔ

Scanned with CamScanner

کہیں سے اُس نے بھی توڑا ہے خود سے ربطِ وفا
کہیں سے بھول گیا میں بھی داستاں محسنؔ

☆

دِل تری رہگزر میں کھو بیٹھے
اِک ستارہ سفر میں کھو بیٹھے

شوقِ پرواز و جُستجوئے سفر
خواہشِ بال و پَر میں کھو بیٹھے

حُسنِ حرفِ دُعا، فقیر ترے
مِنّتِ چارہ گر میں کھو بیٹھے

ہم بھی کیا چاندِ سے حَسیں چہرے
گردِ شام و سحر میں کھو بیٹھے

بادباں جب ہوَا کے ہاتھ لگا
کشتیاں ہم بھنور میں کھو بیٹھے

گھر بنانے کی آرزو ہم لوگ
حسرتِ بام و دَر میں کھو بیٹھے

بولتے شہر ہنستے یاروں کے!
دل کے اندھے کھنڈر میں کھو بیٹھے

یادِ اِک دِل میں گُم ہوئی محسنؔ
عکس اِک چشمِ تر میں کھو بیٹھے

Scanned with CamScanner

کیسا عالم تھا وہ جذبوں کے رفُو کا عالم

کیسا عالم تھا وہ جذبوں کے رفوُ کا عالم
ریزہ ریزہ مِری سوچیں، وہ غزل جیسی تھی
کیسا موسم تھا وہ سانسوں کی نمو کا موسم
جھیل جیسی مری چاہت وہ کنول جیسی تھی

رات آنگن میں اُترتی تھی مگر یوں جیسے
اُس کی آنکھوں میں دہکتا ہوا کاجل پھیلے
صبح خوابوں میں نکھرتی تھی مہک کر جیسے
اُس کے سینے سے پھسلتا ہوا آنچل پھیلے

دل دھڑکتا تھا کہ جیسے کسی پگڈنڈی پر
اُس کی پازیب سے ٹوٹا ہوا گھنگھرو بولے
چونک اُٹھتی تھی سماعت کہ سفر میں جیسے
اُس کے سائے کی زباں میں کوئی جگنو بولے

اُس کی زُلفیں مری تسکیں کے بھنور بُنتی تھیں
جیسے کھُلتے ہوئے ریشم سے ہوَا چھوُ جائے
اُس کی پلکیں مرے اشکوں کے گُہر چنتی تھیں
بابِ تاثیر سے جس طرح دُعا چھُو جائے

اُس کی آواز جگاتی تھی مقدّر میرا
جیسے معبد میں سویرے کا گجر بجتا ہے
جیسے برسات کی رِم جھم سے دھنک ٹوٹتی ہے
یا رحیلِ سرِ آغاز سفر بجتا ہے!
اُس کے چہرے کی تمازت سے پگھلتے تھے حروف
جیسے کُہسار پہ کِرنوں کے قبیلے اُتریں!
جیسے گھُل جائے خیالوں میں حنا کا موسم
جیسے خوشبو کی طرح رنگ نشیلے اُتریں

اُس کے قامت پہ جو سوچا تو سرِ شامِ وصال
دوشِ افکار پہ جذبوں کا سفر یاد آیا

Scanned with CamScanner

وہ کہ مہتاب کی صورت تھی نگاہوں سے بلند
میں سمندر تھا مجھے مدّوجزر یاد آیا

ناز نکہت کی اکائی تھی مگر محفل میں
اپنے ملبوس کے رنگوں میں وہ بٹ جاتی تھی
یوں تو قِسمت کا ستارہ تھی مگر آخرِ شب
میرے ہاتھوں کی لکیروں میں سمٹ جاتی تھی

اُس سے بچھڑا ہوں تو آنکھوں کا مقدّر ٹھہرا
دِل کے پاتال میں یخ بستہ لہو کا عالم
اپنی تنہائی کی پرچھائیں میں لپٹا ہوا جسم
جیسے ٹوٹے ہوئے شیشوں میں سبُو کا عالم
اپنے سائے کی رفاقت پہ بھی کانپ اُٹھتا ہوں
شہر کے شہر پہ چھایا ہے وہ ہُو کا عالم
کیسا عالم تھا وہ جذبوں کے رفو کا عالم؟

☆

درد سے بے نیاز ہونے دے
اے شبِ ہجر، کچھ تو سونے دے!

رخصت اے حبسِ شامِ ضبطِ جنُوں
رونے والوں کو کھل کے رونے دے

آج اِک سرخرُو سے مِلنا ہے!
آج آنکھیں لہو سے دھونے دے

کاش کوئی ہمیں بھی اشک اپنے
سانس کے تار میں پرونے دے

فصلِ یخ بستگی میں جینا ہے
پانیوں میں شرار بونے دے

Scanned with CamScanner

کچھ تو سوچ اپنے حال پر محسنؔ
خود کو یوں رائیگاں نہ ہونے دے

☆

وہ لڑکی بھی ایک عجیب پہیلی تھی
پیاسے ہونٹ تھے آنکھ سمندر جیسی تھی

سورج اُس کو دیکھ کے پیلا پڑتا تھا
وہ سرما کی دھوپ میں ڈھل کر نکلی تھی

اُس کو اپنے سائے سے ڈر لگتا تھا
سوچ کے صحرا میں وہ تنہا ہرنی تھی

آتے جاتے موسم اُس کو ڈستے تھے
ہنستے ہنستے پلکوں سے رو پڑتی تھی

آدھی رات گنوا دیتی تھی چُپ رہ کر
آدھی رات کے چاند سے باتیں کرتی تھی

دُور سے اُجڑے مندر جیسا گھر اُس کا
وہ اپنے گھر میں اکلوتی دیوی تھی!

موم سے نازک جسم سحر کو دُکھتا تھا
دیئے جلا کر شب بھر آپ پگھلتی تھی!

تیز ہَوا کو روک کے اپنے آنچل پر
سوکھے پھول اکٹھے کرتی پھرتی تھی

Scanned with CamScanner

سب پر ظاہر کر دیتی تھی بھید اپنا
سب سے اِک تصویر چھپائے رکھتی تھی

کل شب چکنا چُور تھا دل اُس کا
یا پھر پہلی بار وہ کھل کر روئی تھی

محسنؔ کیا جانے کیوں دھوپ سے بے پروا
وہ اپنے گھر کی دہلیز پہ بیٹھی تھی؟

☆

اور کیا ہیں اپنی بزم آرائیاں
مل کے بیٹھے، بانٹ لیں تنہائیاں

حاصلِ خوشبوئے خزاں کی بانجھ رُت
شہرتوں کی انتہا --- رُسوائیاں

قُرب کا موسم بھی کیا موسم تھا جب
ناپتے تھے روح کی گہرائیاں!

ہجر کے لمحے بھی کیا لمحے ہیں اب
بجھتی جاتی ہیں تیری پرچھائیاں!

کون سی دلہن کا اجڑا ہے سہاگ؟
رو پڑی ہیں بے سبب شہنائیاں

یاد آئیں بچپنے کی سب ضدیں
جس طرح روٹھی ہوئی ہمسائیاں

اُس کی میری خواہشوں کا اتفاق
جیسے آپس میں ملیں ماں جائیاں

Scanned with CamScanner

اُس کے خال و خد کی تشبیہیں نہ پوچھ
رنگ، رِم جھم، روشنی، رعنائیاں

پوچھ مت محسنؔ اندھیرے ہجر کے
چاند سی کیا صورتیں گہنائیاں!!

کون یاد آتا ہے؟

جب تری کلائی میں
چوڑیاں کھنکتی ہیں
جب شریر پلکوں کی
پائلیں چھنکتی ہیں
جب فضا کا سناٹا
خود سے گنگناتا ہے
کون یاد آتا ہے؟

جب تری نگاہوں میں
دونوں وقت ملتے ہیں
جب طلب کی راہوں میں
کُھل کے پھول کھلتے ہیں
جب خیال کا پنچھی
خوف سرسراتا ہے
کون یاد آتا ہے؟

اجنبی سی آہٹ پر
جب بھی دل دھڑک جائے
جب بھی گفتگو خود سے
حلق میں اٹک جائے
دل میں چور سا کوئی
جب بھی مسکراتا ہے
کون یاد آتا ہے؟

جب بھی گھُپ اندھیرے میں

Scanned with CamScanner

بجلیاں چمکتی ہیں
جب سجے کواڑوں پر
آندھیاں لپکتی ہیں

جب رگوں میں انجانا
خوف سرسراتا ہے
کون یاد آتا ہے؟

خواہشوں کی بستی میں
واہموں کے میلے ہیں
بے کراں اُداسی میں
ہم سبھی اکیلے ہیں

خود سے دل دھڑکتا ہے
خود سے ڈوب جاتا ہے
کون یاد آتا ہے؟
کون یاد آتا ہے؟

☆

ترکِ محبت کر بیٹھے ہم، ضبطِ محبت اور بھی ہے
ایک قیامت بیت چکی ہے، ایک قیامت اور بھی ہے

ہم نے اُسی کے درد سے اپنے سانس کا رشتہ جوڑ لیا
ورنہ شہر میں زندہ رہنے کی اِک صورت اور بھی ہے

ڈوبتا سوُرج دیکھ کے خوش ہو رہنا کس کو راس آیا
دن کا دکھ سہہ جانے والو! رات کی وحشت اور بھی ہے

صرف رتوں کے ساتھ بدلتے رہنے پر موقوف نہیں
اُس میں بچوں جیسی ضِد کرنے کی عادت اور بھی ہے

صدیوں بعد اُسے پھر دیکھا، دل نے پھر محسوس کیا
اور بھی گہری چوٹ لگی ہے، درد میں شدّت اور بھی ہے

Scanned with CamScanner

میری بھیگتی پلکوں پر جب اُس نے دونوں ہاتھ رکھے
پھر یہ بھید کھُلا اِن اشکوں کی کچھ قیمت اور بھی ہے

اُس کو گنوا کر محسنؔ اُس کے درد کا قرض چکانا ہے
ایک اذّیت ماند پڑی ہے ایک اذّیت اور بھی ہے!

☆

اَب کے سفر میں تشنہ لبی نے' کیا بتلائیں' کیا کیا دیکھا؟
صحراؤں کی پیاس بجھاتے دریاؤں کو پیاسا دیکھا

شاید وہ بھی سرد رُتوں کے چاند سی قسمت لایا ہوگا
شہر کی بھیڑ میں اکثر جس کو ہم نے تنہا تنہا دیکھا

چارہ گروں کی قید سے چھوٹے' تعبیریں سب راکھ ہوئی ہیں
اب کے دل میں درد وہ اُترا' اب کے خواب ہی ایسا دیکھا

رات بہت بھٹکے ہم لے کر' آنکھوں کے خالی مشکیزے
رات فرات پہ پھر دشمن کے لشکریوں کا پہرا دیکھا

درد کا تاجر بانٹ رہا تھا گلیوں میں مجروح تبسّم
دِل کی چوٹ کوئی کیا جانے' زخم تو آنکھ میں گہرا دیکھا

جس کے لیے بدنام ہوئے ہم' آپ تو اُس سے مِل کر آئے
آپ نے اُس کو کیسا پایا --- آپ نے اُس کو کیسا دیکھا؟

کیسا شخص تھا زرد رُتوں کی بھیڑ میں جب بھی سامنے آیا
اُس کو دھوپ سا کھُلتا پایا' اُس کو پھول سی کھِلتا دیکھا

اَبر کی چادر تان کے جھیل میں ساتوں رنگ رچانے اُترا
موجۂ آب کی تہہ میں جانے چاند نے کس کا چہرہ دیکھا

Scanned with CamScanner

تیرے بعد ہمارے حال کی ہر رُت آپ گواہی دے گی
ہر موسم نے اپنی آنکھ میں ایک ہی درد کا سایا دیکھا

محسنؔ بند کواڑ کے پیچھے ڈھونڈ رہی ہے' سہمی شمعیں
جیسے عُمر کے بعد ہوَا نے میرے گھر کا رستہ دیکھا

☆

آنکھ بے منظر' طَلب بے آرزو ایسی نہ تھی
تجھ سے پہلے فصلِ خواہش بے نمو ایسی نہ تھی

حبس بھی آتا تھا' مرُجھاتی تھیں کلیاں بھی مگر
شہر کی آب و ہوا بے رنگ و بُو ایسی نہ تھی

اب تو ہر رستے سے پوچھوں تیری آہٹ کا سراغ
شوق تھا ملنے کا لیکن جستجو ایسی نہ تھی

یا مَیں تیرے خال و خد میں اس قدر کھویا نہ تھا
یا تری تصویر پہلے ہوُ بہو ایسی نہ تھی

اَب کے دَر آئی قفس میں فصلِ گُل ورنہ کبھی
خستگی دامن کی' محتاجِ رَفوُ ایسی نہ تھی

گُلبَنِ یاقوت میں رقصِ شرر کیا دیکھتے؟
اُس کے لَب ' جیسے وہ لب تھے' گفتگو ایسی نہ تھی!

اب کے محسنؔ کیا کہیں کیا ہو مآلِ سَیرِ گُل؟
خواہشِ آوارگی دِل میں ''کبھوُ'' ایسی نہ تھی

Scanned with CamScanner

تو کیا ہوگا۔۔۔۔۔؟

تو کیا ہوگا؟
یہی ہوگا کہ تم مجھ سے بچھڑ جاؤ گی
جیسے رنگ سے خوشبو
بدن سے ڈور سانسوں کی!
گرفتِ شام سے۔۔۔ناراض سورج کی کرن
اِک دم بچھڑ جائے!
کہ جیسے رات کے پچھلے پہر
خوابیدہ گلیوں
نیم خوابیدہ گھروں میں زلزلہ آئے
تو اِک بستی اُجڑ جائے!
کہ جیسے دھوپ کے صحرا میں
تشنہ لب، بھٹکتے بھولتے بے گھر پرندوں
سخت جاں پیڑوں، بگولوں کے بھنور میں
اپنی چھاؤں بانٹتا بادل۔۔۔نچڑ جائے!
تو کیا ہوگا؟
یہی ہوگا کہ۔۔۔میں تم سے جُدا ہو کر
کہیں تقسیم ہو جاؤں گا
لمحوں میں بکھر جاؤں گا
تنہائی کے اندھے غار کی تہہ میں اُتر جاؤں گا
تم سے روٹھ کر۔۔۔خود سے خفا ہو کر۔۔!!
تو کیا ہوگا؟
یہی ہوگا۔۔۔

نہ کوئی زلزلہ آئے گا
کوئی آنکھ نم ہو گی نہ سناٹا
بچھے گا شہر کی گلیوں میں
زلفیں کھول کر روئے گی تنہائی
نہ شہرِ دل فگاراں میں
کوئی محشر بپا ہوگا۔۔۔!

تو کیا ہوگا۔۔۔؟
تمھارے ساتھ
اپنے رنگ ہوں گے!

Scanned with CamScanner

روشنی ہوگی۔۔۔!!
ستارے بانٹتے خوابوں کا
اپنا سلسلہ ہوگا۔۔۔!
تو کیا ہوگا۔۔۔؟
مگر سوچو، کسی تنہا سفر میں
جب مری آواز کے بے ربط رشتوں سے
تمھارا سامنا ہوگا۔۔۔!
تو کیا ہوگا؟

☆

دل کہاں، کربِ دِل آزاری کہاں؟
زلزلوں کی زد میں ہے کچّا مکاں!

لمحہ بھر کے ہجر نے پھیلا دیا۔۔۔!
اِک زمانہ تیرے میرے درمیاں

ناچتی ہے دُھوپ سی آنکھوں میں، جب
بارشوں میں بھیگتی ہیں لڑکیاں!

کل اُسے دیکھا نئے ملبوس میں ۔۔۔!
جیسے رنگوں کے بھنور میں کہکشاں

بادباں جب سے ہوَا کی زد میں ہیں
ساحلوں سے خوف کھائیں کشتیاں

جنگلوں کے پیڑ ہیں سہمے ہوئے
جگنوؤں کو ڈھونڈتی ہیں بجلیاں

نیند کیا ٹوٹی کہ دل مُرجھا گیا!
اُڑ گئیں خوابوں کی ساری تتلیاں

Scanned with CamScanner

سوچنا محسنؔ سفر کے شور میں
گھر کا سناٹا تھا کتنا مہرباں!

☆

خواب آنکھوں میں چبھو کر دیکھوں
کاش میں بھی کبھی سو کر دیکھوں

شاید اُبھرے تری تصویر کہیں!
میں تری یاد میں رو کر دیکھوں

اِسی خواہش میں مٹا جاتا ہوں
تیرے پاؤں تری ٹھوکر دیکھوں

اشک ہیں وہم کی شبنم کہ لہُو؟
اپنی پلکیں تو بھگو کر دیکھوں

کیسا لگتا ہے بچھڑ کر ملنا ۔۔۔؟
میں اچانک تجھے کھو کر دیکھوں؟

اَب کہاں اپنے گریباں کی بہار؟
تار میں زخم پرو کر دیکھوں

میرے ہونے سے نہ ہونا بہتر
تو جو چاہے ترا ہو کر دیکھوں؟

روح کی گرد سے پہلے محسنؔ!
داغِ دامن کو تو دھو کر دیکھوں

Scanned with CamScanner

میں تیرے شہر سے گذرا تو۔۔۔۔۔!

میں تیرے شہر سے گزرا تو کچھ عجب سا لگا!
ہر ایک موڑ پہ ناکام حسرتوں کا ہجوم
ہر ایک راہ میں مقروض خواہشوں کی قطار
ہر اِک قدم پہ شکستہ ندامتوں کے مزار
ہر ایک آنکھ میں مرگِ تعلقات کا سوگ
ہر اِک روش پہ رواں جستجوئے رزق میں لوگ
تمام لوگ وہی لوگ تھے کہ جن سے کبھی
نظر چُرا کے گزرتا تھا میں ہوا کی طرح
تمام سائے مری آنکھ میں بکھرتے رہے
کسی قریب کی بستی کے آشنا کی طرح
میں تیرے شہر سے گزرا تو کچھ عجب سا لگا
کہ جیسے شہر وہی ہے، وہی نہیں ہے مگر
کوئی گلی، کوئی منظر، کسی روشِ کا مزاج
جبینِ خاک میں پیوست ہیں فراق کے داغ
فضائے زرد کے سائے میں احتیاط کے ساتھ
اُجاڑ بام پہ جلتا ہوا ۔۔۔ اُداس چراغ
ہوا سے پوچھ رہا تھا ۔۔۔ اِک اجنبی کی طرح
مرے سفر کا سبب، تیرے ہمسفر کا سُراغ!

ہر اِک سوال مجھے کتنا بے سبب سا لگا
میں تیرے شہر سے گزرا تو کچھ عجب سا لگا

☆

بکھرتا جسم مری جاں کتاب کیا ہوگا؟
تمھارے نام سے اب انتساب کیا ہوگا؟

Scanned with CamScanner

تم اپنی نیند بھرے شہر میں تلاش کرو!
جو آنکھ راکھ ہوئی اُس میں خواب کیا ہوگا؟

وہ میری تُہمتیں اپنے بدن پہ کیوں اوڑھے
مرے گناہ کا اُس کو ثواب کیا ہوگا؟

ہوا میں اُس کی مسافت، زمیں پہ میرا سفر
وہ شہسوار مرا ہمرکاب کیا ہوگا؟

اُسے گنوا کے میں اب کس کے خدوخال پڑھوں
اب اُس سے بڑھ کے مرا انتخاب کیا ہوگا؟

ملے گا ڈوبنے والوں کو اجر، جو بھی ملے!
سمندروں کا مگر احتساب کیا ہوگا؟

ہمارے بعد ہمیں یاد کیوں کرے گا کوئی؟
ہوا کا نقش سرِ سطحِ آب کیا ہوگا؟

بکھرتے ٹوٹتے محسنؔ کو اور کیا کہنا
خراب اور وہ خانہ خراب کیا ہوگا؟

☆

ختم ہوئے پیغام سلام
اُس کے ہجر کے نام سلام!

لمحۂ بے انجام --- دُعا!
دیدۂ بے آرام --- سلام

Scanned with CamScanner

ماند پڑا ہر یاد کا چاند
اے گردِ ایام --- سلام

تیری مرضی دیکھ نہ دیکھ
رہگیروں کا کام، سلام

کہنا غزلوں کو مکتوب
لکھنا اُس کے نام -- سلام

جاگ ہری صُبحِ اعزاز
کرنے آئی شام سلام

لُٹتے شہر عذاب بخیر!
بجھتے کوچہ و بام سلام!!

خواہشِ تسکیں، عُمر دراز
حسرتِ درد انجام، سلام

محسنؔ اُس کے طَور اَخیر
ناز، انداز، خرام، سلام

ابھی کیا کہیں-----؟

ابھی کیا کہیں -- ابھی کیا سُنیں؟
کہ سَرِ فصیلِ سکوتِ جاں
کفِ روز و شب پہ شرر نما
وہ جو حرف حرف چراغ تھا
اُسے کس ہوا نے بجھا دیا؟

کبھی لب ہلیں گے تو پوچھنا!

سرِ شہرِ عہدِ وصالِ دل
وہ جو نکہتوں کا ہجوم تھا

Scanned with CamScanner

اُسے دستِ موجِ فراق نے
تہہِ خاک کب سے ملا دیا؟

کبھی گُل کھِلیں گے تو پوچھنا!

ابھی کیا کہیں -- ابھی کیا سُنیں؟
یونہی خواہشوں کے فشار میں
کبھی بے سبب -- کبھی بے خلل
کہاں، کون کس سے بچھڑ گیا؟
کسے، کس نے کیسے گنوا دیا؟

کبھی پھر ملیں گے تو پوچھنا۔!

☆

چمن میں جب بھی صبا کو گلاب پوچھتے ہیں
تمھاری آنکھ کا احوال، خواب پوچھتے ہیں

کہاں کہاں ہوئے روشن ہمارے بعد چراغ؟
سِتارے دیدۂ تر سے حساب پوچھتے ہیں

وہ تشنہ لَب بھی عجب ہیں جو مَوجِ صحرا سے
سُراغِ حَبس، مزاجِ سراب پوچھتے ہیں

کہاں بسی ہیں وہ یادیں، اُجاڑنا ہے جنھیں؟
دِلوں کی بانجھ زمیں سے عذاب پوچھتے ہیں

برس پڑیں تری آنکھیں تو پھر یہ بھید کھُلا
سوال خود سے بھی اپنا جواب پوچھتے ہیں

ہَوا کی ہمسفری سے اب اور کیا حاصل؟
بس اپنے شہر کو خانہ خراب پوچھتے ہیں

جو بے نیاز ہیں خود اپنے حُسن سے محسنؔ
کہاں وہ مجھ سے مِرا اِنتخاب پوچھتے ہیں؟

Scanned with CamScanner

☆

کہہ گئی چشمِ تر کی حیرانی
زندگی ہے فرات کا پانی
مجھ سے نفرت نہ کر کہ ٹھہری ہے
تیرا ملبوس۔ میری عُریانی
وسعتِ عقل پر نہ حیراں ہو!
دامنِ عقل میں ہے نادانی
ہنستی بستی خدائی کے خالق!
دیکھ اُجڑے گھروں کی ویرانی!
چاندنی کے اُجاڑ صحرا میں
رقص کرتی ہے رات کی رانی
موجزن دل میں ہے خیال ترا
جیسے دریا کہ تہہ میں طُغیانی
بادشاہت سے قیمتی محسنؔ
بارگاہِ علیؑ کی دربانی!

☆

روشنی جب مرے مکان میں ہو!
کیوں اندھیرا کسی کے دھیان میں ہو؟

اُس کی رفتار کا مزاج نہ پوچھ
جیسے تازہ غزل اُڑان میں ہو!

حَبس میں کشتیاں لرزتی ہیں!
کوئی سازش نہ بادبان میں ہو؟

موت کی آہٹوں سے کون ڈرے
زندگی جب تری اَمان میں ہو!

کیوں نہ پہنے سیہ لباس زمیں
چاند جب دفن آسمان میں ہو

یوں تری یاد دِل میں ہے جیسے
تیر ٹوٹی ہوئی کمان میں ہو!

Scanned with CamScanner

تم پہ سوچے نہ کسلیے محسنؔ؟
تم یقیں ہو مگر گُمان میں ہو!

سُنا ہے زمیں پر.....!

سُنا ہے
زمیں پر وہی لوگ ملتے ہیں۔۔۔جن کو
کبھی آسمانوں کے اُس پار
رُوحوں کے میلے میں
اِک دوسرے کی محبت ملی ہو۔۔۔!
مگر تم۔۔۔
کہ میرے لیے نفرتوں کے اندھیرے میں
ہنستی ہوئی روشنی ہو
لہو میں رچی!
رگوں میں بسی ہو!!
ہمیشہ سکوتِ شبِ غم میں آوازِ جاں بن کے
چاروں طرف گونجتی ہو!
اگر آسمانوں کے اُس پار
رُوحوں کے میلے میں بھی مِل چکی ہو!
تو پھر اس زمیں پر
مری چاہتوں کے کھلے موسموں سے گریزاں
مری دُھوپ چھاؤں سے
کیوں اجنبی ہو؟

کتابوں میں لکھی ہوئی۔۔۔
اور کانوں سُنی۔۔۔
ساری باتیں غلط ہیں۔۔۔؟
کہ تم ''دوسری'' ہو۔۔۔؟؟

Scanned with CamScanner

☆

سُورج کا خوف دِل سے بُھلا دینا چاہیے
اَب اپنا سَر سناں پہ سَجا دینا چاہیے

یارو اِسی کے دَم سے ہیں مقتل کی رونقیں
قاتل کو زندگی کی دُعا دینا چاہیے

صحرا سجا رہا ہے بگولوں کا اِک جلوس
سائے کو راستے میں بچھا دینا چاہیے

شب خوُں نہ مار دے کہیں لشکر ہواؤں کا
شاخوں سے پنچھیوں کو اُڑا دینا چاہیے

یہ کیا کہ دوسروں کو سُنائیں حدیثِ غم
اِک روز خود کو ہنس کے رُلا دینا چاہیے

کرنوں کی بھیک مانگتی پھرتی ہے خلقِ شہر
اب وقت ہے کہ گھر کو جَلا دینا چاہیے

محسنؔ طلوعِ اشک دلیلِ سحر بھی ہے
شب کٹ گئی، چراغ بجھا دینا چاہیے

سفر جاری رکھو اپنا

(خالد شریف کے لیے ایک ادھوری نظم)

یہ شیشے کے غلافوں میں دھڑکتی، سوچتی آنکھیں
نجانے کتنے پُراَسرار دریاؤں کی گہرائی میں

Scanned with CamScanner

بکھرے موتیوں کی آب سے نم ہیں
پہاڑوں سے اُترتی کُہر میں لپٹا ہوا
یہ سانولا چہرہ!
نجانے کتنی کُجلائی ہوئی صبحوں کے سینے میں
مچلتی خواہشوں کا آئینہ بن کر
دمکتا ہے!
یہ چہرہ، کرب کے موسم کی بجھتی دوپہر میں بھی
چمکتا ہے!!
یہ لب یہ تشنگی کی موج میں بھیگے ہوئے
''مرجاں''
شُعاعِ حرف جن سے پھوٹتی ہے سُرخرو ہو کر!
یہ لب جب شعلۂ آواز کی حدّت میں تپ کر مُسکراتے ہیں
تو نادیدہ سرابوں کی جبیں پر
بے طلب کتنے ستارے جھلملاتے ہیں
یہ لب جب مسکراتے ہیں
تو پَل بھر کو سکوتِ گنبدِ احساس
خود سے گونج اُٹھتا ہے!!
یہ پیکر!
یہ حوادث کے مقابل بھی کشیدہ قامت و خوش پیرہن، پیکر
کہ جیسے بارشوں کے رنگ برساتی ہوئی رُت میں
خرامِ اَبر پر قوسِ قزح نے
اپنی انگڑائی چھڑک دی ہو!

کوئی آواز!
جب تنہا مسافت میں مرے ہمراہ چلتی ہے
کوئی پرچھائیں
جب میری بجھی آنکھوں میں چُبھتے اَشک چُنتی ہے
تو لمحہ بھر کو رُک کر سوچتا ہوں مَیں
کہ اس تنہا مسافت میں
کسی صحرا میں سائے بانٹتے اشجار کی خوشبو ہے
یا تم ہو۔۔۔؟
یہ تم ہو یا تمنا کے سفر میں
حوصلوں کا استعارہ ہے؟
یہ تم ہو یا طلب کی رہگذر میں
گم ستارہ ہے؟

Scanned with CamScanner

ہوا تُم سے اُلجھتی ہے
کہ تم اپنی ہتھیلی پر مشقت کا "دِیا" بجھنے نہیں دیتے!
حریفانِ قلم ۔۔۔ نالاں
کہ تم اُن کی کسی سازش پہ کیوں برہم نہیں ہوتے؟
ادب کے تاجرانِ حرص پیشہ سر بہ زانو ہیں
کہ تم اہلِ ہُنر کے ریزہ ریزہ خواب
اپنی جاگتی پلکوں سے چُن کر
سانس کے ریشم میں
کیوں اِتنی مشقت سے پروتے ہو
مگر جاناں، تمھیں کیا؟
تم سفر جاری رکھو اپنا،
سفر میں سنگباری سے لہو ہونا
جگر کے زخم سے رِستے لہو سے آبلے دھونا ۔۔۔
اَزل سے ہم غریبانِ سفر کی اِک روایت ہے!
تمھیں کیا تُم سفر جاری رکھو اپنا ۔۔۔!
تمھاری آبلہ پائی کا عنواں "نارسائی" ہے
تمھیں آتا ہے
دُشمن کے لیے وقفِ دُعا رہنا
اندھیروں سے اُلجھنا ۔۔ سنگباری کی رُتوں میں "بے قبا" رہنا
تمھیں آتا ہے ۔۔۔ یوں بھی زخم کھا کر مُسکرا دینا
تمھیں آتا ہے
گردِ روز و شب سے "ماورا" رہنا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ترتیب

☆ انتساب
☆ امربیل کی چھاؤں میں

غزلیں ، نظمیں

1۔ تعزیرِ اہتمامِ چمن کون دے گیا
2۔ اک موجۂ صہبائے جنوں تیز بہت ہے
3۔ رہِ وفا میں اذّیت شناسیاں نہ گئیں
4۔ اَنا پہ چوٹ پڑے بھی تو کون دیکھتا ہے؟
5۔ دِل کو یُوں سیلِ غمِ ہجر بہالے جائے
6۔ میرے لیے کون سوچتا ہے؟
7۔ دل دُکھتا ھے
8۔ رُوٹھا تو شہرِ خواب کو غارت بھی کر گیا
9۔ رہینِ خوف نہ وقفِ ہراس رہتا ہے
10۔ ابر برسا نہ ہوا تیز چلی ہے اب کے
11۔ کڑے سفر میں اگر راستہ بدلنا تھا
12۔ دن تو یوں بھی لگے عذابِ عذاب
13۔ سبیلِ درد تھم جائے خروشِ دل ٹھہر جائے

Scanned with CamScanner

14۔ کہاں یہ بس میں کہ ہم خُود کو حوصلہ دیتے
15۔ جب اجرِ خود آگہی لیا تھا
16۔ ہم تو بیٹھے تھے رہگذار میں گُم
17۔ ہمارے بعد چلی رسم دوستی کہ نہیں
18۔ ہوا اُس سے کہنا
19۔ یہ عجیب فصلِ فراق ہے
20۔ شب کو جب کبھی میں نے اپنی جُستجو کی ہے
21۔ تُجھے اُداس بھی کرنا تھا خُود بھی رونا تھا
22۔ ہم سے مت پُوچھ راستے گھر کے
23۔ لُٹتے کہاں کہ صاحبِ جاگیر ہم نہ تھے
24۔ صُحبتِ یادِ رفتگاں کب تک
25۔ وہ شاخِ مہتاب کٹ چکی ہے
26۔ اب سو جاؤ
27۔ بھڑکائیں مری پیاس کو اکثر تری آنکھیں
28۔ گِنو نہ زخم نہ دل سے اذّیتیں پُوچھو
29۔ ہجر کی شام دھیان میں رکھنا
30۔ جب بھی دُہرائے فسانے دل کے
31۔ کب تلک اپنی تپش میں آپ جلنا ہے تُجھے
32۔ وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا
33۔ اگر تُم آئینہ دیکھو
34۔ یہ پچھلے عشق کی باتیں ہیں
35۔ ذکرِ شبِ فراق سے وحشت اُسے بھی تھی
36۔ بھری بہار میں اب کے عجیب پھول کھلے

Scanned with CamScanner

37۔ کھنڈر آنکھوں میں غم آباد کرنا

38۔ شکستہ آئینوں کی کرچیاں اچھی نہیں لگیں

39۔ اُس کی چاہت کا بھرم کیا رکھنا

40۔ اُس سمت نہ جانا جانِ مری!

41۔ چلو چھوڑو......!

42۔ عذابِ دِید میں آنکھیں لہُو لہُو کر کے

43۔ روشن کیۓ جو دل نے کبھی دن ڈھلے چراغ

44۔ جب تری دُھن میں جیا کرتے تھے

45۔ شاید اُسے ملے گی لبِ بام چاندنی

46۔ بچھڑ کے مُجھ سے یہ مشغلہ اختیار کرنا

47۔ آج بھی شام اُداس رہی

48۔ بھت دنوں بعد

49۔ جانے اب کس دیس ملیں گے اُونچی ذاتوں والے لوگ

50۔ آج گُم صُم ہے جو برباد جزیروں جیسی

51۔ آئینے پر کبھی کتاب میں ہیں

52۔ بسا ہُوا تھا جو سینے میں آرزو کی طرح

53۔ زندگی جب بھٹک گئی ہوگی

54۔ میرے پرستش نہ کر

55۔ اجنبی وہ بھی عجیب موسم تھا

56۔ مرحلے شوق کے دُشوار ہُوا کرتے ہیں

57۔ کیا ہے عہد تو اس کو نباہتے رہنا

58۔ چاک دامانیاں نہیں جاتیں

59۔ جس کو اکثر سوچا تھا تنہائی میں

Scanned with CamScanner

60۔ آنکھوں میں کوئی خواب اُترنے نہیں دیتا

61۔ میں نے اُس طور سے چاہا تُجھے!

62۔ ندامت

63۔ وہ بظاہر جو زمانے سے خفا لگتا ہے

64۔ حبسِ دُنیا سے گزر جاتے ہیں

65۔ کاش کُچھ دیر یونہی وقت گذرتا رہتا

66۔ سکونِ دِل کا اثر جان دُھپ ڈھلنے تک

67۔ جس کی قسمت ہی در بدر ٹھہرے

68۔ یہ جو شام ڈھل رہی ہے

69۔ آ ؤ وعدہ کریں

70۔ کُچھ ذکر اُس موسم کا جب رم جھم رات رسیلی تھی

71۔ تُم نے بھی ٹھکرا ہی دیا ہے دُنیا سے بھی دُور ہُوئے

72۔ وہ دلاور جو سیہ شب کے شکاری نکلے

73۔ کبھی گریباں کے تار گنتے، کبھی صلیبوں پہ جان دیتے

74۔ مری سانسوں کی خوشبو سے تُجھے زنجیر ہونا ہے

75۔ دوستو پھر وہی ساعت

76۔ اے ٹھٹھرتی صُبح کے دھکتے سوُرج

77۔ دل خُون ہُوا کہیں تو کبھی زخم سہہ گئے

78۔ جو شخص بھی اپنا قد و قامت نہیں رکھتا

79۔ شب ڈھلی چاند بھی نکلے تو سہی

80۔ دل کو کُچھ اور سنبھلنے دینا

81۔ کچھ نہ کسی کے حق میں کہنا چُپ رہنا

82۔ عذابِ دید

Scanned with CamScanner

83۔ تُم سے ممکن ہو تو...
84۔ پرندے لوٹ رہے تھے گھروں کی سمت مگر
85۔ جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا ہے
86۔ اک نکتہ اک بات
87۔ اپنے آپ سے پھرتے ہیں بیگانے کیوں
88۔ اے فلک تخت مُسافر
89۔ ھمارا کیا ھے
90۔ دِل فکرِ دوا سے بچ گیا ہے
91۔ خیال میں تری آمد ہُوئی ہُوئی نہ ہُوئی
91۔ سلطنت دل میں ہی نہیں اُس کی
92۔ لہرائے سدا آنکھ میں پیارے تیرا آنچل
93۔ وہ دُعا بھی زیرِ تاثیر سے خالی دے گا
94۔ اُن کی سازش تو ہے رات باقی رہے
95۔ آتے جاتے ہُوئے لوگوں پہ نظر کیا رکھنا
96۔ دیکھنے میں وہ دلدار ہے اور کیا
97۔ صبح اوّل کے سورج
98۔ بھنور (متفرق اشعار)

Scanned with CamScanner

انتساب

وہ بھی کیا دِن تھے کہ پَل میں کر دیا کرتے تھے ہم
عُمر بھر کی چاہتیں، ہر ایک ہرجائی کے نام

وہ بھی کیا موسم تھے جن کی نِکہتوں کے ذائقے
لِکھ دیا کرتے تھے خال و خد کی رعنائی کے نام

وہ بھی کیا صُبحیں تھیں جن کی مُسکراہٹ کا فسوں
وقف تھا اہلِ وفا کی بزم آرائی کے نام

وہ بھی کیا شامیں تھیں جن کی شُہرتیں منسوب تھیں
بے سبب کُھلتے ہوئے بالوں کی رُسوائی کے نام

اَب کے وہ رُت ہے کہ ہر تازہ قیامت کا عذاب
اپنے دِل میں جاگتے زخموں کی گہرائی کے نام

اَب کے اپنے آنسوؤں کے سب شکستہ آئینے
کُچھ زمانے کے لئے، کُچھ اپنی تنہائی کے نام

Scanned with CamScanner

امر بیل کی چھاؤں میں

مُجھے معلُوم ھے کہ

میں اِس بے چہرہ عہد کی ریزہ ریزہ خواہشوں اور کٹی پھٹی خراشوں میں بکھرا ہوا ایک ایسا فنکار ہوں جس کے ہونٹوں پر حرف حرف پیاس جم گئی ہے۔ میرے خدوخال آئینے سے شرمندہ ہیں کہ دھندلے پڑ چکے ہیں:

مُجھے احساس ھے کہ

میں گزشتہ زمانوں کی راکھ سے آئیندہ محبتوں کا سُراغ لگا رہا ہوں، حلانکہ راکھ کے ڈھیر تلے دبی چنگاریاں اپنے آپ کو بے اماں سمجھ کر دم توڑنے میں ہمیشہ جلدی کرتی ہیں۔

مجھے یقین ھے کہ

میں جسے متاعِ حیات سمجھ کر پرستش کے قرینے سوچتا رہا وہ محبت نہیں کُچھ اور تھی، مگر یہ جانتے ہوُئے بھی کہ یہ سب کُچھ سرابِ نظر ہے مَیں نے ہمیشہ آنکھیں بند کر کے احساسِ خُود فریبی کی پرورش کی ہے..... کہ

Scanned with CamScanner

خواب کو خواب سمجھ کر دیکھنا بھی اضطرابِ نارسائی کی تسکین کا باعث ہوتا ہے:

کتنی عجیب بات ہے کہ

میں نے دوسروں کو سمجھنے کی کوشش میں اپنا آپ گنوا ڈالا۔ اور اب رائیگاں چاندنی یا اپنی طرح شہر بدر ہوا کے خاک بسر جھونکے کبھی کبھی میرے حواس کو میری خبر دیتے ہیں:

میرا کوئی شہر نہیں کہ

سارے شہر میرے اپنے شہر ہیں ..... ہر دل کی دُکھن میری شہ رگ کا اثاثہ اور ہر سینے کا زخم میرے وجود کا سرمایہ ہے۔ مقتل کو سجانے والا ہر سر کشیدہ میرے قبیلے کا فرد اور ہر سر بُریدہ مظلوم میرے لشکر کے سردار کی حیثیت رکھتا ہے، میری سوچ میرے جیسے ہر انسان کی وراثت ہے.....میری شاعری کسی ایک خطّے کی آب و ہوا کے حصار میں اسیر نہیں، نہ ہی کسی ایک فرد کے فِکر و عمل کی عکّاس ہے بلکہ جہاں جہاں امن کی خوشبو، فاختاؤں سے اٹی فضا، انمول محبت کے سائے اور چاہتوں کے آبشار نغمے برسا رہے ہیں وہاں وہاں میری غزلوں کی دھنک، میری نظموں کی رعنائیاں اور میرے مرثیوں کی کسک اپنی بازگشت سمیت پھیلنے اور بکھرنے کے عمل میں مصروف ہے:

اور شاید اسی لئے

کبھی کبھی تو ناشناسائی کے گھنے جنگلوں میں صدّی بارشیں تک میری

Scanned with CamScanner

سوچوں کو نہلا دیتی ہیں۔ اس کی ایک نفسیاتی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ

وہ سَر سے پاؤں تلک
دھنک، دھوپ، چاندنی ہے!
دُھلے دُھلے موسموں کی بے ساختہ
غزل بخت شاعری ہے!!
(مرے ہنر کے سبھی اثاثوں سے قیمتی ہے)

وہ مجھ میں گُھل مل گئی ہے لیکن
ابھی تلک مجھ سے اجنبی ہے،
کسی اُدھوری گھڑی میں
جب جب وہ بے ارادہ محبتوں کے
چھپے چھپے بھید کھولتی ہے!
تو دل یہ کہتا ہے
جس کی خاطر وہ اپنی "سانسیں"
وفا کی سُولی پہ تولتی ہے
وہ آسماں زاد کہکشاں بخت۔۔۔ (کچھ بھی کہہ لو۔۔!)
جو اُس کی چاہت کا "آسرا" ہے
وہ "میں" نہیں ہوں
کوئی تو ہے جو مرے سوا ہے!
وہ شہر بھر کے تمام "چہروں" سے ہٹ کے
اِک "اور مہرباں" ہے
جو اُس کی خواہش کا "آسماں" ہے
(کسے خبر کون ہے، کہاں ہے؟)

Scanned with CamScanner

مگر مجھے کیا؟

کہ میں زمیں ہوں!

وہ جس کی چاہت میں اپنی سانسیں لٹا رہی ہے

وہ "میں" نہیں ہوں!

وہ آنکھوں آنکھوں میں بولتی ہے!!

منگل ۲۴ اکتوبر

دوپہر ۴۰۔۲ بجے

لاہور

Scanned with CamScanner

☆

ہر گھڑی رائیگاں گُزرتی ہے
زندگی اَب کہاں گُزرتی ہے؟

درد کی شام --- دشتِ ہجراں سے
صُورتِ کارواں گُزرتی ہے!!

شَب گراتی ہے بجلیاں دِل پر
صبح آتش بَجاں گُزرتی ہے!

زخم پہلے مہکنے لگتے تھے ---!
اب ہَوا بے نشاں گُزرتی ہے

تُو خفا ہے تو دِل سے یاد تری
کس لیے مہرباں گُزرتی ہے؟

اپنی گلیوں سے اَمن کی خواہش
تن پہ اوڑھے دُھواں گُزرتی ہے

مسکرایا نہ کر کہ محسنؔ پر
یہ "سخاوت" گراں گُزرتی ہے!

Scanned with CamScanner

☆

سُکھ کا موسم خیال و خواب ہُوا ---!
سانس لینا بھی اَب عذاب ہُوا ---!

آنکھوں آنکھوں پڑھا کرو جذبے
چہرہ چہرہ کھُلی کتاب ہُوا ---!

روشنی اُس کے عکس کی دیکھو
آئینہ شب کو آفتاب ہُوا

اِک فلک ناز کی محبت میں
مَیں ہوَاؤں کا ہمرکاب ہُوا

عدل پَرورؔ کبھی حِساب تو کر!
ظُلم کِس کِس پہ بے حساب ہُوا؟

کون مَوجوں میں گھولتا ہے لہُو
سُرخرُو کِس لیے چناب ہُوا

کِس کے سَر پر سِناں کو رشک آیا۔
کون مقتل میں کامیاب ہُوا؟

اَب کے ہجراں کی دُھوپ میں محسنؔ
رنگ اُس کا بھی کچھ خراب ہُوا!!!

Scanned with CamScanner

جاگتے سوتے!

نیم شب کا اُجاڑ سنّاٹا۔!
خواب آلوُد بے صَدا رستے
تیرگی سے اَٹی ہوئی گلیاں،
کھردرے، سخت، بے چراغ کواڑ
سہمی سہمی ہوَا کی دَستک سے
سانس لیتے ہیں، بے حواسی میں
پیڑ پر چند زرد رو پتّے۔!
ٹوٹتے ہیں ۔۔۔ زمیں پہ گرتے ہیں
(جیسے بے شکل چاپ پر اکثر
کوئی بیمار دِل دھڑکتا ہے)
ایسی تنہائیوں میں بھی اب تک
میں ترے نام جاگتے سوتے!
خیریت کے خطوط لکھتا ہوں!!

اتوار ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۵ء
رات بارہ بجے، ہوٹل پی۔سی لاہور

Scanned with CamScanner

بھکارن

اِک بھکارن!
شہر کے مصروف چوراہے کی اندھی بھیڑ میں
اپنے فاقوں سے اَٹی خواہش کی ضِد پر
بیچنے آئی ہے
اپنی نوجوانی کا غُرور!
توڑنے آئی ہے بےصُورت اَنا کے آئینے
بے حنا ہاتھوں میں پھیلائے ہوئے
بس ''چند لمحے'' زندہ رہنے کا سوال!
''چند لمحے'' جن کا ماضی ہے نہ حال۔۔!!
آنکھ میں بجھتی ہوئی اک مَوجِ نُور
تن پہ لپٹے چیتھڑوں کی سِلوٹوں میں
سانس لیتے واہمے!
دَم توڑتا احساس، لَو دیتا شعور!!

زندگی کے دو کنارے۔۔۔چار سُو!
اک طرف ہنگامۂ اہلِ ہوَس۔۔اِک سمت ''ھُوٗ''
کس قدر مہنگی ہیں ''باسی روٹیاں''
کتنی سستی ہے ''متاعِ آبرُو''
اے خُدائے ''کاخ و کُو''

۱۳۰ کتوبر ۱۹۹۵ء
ایک بجے شب
ہوٹل پی۔سی لاہور

Scanned with CamScanner

سفر سے لَوٹ آیا ہوں

سفر سے لَوٹ آیا ہوں
مگر اَب کے
اگرچہ شہر میرا ہے
وُہی رستے وہی گلیاں، وہی مانوس چہرے ہیں
سبھی چہرے سبھی آنکھیں شناسا ہیں
سبھی ہونٹوں پہ اَب تک ایک جیسی مُسکراہٹ ہے
وہی شامیں اُنہی شاموں میں صبحوں کی
وہی مانوس آہٹ ہے
وہی کچے مکاں جن کی مکیں میری محبت کا اثاثہ ہیں
وہی افلاس کی کچلی ہوئی سڑکیں
کہ جن میں بارشوں کے چند چھینٹے گر برس جائیں
تو ہفتوں دُھوپ کی حِدّت وہاں ٹھہرے ہوئے پانی میں
صبح و شام کرتی ہے!
(وہیں آرام کرتی ہے)

اگرچہ شہر میرا ہے
مگر میں اجنبی آنکھیں لیے
ہر سمت آوارہ فضا میں ڈھونڈتا ہوں
بے سبب اِک آشنا چہرہ
شناسا لَب، مرے ہمراہ شب بھر بولتی آنکھیں

Scanned with CamScanner

وہ آنکھیں جن کی ساری گفتگو
اب کے سفر میں چھوڑ آیا ہوں،
وہ ساری گفتگو جس کے سبھی حرفوں کے شیشے
رہگزر میں توڑ آیا ہوں

وہ آنکھیں چھوڑ آیا ہوں
مگر اُن میں بھری نیندیں مری نَس نَس میں ہنستی ہیں
مجھے اپنی طرف واپس بُلاتی ہیں،
کہ "لوٹ آؤ۔۔
تمھارے بعد اس "بستی" کی رَونق
بے چراغاں ہے"

اگر چہ شہر میرا ہے۔۔
مگر اَب کے تو۔۔
جیسے میرے چہرے پر تمھاری بولتی آنکھوں کی حیرانی
مجھے رُکنے نہیں دے گی،
مجھے خود اپنی مُدّت کے شناسا، دلنشیں چہرے
اچانک چھوڑنا ہوں گے،
تمھارے ساتھ پیماں جوڑنے کی سرسری ساعت سے ملنے تک
خود اپنے آپ سے جاناں
روابط توڑنے ہوں گے!

اگر چہ شہر میرا ہے!!

Scanned with CamScanner

☆

آدمی جلتا دیا ہے اور بس!
سانس آوارہ ہَوا ہے اور بس!!

موت بے آفاق صدیوں کا سَفر
زندگی زنجیرپا ہے اور بس!!

نارَسائی ' اس قدر برہم نہ ہو
لَب پہ اِک حرفِ دُعا ہے اور بس!

اُور ۔ میں رُوٹھا ہوں اپنے آپ سے
اور ۔ تُو مجھ سے خَفا ہے اور بس!!

یا نگاہوں میں ہے رنگوں کا ہجوم
یا ترا بَندِ قَبا ہے' اور بَس!

اُس طرف طغیانیوں پر ہے چناب
اَس طرف کچّا گھڑا ہے اور بس!!

دِل مثالِ دشت بے نقش و نگار
اُس مُن تیرا نقشِ پا ہے اور بس!!

شامِ غم میں تیرے ہاتھوں کا خیال!
شعلۂ رنگِ حنا ہے اور بس!!

Scanned with CamScanner

اُس کے میرے فاصلے محسنؔ نہ پُوچھ
رنگ سے خوشبو جُدا ہے اور بس!!

☆

ہے کِس کا عکس دِل کے قریں، چار سُو ہے کون؟
گردِ گُماں چَھٹے تو کھلے رُوبرُو ہے ۔۔ کون؟

کس کے بدن کی دُھوپ نے لہریں اُجال دیں؟
اے عکسِ ماہتاب تہِ آب جُو ہے کون؟

کیا جانے سَنگ بار ہوُا کُوئے یار کی
پیوند کِس قبا میں لگے، بے رفُو ہے کون؟

نوکِ سِناں پہ کیوں نہ سجے اپنی سرکشی
مُجھ شہر یار شہر میں اپنا عدُو ہے کون؟

اے مصلحت کی تیز ہوُا، مُجھ غریب شہر
اِس شہرِ ننگ و نام میں بے آبرو ہے کون؟

پَلکوں پہ کون چُنتا ہے رُسوائیوں کی دُھول
رُسوا ہمارے ساتھ یہاں کُو بکُو ہے کون؟

Scanned with CamScanner

محسنؔ اَب اپنا آپ بھلایا ہے اس طرح
مجھ سے خود اپنے عکس نے پوچھا کہ "تُو ہے کون؟"

دل دُکھتا ہے

جب زخم دہکنے والے ہوں
اورخوشبو کے پیغام ملیں
اوراپنے دریدہ دامن کے
جب چاک سلیں
دل دُکھتا ہے

جب آنکھیں خود سے خواب بُنیں
خوابوں میں بسرے چہروں کی
جب بھیڑ لگے
اس بھیڑ میں جب تُم کھو جاؤ
دل دُکھتا ہے

جب حبس بڑھے تنہائی کا
جب خواب جلیں، جب آنکھ بُجھے
تم یاد آؤ
دل دُکھتا ہے

Scanned with CamScanner

☆

رہینِ خوف نہ وقفِ ہراس رہتا ہے
مگر یہ دل ہے کہ اکثر اُداس رہتا ہے

یہ سانولی سی فضائیں یہ بے چراغ نگر!
یہیں کہیں وہ ستارہ شناس رہتا ہے

اُسی کو اوڑھ کے سوتی ہے رات خود پہ مگر؛
وہ چاندنی کی طرح بے لباس رہتا ہے

میں کیا پڑھوں کوئی چہرہ کہ میری آنکھوں میں؛
ترے بدن کو کوئی اقتباس رہتا ہے

کہاں بھلایئے اُس کو کہ وہ بچھڑ کے سَدا
خیال بن کے مُحیط حواس رہتا ہے

بھٹک بھٹک کے اُسے ڈھونڈتے پھرو محسنؔ؛
وہ درمیان یقین و قیاس رہتا ہے!!

Scanned with CamScanner

☆

اَبر برسا نہ ہَوا تیز چلی ہے اب کے
کتنی ویراں تری یادوں کی گلی ہے اب کے

صبح کی دُھوپ اُتر آئی مِرے بالوں میں
شب ڈھلی ہے کہ مری عُمر ڈھلی ہے اب کے

کیا کہوں کتنے بہانوں سے بھلایا ہے اُسے
یہ قیامت بڑی مشک سے ٹلی ہے اب کے

یہ کیا کہ تُہمتیں آتش فشاں کے سَر ائیں ؟
زمیں کو یوں بھی خزانہ کبھی اُگلنا تھا

میں لغزشوں سے اُلٹے راستوں پہ چل نکلا
تجھے گنا کے مجھے پھر کہاں سنبھلنا تھا

اُسی کو صبحِ مسافت نے چور کر ڈالا
وہ آفتاب جسے دوپہر میں ڈھلنا تھا

عجب نصیب تھا محسنؔ کہ بعدِ مرگ مجھے
چراغ بن کے خود اپنی لحد پہ جلنا تھا

Scanned with CamScanner

☆

دِن تو یوُں بھی لگے عذاب عذاب
خوفِ شبخوں سے شب کو خواب عذاب

اور کیا ہے متاعِ تشنہ لبی؟
دُھوپ' صحرا' تھکن' سراب' عذاب

کس کو چاہیں' کِسے بھلا ڈالیں؟
دوستی میں ہے انتخاب عذاب

حسرتِ دید کی جزا' ہجرت!
خواہشِ وصل کا ثواب' عذاب

کہیں تو سانس لے تھک کر ہجومِ آبلہ پائی'
کبھی تو جلوۂ گردِ سفر' منزل ٹھہر جائے

کوئی حرفِ ملامت ہو کہ زنجیرِ دُعا چھنکے؟
کسی آواز پر تو بے صدا سائل ٹھہر جائے

کہاں کے قیس تھے ہم بھی مگر اتنا غنیمت ہے
کہ دشتِ خواب میں اکثر ترا محمل ٹھہر جائے

بچھڑ کر بھی وہ چہرہ آنکھ سے ہٹتا نہیں محسنؔ
کہ جیسے جھیل میں عکسِ مہِ کامل ٹھہر جائے

Scanned with CamScanner

☆

کہاں یہ بس میں کہ ہم خود کو حوصلہ دیتے
یہی بہت تھا کہ ہر غم پہ مسکرا دیتے

ہوا کی ڈور اُلجھتی جو اُنگلیوں سے کبھی
ہم آسماں پہ ترا نام تک سجا دیتے!

ہمارے عکس میں ہوتی جو زخمِ دِل کی جھلک
ہم آئینے کو بھی اپنی طرح رُلا دیتے!

ہم سادہ دِلوں نے دُشمنی سے
مفہوم تو دوستی لیا تھا

بُجھتی ہوئی رات سے بھی ہم نے
سرمایۂ روشنی لیا تھا

اَب اُس کو گنوا کے ڈھونڈتے ہیں
ہمراہ جسے کبھی لیا تھا!

اُتری ہے وہی نگاہ دِل میں،
ہم نے جسے سرسری لیا تھا

Scanned with CamScanner

بازارِ وفا سے ہم نے محسنؔ
اِک زخم تو قیمتی لیا تھا

☆

ہم تو بیٹھے تھے رہگذار میں گُم
قافلے ہو گئے غُبار میں گُم

ایک پیماں شِکن سے کیا شکوہ؟
ہم رہے اپنے اعتبار میں گُم

جب تلک آئینہ مقابل تھا
اُس کی آنکھیں رہیں خُمار میں گُم

ہم سے مت پُوچھ کب رُتیں بدلیں
ہم رہے اُس کے انتظار میں گُم

پھر ترے پیرہن کی یاد آئی۔!
پھر ہوئے ہم بھری بہار میں گُم!!

کیا خبر کب ہوئی ہے یاد اُس کی
دل کے اُجڑے ہوئے دیار میں گُم

Scanned with CamScanner

کتنے یاروں کے کاروں محسنؔ!
ہو گئے گردِ روزگار میں گُم!!

☆

ہمارے بعد چلی رسم دوستی کہ نہیں؟
ہوا کی زد پہ کوئی شمع پھر جلی کہ نہیں

بچھڑ کے جب بھی ملے مجھ سے پوچھتا ہے وہ شخص
کہ ان دنوں کوئی تازہ غزل ہوئی کہ نہیں؟

سُنا ہے عام تھی کل شب کو چاند کی بخشش
بُجھے گھروں میں ابھی اُتری ہے چاندنی کہ نہیں؟

نکل کے جس سے ہوا اپنا درد آوارہ ــ!
کسی کے دل میں وہ محفل بھی پھر سجی کہ نہیں؟

وہ رہگذر جو اندھیروں میں سانس لیتی تھی!
تمہارے نقشِ قدم سے چمک اُٹھی کہ نہیں؟

دیارِ ہجر سے آئے ہو، کچھ کہو محسنؔ!
کہ شامِ غم بھی کسی موڑ پر ملی کہ نہیں؟

Scanned with CamScanner

ہوَا اُس سے کہنا

ہوَا!
صُبحدم اُس کی آہستہ آہستہ کھُلتی ہوُئی آنکھ سے
خواب کی سیپیاں چُننے جائے تو کہنا
کہ ہم جاگتے ہیں!

ہوَا اُس سے کہنا
کہ جو ہجر کی آگ پیتی رُتوں کی طنابیں
رگوں سے اُلجھتی ہوئی سانس کے ساتھ کس دیں
اُنہیں رات کے سُرمئی ہاتھ خیرات میں نیند کب دے سکے ہیں؟
ہوَا' اُس کے بازو پہ لکھّا ہوا کوئی تعویذ باندھے تو کہنا
کہ آوارگی اوڑھ کر سانس لیتے مسافر
تجھے کھوجتے کھوجتے تھک گئے ہیں'

ہوَا اُس سے کہنا
کہ ہم نے تجھے کھوجنے کی سبھی خواہشوں کو
اُداسی کی دیوار میں چُن دیا ہے

ہوَا اُس سے کہنا
کہ وحشی درندوں کی بستی کو جاتے ہوئے راستوں پر
ترے نقشِ پا۔۔۔دیکھ کر

Scanned with CamScanner

ہم نے دِل میں ترے نام کے ہر طرف
اِک سیہ ماتمی حاشیہ بُن دیا ہے

ہوا اُس سے کہنا
ہوا کچھ نہ کہنا۔۔!
ہوا کچھ نہ کہنا۔۔!!!

یہ عجیب فصلِ فراق ہے

یہ عجیب فصلِ فراق ہے!
کہ نہ لب پہ حرفِ طلب کوئی
نہ اداسیوں کا سبب کوئی
نہ ہجوم درد کے شوق میں۔!
کوئی زخم اَب کے ہَرا ہوا
نہ گماں بدست عدُو ہوُئے
نہ ملامتِ صفِ دوستاں
پہ یہ دل کسی سے خفا ہوُا
کوئی تار اپنے لباس کا
نہ ہوا نے ہم سے طلب کیا
سرِ رہگذار وفا بڑھی
نہ دیا جلانے کی آرزو

Scanned with CamScanner

پئے چارۂ غمِ دوجہاں
نہ کوئی مسیح نہ چارہ گر
نہ کسی خیال کی جستجو
نہ خلش کسی کے وصال کی
نہ تھکن رہِ مہ و سال کی
نہ دماغِ رنجِ رُخِ بُتاں!
نہ تلاشِ لشکرِ ناصحاں!!

وہی ایک حال ہے ضبط کا
وہی ایک چال ہے دہر کی
وہی ایک رنگ ہے شوق کا
وہی ایک رسم ہے شہر کی
نہ نظر میں خوف ہے رات کا
نہ فضا میں دن کا ہراس ہے
پئے عرضِ حالِ سُخن وراں
وہی ہم سُخن ہے رفیقِ جاں
وہی ہم سُخن جسے دل کہیں
وہ تو یوُں بھی کب کا اُداس ہے

☆

شب کو جب کبھی میں نے اپنی جستجو کی ہے
بے صدا درختوں نے تیری گفتگو کی ہے

دل کی ضِد جو ٹھہری ہے اب تو اُس کو پانا ہے
فِکر زندگی چھوڑو، بات آبرو کی ہے!

پوچھ تیغِ قاتِل سے، مقتلوں کے میلے میں
ہم نے کِس کو ڈھونڈا ہے، کِس کی آرزو کی ہے؟

رات، دُور بیٹھی ہے اِک ضعیف ماں بن کر
ہر جوان لاشے پر اِک رِدا لہُو کی ہے!

جس کو زرد کر ڈالا دُھوپ کی سخاوت نے
شاید اُس کلی نے بھی خواہش نمُو کی ہے!

اے نمازیو ٹھہرو، دِل کو زخم سہنے دو
کچھ لہُو تو بہنے دو، یہ گھڑی وضُو کی ہے!

جس کو عُمر بھر پُوجا اب اُسے گنوا بیٹھ
ہم نے یہ بغاوت بھی اُس کے رُوبرُو کی ہے!

اپنا جُرم ثابت ہے، تم سزا سُنا دینا
سر کہیں سجا دینا، ہر سِناں عدُو کی ہے!

Scanned with CamScanner

دیکھنا کہیں محسنؔ کچھ نشاں نہ پڑ جائے
عکس اُس کے چہرے کا، موج آبجُو کی ہے!

☆

تجھے اُداس بھی کرنا تھا خود بھی رونا تھا
یہ حادثہ بھی مری جاں کبھی تو ہونا تھا

نمُو کا رنج نہ اَبرِ گریزپا سے مَلال!
کہ مجھ کو بانجھ زمینوں میں بیج بونا تھا

کیا کہ گردِ رَہِ رَفتگاں کو اوڑھ لیا
کفن کا داغ بدن کے لہُو سے دھونا تھا

جو داستاں اُسے کہنا تھی پھر نہ گُفتہ رہی،
کہ میں بھی تھک سا گیا تھا، اُسے بھی سونا تھا

میں تختِ ابر پہ سویا تھا رات بھر محسنؔ
کھلی جو آنکھ تو صحرا مِرا بچھونا تھا

Scanned with CamScanner

☆

ہم سے مت پوچھو راستے گھر کے
ہم مسافر ہیں زندگی بھر کے

کون سوُرج کی آنکھ سے دن بھر
زخم گنتا ہے شب کی چادر کے

صُلح کر لی یہ سوچ کی میں نے
میرے دشمن نہ تھے برابر کے

خود سے خیمے جلادیئے میں نے
حوصلے دیکھنا تھے لشکر کے

یہ ستارے یہ ٹوٹتے موتی!
عکس ہیں میرے دیدۂ تر کے

گر جنوں مصلحت نہ اپنائے
سر سے رشتے بہت ہیں پتھر کے

ہم بھی چُنتے تھے سیپیاں اکثر
ہم بھی مقروض ہیں سمندر کے

آنکھ کے گرد ماتمی حلقے
سائے جیسے جلے ہوئے گھر کے

Scanned with CamScanner

دوستوں کی زباں تو کھلنے دو
بھول جاؤ گے زخم خنجر کے

چاند بھی زرد پڑ گیا آخر
اُجڑے آنگن میں روشنی کر کے

آنکھ نم بھی کرو تو بس اتنی
رنگ پھیکے پڑیں نہ منظر کے

کجکلا ہوں سے لڑ گئے محسنؔ
ہم بھکاری حُسینؑ کے دَر کے

☆

لُٹتے کہاں کہ صاحبِ جاگیر ہم نہ تھے
نُورِ جہاں نہ تھی وہ، جہانگیر ہم نہ تھے

اپنی دُعا سے ماند نہ پڑتا کسی کا حُسن!
اِتنے بڑے تو صاحبِ تاثیر ہم نہ تھے

ملتا رہا وہ خواب میں کتنے خلُوص سے
آنکھیں کھلیں تو خواب کی تعبیر ہم نہ تھے

Scanned with CamScanner

ہم کو نہ دے پیامِ رہائی ہوائے صبح۔!
وجہ خروشِ خانۂ زنجیر ہم نہ تھے

یا شامِ قتل ہم نے بجھایا نہ تھا چراغ!
یا وارثانِ جذبۂ شبیرؑ ہم نہ تھے

ہر دورِ بے صدا میں ہر اِک ظلم کے خلاف
ہم کو ہی بولنا تھا کہ تصویر ہم نہ تھے

سب اہلِ شہر پھر درِ دشمن پہ جھک گئے
محسنؔ کھلا کہ شہر کی تقدیر ہم نہ تھے

☆

صحبتِ یادِ رفتگاں کب تک
دیکھیے گردِ کارواں کب تک؟

زخم آخر کو بھر ہی جائے گا
مرہمِ حرفِ مہرباں کب تک؟

تن پہ کب تک ہے خاک کا ملبوس
سر پہ محرابِ آسماں کب تک

Scanned with CamScanner

آؤ خرمن کو خود جلا ڈالیں
منّت برقِ بے اماں کب تک

کوئی موسم تو کھل کے اُترے بھی
دل کی بستی دُھواں دُھواں کب تک

وہ یقیں ہے تو مجھ پہ افشا ہو۔۔!
میں رہوں خود سے بدگماں کب تک

ہم جراحت سرشت کیا پوچھیں؟
دست اعداً میں ہے کماں کب تک

درد جسموں کو چاٹ لیتے ہیں
زلزلوں سے بچیں مکاں کب تک

اب کسی کے تو ہو رہو محسنؔ
دولتِ دل ہو رائیگاں کب تک

Scanned with CamScanner

وہ شاخِ مہتاب کٹ چکی ہے

بہت دِنوں سے
وہ شاخِ مہتاب کٹ چکی ہے
کہ جس پہ تُم نے گرفتِ وعدہ کی ریشمی شال کے
ستارے سجا دیئے تھے

بہت دنوں سے
وہ گردِ احساس چھٹ چکی ہے
کہ جس کے ذرّوں پہ تُم نے
پلکوں کی جھالروں کے تمام نیلم لُٹا دیئے تھے!
اور اب تو یُوں ہے کہ جیسے
لب بستہ ہجرتوں کا ہر ایک لمحہ
طویل صدیوں کو اوڑھ کر سانس لے رہا ہے

اور اب تو یوں ہے کہ جیسے تُم نے
پہاڑ راتوں کو
میری اندھی اجاڑ آنکھوں میں
ریزہ ریزہ بسا دیا ہے

کہ جیسے میں نے
فِگارِ دِل کا ہُنر اثاثہ
کہیں چھپا کر بھلا دیا ہے!
اور اَب تو یوں ہے کہ

Scanned with CamScanner

اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر
مرے بدن پر سجے ہوئے آبلوں سے بہتا لہو نہ دیکھو
(مجھے کبھی سرخرو نہ دیکھو)
نہ میری یادوں کے جلتے بجھتے نشاں کریدو!
نہ میرے مقتل کی خاک دیکھو

اور اب تو یوں ہے کی
اپنی آنکھوں کے خواب
اپنے دریدہ دامن کے چاک دیکھو!
کہ گردِ احساس چھٹ چکی ہے
کہ شاخِ مہتاب کٹ چکی ہے!!

اب سو جاؤ

کیوں رات کی ریت پہ بکھرے ہوئے
تاروں کے کنکر چنتی ہو؟
کیوں سناٹے کی سلوٹ میں
لپٹی آوازیں سنتی ہو؟
کیوں اپنی پیاسی پلکوں کی جھالر میں
خواب پروتی ہو؟
کیوں روتی ہو؟

Scanned with CamScanner

اب کون تمہاری آنکھوں میں

صدیوں کی نیند اُنڈ یلے گا؟

اَب کون تمہاری چاہت کی

ہریالی میں کھُل کھیلے گا؟

اَب کون تمہاری تنہائی کا

اَن دیکھا دُکھ جھیلے گا؟

اَب ایسا ہے۔۔۔!

یہ رات مسلّط ہے جب تک
یہ شمعیں جب تک جلتی ہیں
یہ زخم جہاں تک چبھتے ہیں
یہ سانسیں جب تک چلتی ہی
تم اپنی سوچ کے جنگل میں رَہ بھٹکو اور پھر کھو جاؤ۔۔!!

اب سو جاؤ۔۔۔!!

☆

بھڑکائیں مری پیاس کو اکثر تیری آنکھیں
صحرا مِرا چہرہ ہے، سمندر تیری آنکھیں

پھر کون بھلا دادِ تبسّم اُنہیں دے گا
روئیں گی بہت مجھ سے بچھڑ کر تیری آنکھیں

Scanned with CamScanner

خالی جو ہوئی شامِ غریباں کی ہتھیلی
کیا کیا نہ لُٹاتی رہیں گوہر تیری آنکھیں

بوجھل نظر آتی ہیں بظاہر مجھے لیکن
کھلتی ہیں بہت دِل میں اُتر کر تیری آنکھیں

اب تک میری یادوں سے مٹائے نہیں مٹتا
بھیگی ہوئی اِک شام کا منظر، تیری آنکھیں

ممکن ہو تو اِک تازہ غزل اور بھی کہہ لوں،
پھر اُوڑھ نہ لیں خواب کی چادر، تیری آنکھیں

میں سنگ صِفت ایک ہی رستے میں کھڑا ہوں
شاید مجھے دیکھیں گی پلٹ کر تیری آنکھیں

یوں دیکھتے رہنا اُسے اچھا نہیں محسنؔ
وہ کانچ کا پیکر ہے تو پتھر، تیری آنکھیں

Scanned with CamScanner

☆

گنو نہ زخم نہ دِل سے اذّیتیں پوچھو
جو ہو سکے تو حریفوں کی نیتیں پوچھو

ہوا کی سَمت نہ دیکھوٗ اُسے تو آنا ہے
چراغِ آخرِ شب سے وصیتیں پوچھو

اُجڑ چکے ہو تو اب خُود پہ سوچنا کیسا؟
کہا تھا کس نے کہ اُس کی مشیئتیں پوچھو

سناں پہ سج گئے لیکن جھکے نہ سر اپنے
ستمگروں سے ہماری حمیتیں پوچھو

ہزار زخم سہو پھر بھی چُپ رہو محسنؔ
نہیں ضُرور کہ یاروں کی نیتیں پوچھو

☆

ہجر کی شام دھیان میں رکھنا
اک دیا بھی مکان میں رکھنا

آئینے بیچنے کو آئے ہو!
چند پتّر دُکان میں رکھنا

Scanned with CamScanner

اَے زمیں حشر میں بھی ماں کی طرح
مجھ کو اپنی اَمان میں رکھنا

تیر پلٹے تو دِل نہ زخمی ہو ۔۔!
یہ ہنر بھی کمان میں رکھنا

ایک دُنیا یقیں سے روشن ہو
ایک عالم گُمان میں رکھنا

خود پہ جب بھی غزل سنو مجھ سے
آئینہ درمیان میں رکھنا

دل سے نکلے نہ یاد قاتل کی؛
یہ شکاری مچان میں رکھنا

جب زمیں کی فضا نہ راس آئے
آسماں کو اُڑان میں رکھنا

مرثیہ جب لکھو بہاروں کا
زخم کوئی زبان میں رکھنا

خود بھی وہموں کے جال میں رہنا
اُس کو بھی امتحان میں رکھنا

Scanned with CamScanner

اِتنی رُسوائیاں بھی کیا محسنؔ؟
کچھ بھرم تو جہان میں رکھنا

☆

جب بھی دُہرائے فسانے دل کے
جاگ اُٹھے زخم پُرانے دل کے

ہم سے ملنا ہے تو گھل مِل کیملو
بیت جائیں نہ زمانے دل کے

اُس سے مِل کر بھی نہ ملنا اُس سے
یاد آتے ہی بہانے دل کے

مسکراتی ہوئی آنکھوں والے
لوٗٹ لیتے ہیں خزانے دل کے

ہم نے کب اُس کو نہ چاہا محسنؔ؟
ہم نے کب قول نہ مانے دل کے!!

Scanned with CamScanner

☆

کب تلک اپنی تپش میں آپ جلنا ہے تجھے
دوپہر کی دُھوپ تُو، آخر کو ڈھلنا ہے تجھے

سانس، چُبھتی کرچیوں کا بے نہایت راستہ
اور اس پر زندگی بھر تیز چلنا ہے تجھے

تجھ سے پیماں باندھتا تھا اور یہ سوچا نہ تھا
اپنی آنکھوں کی طرح ہر پل بدلنا ہے تجھے!

رنگ مہندی کے ہوں یا تتلی کے، اَوروں کے نصیب
ہاتھ کی پھیکی لکیروں سے بہلنا ہے تجھے

رات بھر کی بات ہے، خود کو تمازت سے بچا
دِن چڑھے پھر برف کی صورت پگھلنا ہے تجھے

خیروشر میں فیصلے کا وقت ہے، ترکش سنبھال
اپنے لشکر سے مثالِ حُرؑ نکلنا ہے تجھے

ریشمی رِشتوں سے محسنؔ اتنا بے پَروا نہ ہو
لغزشوں کی بھیڑ میں آخر سنبھلنا ہے تجھے

Scanned with CamScanner

وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟

وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟
جب اُس کی بنجر آنکھوں میں
خوابوں کی گیلی قبروں پر
سکھیوں نے راکھ بکھیری تھی

وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟
جب اُس کے بکھرے بالوں میں
بستی کے نیک عزیزوں نے
نمناک لبوں سے چھڑکا تھا
سیندور اُداس دُعاؤں کا

وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟
جب اُس کے اُجلے ہاتھوں میں
اِک جال بُنا محرومی کا
مہندی کی زرد لکیروں نے
جب اُس کے کُندن ماتھے پر
جھومر کا رُوپ رچایا تھا
بے قیمت ضبط کے ہیروں نے

وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟
جب اُس کی آنکھیں پوچھتی تھیں
یہ کون قیامت آئی ہے؟

Scanned with CamScanner

بارات میں شامل چہروں میں
احساس کے قاتل کتنے ہیں؟
اور کون کسی کا بھائی ہے؟
کیوں سانسیں رُکتی جاتی ہیں
کیوں نبضیں تیز دھڑکتی ہیں
یہ کون قیامت آئی ہے؟
یہ درد شعائیں دیتا ہے
چیخیں ہیں مرتے خوابوں کی
یا دُور۔۔۔کوئی شہنائی ہے؟

وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟
جب اس کی آنکھیں پوچھتی تھیں
وہ لوگ بھی کتنے اچھے تھے!
جو اپنی چاند سی بیٹی کو
سانسوں کی اُجلی چادر میں
لپٹا کر خود دفنا دیتے
پھر اس کی یاد بھلا دیتے

وہ پوچھتی تھی سب سکھیوں سے
وہ لوگ کہاں آباد ہیں اب؟
جو وقت کا شجرہ لکھتے تھے
اور شجرہ ایسی نسلوں کا
جو اندھی آنکھ میں خوابوں کی
تعبیر سجایا کرتی تھیں۔۔۔
پھر ہنستے ہنستے کہتی تھی!

Scanned with CamScanner

وہ لوگ کسی کو یاد نہیں
وہ لوگ کہیں آباد نہیں

وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟
جب اس کے سُندر چہرے پر
زرداب رُتوں کی تنہائی
بکھری تو غازہ لگتی تھی!
وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟
جب سیج جنازہ لگتی تھی!!

اَب اُس کے سُونے آنگن میں
مرُجھائی ہُوئی کچھ بیلوں کو
اک تتلی چومنے آتی ہے۔۔۔
اَب اُس کے خالی کمرے میں
بکھرے ہوئے سُوکھے پھولوں کو
پاگل وحشی منہ زور ہَوا!!
بے وجہ اُڑا لے جاتی ہے
اور اُس کی سکھیاں سوچتی ہیں
جیسے کُہسار کے سینے میں
اک قیمتی چیز گنوا آئیں
اک میّت کو دفنا آئیں
وہ لمحہ کیسا لمحہ تھا؟

Scanned with CamScanner

اگر تم آئنہ دیکھو

اگر تُم آئنہ دیکھو
تو اپنے آپ سے نظریں چُرا لینا
کہ اکثر بے وفا لوگوں کو
جب وہ آئنہ دیکھیں تو
آنکھیں چور لگتی ہیں

یہ پچھلے عشق کی باتیں ہیں

یہ پچھلے عشق کی باتیں ہیں

جب آنکھ میں خواب دمکتے تھے
جب دِل میں داغ چمکتے تھے
جب پلکیں شہر کے رستوں میں
اشکوں کا نُور لُٹاتی تھیں
جب سانسیں اُجلے چہروں کی
تن من میں پھوُل سجاتی تھیں
جب چاند کی رِم جھم کرنوں سے

Scanned with CamScanner

سوچوں میں بھنور پڑ جاتے تھے
جب ایک تلاطم رہتا تھا۔!
اپنے بے انت خیالوں میں
ہر عہد نبھانے کی قسمیں
خطؔ خون سے لکھنے کی رسمیں
جب عام تھیں ہم دل والوں میں
اب اپنے پھیکے ہونٹوں پر
کچھ جلتے بجھتے لفظوں کے
یاقُوت پگھلتے رہتے ہیں

اَب اپنی گُم سُم آنکھوں میں
کچھ دھول ہے بکھری یادوں کی
کچھ گرد آلود سے موسم ہیں
اَب دُھوپ اُگلتی سوچوں میں
کچھ پیاں جلتے رہتے ہیں
اب اپنے ویراں آنگن میں
جتنی صُبحوں کی چاندی ہے
جتنی شاموں کا سونا ہے
اُس کو خاکستر ہونا ہے

اب یہ باتیں رہنے دیجے
جس عُمر میں قصّے بُنتے تھے
اُس عُمر کا غم سہنے دیجے
اَب اپنی اُجڑی آنکھوں میں
جتنی روشن سی راتیں ہیں

Scanned with CamScanner

اُس عمر کی سب سوغاتیں ہیں

جس عُمر کے خواب خیال ہوئے
وہ پچھلی عمر تھی بیت گئی
وہ عمر بتائے سال ہوئے
اَب اپنی دید کے رستے میں
کچھ رنگ ہے گزرے لمحوں کا
کچھ اشکوں کی باراتیں ہیں
کچھ بھولے بسرے چہرے ہیں
کچھ یادوں کی برساتیں ہیں

یہ پچھلے عشق کی باتیں ہیں!

☆

ذکرِ شبِ فراق سے وحشت اُسے بھی تھی؛
میری طرح کسی سے محبت اُسے بھی تھی

مجھ کو بھی شوق تھا نئے چہروں کی دِید کا
رستہ بدل کے چلنے کی عادت اُسے بھی تھی

اُس رات دیر تک وہ رہا محوِ گفتگو!
مصروف میں بھی کم تھا فراغت اُسے بھی تھی

Scanned with CamScanner

مجھ سے بچھڑ کے شہر میں گھل مل گیا وہ شخص
حالانکہ شہر بھر سے عداوت اُسے بھی تھی

وہ مجھ سے بڑھ کے ضبط کا عادی تھا' جی گیا
ورنہ ہر ایک سانس قیامت اُسے بھی تھی

سنتا تھا وہ بھی سب سے پُرانی کہانیاں!
شاید رفاقتوں کی ضرورت اُسے بھی تھی

تنہا ہوا سفر میں تو مجھ پہ کھلا یہ بھید
سائے سے پیار دُھوپ سے نفرت اُسے بھی تھی

محسنؔ میں اُس سے کہہ نہ سکا یوں بھی حالِ دل
درپیش ایک تازہ مصیبت اُسے بھی تھی؛

☆

بھری بہار میں اب کے عجیب پھول کھلے؟
نہ اپنے زخم ہی مہکے نہ دِل کے چاک سِلے

کہاں تلک کوئی ڈھونڈے مسافروں کا سُراغ؟
بچھڑنے والوں کا کیا ہے' ملے ملے نہ ملے!!

Scanned with CamScanner

عجیب قحط کا موسم تھا اب کے بستی میں
کئے ہیں بانجھ زمینوں سے بارشوں نے گِلے

یہ حادثہ سرِ ساحل رُلا گیا سب کو!
بھنور میں ڈوبنے والوں کے ہاتھ بھی نہ ہلے

سِناں کی نوک کبھی شاخِ دار پر محسن
سخنوروں کو ملے ہیں مُشقتوں کے صِلے!!

☆

کھنڈر آنکھوں میں غم آباد کرنا
کبھی فرصت ملے تو یاد کرنا

اذّیت کی ہوَس بجھنے لگی ہے
کوئی تازہ سِتم ایجاد کرنا

کئی صدیاں پگھلنے کا عمل ہے
بدن سے روُح کو آزاد کرنا

ابھی کیسی پرستش بجلیوں کی؟
ابھی گھر کس لیے برباد کرنا!

Scanned with CamScanner

تمہارا جھوٹ، سچ سے معتبر ہے
مرے حق میں بھی کچھ اِرشاد کرنا

عجب ہے دُھوپ چھاؤں ہجرتوں کی
کبھی ہنسنا کبھی فریاد کرنا

جہنّم جھیلنے سے بھی ۔ کٹھن ہے
اَنا کو خوُگرِ بیداد ۔ کرنا،

کبھی پتّھر سے سر ٹکرا کے محسنؔ
ادا قرض سرِ فرہاد کرنا

☆

شکستہ آئینوں کی کرچیاں اچھی نہیں لگتیں
مجھے وعدوں کی خالی سیپیاں اچھی نہیں لگتیں

گزشتہ رُت کے رنگوں کا اثر دیکھو کہ اب مجھ کو
کھلے آنگن میں اُڑتی تتلیاں اچھی نہیں لگتیں

وہ کیا اجڑا نگر تھا جس کی چاہت کے سبب اب تک
ہری بیلوں سے اُلجھی ٹہنیاں اچھی نہیں لگتیں

Scanned with CamScanner

دبے پاؤں ہوا جن کے چراغوں سے بہلتی ہو!
مجھے ایسے گھروں کی کھڑکیاں اچھی نہیں لگتیں

بھلے لگتے ہیں طوفانوں سے لڑتے بادباں مجھ کو
ہوا کے رخ پہ چلتی کشتیاں اچھی نہیں لگتیں

یہ کہہ کر آج اُس سے بھی تعلق توڑ آیا ہوں!
مری جاں، مجھ کو ضِدّی لڑکیاں اچھی نہیں لگتیں

کسی گھر میں رَسَن بستہ رہیں جو رات دن محسنؔ
مجھے اکثر وہ سہمی ہرنیاں اچھی نہیں لگتیں

☆

اُس کی چاہت کا بھرم کیا رکھنا؟
دشتِ ہجراں میں قدم کیا رکھنا؟

اپنے جیسا کوئی مِلتا ہی نہیں!
آنکھ میں دولتِ غم کیا رکھنا

بات چُپ رہ کے بھی ہو سکتی ہے
پاسِ قرطاس و قلم کیا رکھنا؟

Scanned with CamScanner

آؤ کشکول کو نیلام کریں
قرضِ اربابِ کرم کیا رکھنا؟

فکرِ آرائشِ مقتل میں رہو!
مہر و میزانِ علم کیا رکھنا؟

اُس کی یادوں کو غنیمت جانو!
اس تعلّق کو تو کم کیا رکھنا؟

ہنس بھی لینا کبھی خود پر محسنؔ
ہر گھڑی آنکھ کو نَم کیا رکھنا؟

اُس سَمت نہ جانا جان مِری!

اُس سَمت نہ جانا جان مِری!
اُس سَمت کی ساری روشنیاں
آنکھوں کو بُجھا کر جلتی ہیں!
اُس سَمت کی اُجلی مٹّی میں
ناگن آشائیں پلتی ہیں!
اُس سَمت کی صُبحیں شام تلک
ہونٹوں سے زہر اُگلتی ہیں،
اُس سَمت نہ جانا جان مری!
اُس سَمت کے آنگن مقتل ہیں

Scanned with CamScanner

اُس سَمت دہکتی گلیوں میں
زہریلی باس کا جادو ہے
اُس سَمت مہکتی کلیوں میں
کافور کی قاتل خوشبُو ہے
اُس سَمت کی ہر دہلیز تلے
شمشان ہے جلتے جسموں کا
اُس سَمت فضا پر سایہ ہے
بے معنی، مُبہم اِسموں کا!
اُس سَمت نہ جانا جانِ مری

اُس سَمت کی ساری پھلجھڑیاں
بارُود کی تال میں ڈھلتی ہیں
اُس سَمت کے پتھر رستوں میں

مُنہ زور ہوائیں چلتی ہیں!
اُس سَمت کی ساری روشنیاں
آنکھوں کو بُجھا کر جلتی ہیں

اُس سَمت کے وہموں میں گِھر کر
کھو بیٹھو گی پہچان مری!
اُس سَمت نہ جانا جانِ مری!

Scanned with CamScanner

چلو چھوڑو .....!

چلو چھوڑو!

محبت جھوٹ ہے

عہدِ وفا اِک شغل ہے بے کار لوگوں کا

''طَلَب'' سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے

'' خلش '' دیمک زدہ اوراق پر بوسیدہ سطروں کا ذخیرہ ہے

'' خُمارِ وصل ''، تپتی دھوپ کے سینے پہ اُڑتے بادلوں کی رائیگاں بخشش!

'' غبارِ ہجر '' صحرا میں سَرابوں سے اَٹے موسم کا خمیازہ!!

چلو چھوڑو!

کہ اب تک میں اندھیروں کی دھمک میں سانس کی ضربوں پہ

چاہت کی بنا رکھ کر سفر کرتا رہا ہوں گا

مجھے احساس ہی کب تھا

کہ تُم بھی موسموں کے ساتھ اپنے پیرہن کے

رنگ بدلو گی!

چلو چھوڑو!

وہ سارے خواب کچّی بھُر بھُری مٹی کے بے قیمت گھروندے تھے

وہ سارے ذائقے میری زباں پر زخم بن کر جم گئے ہوں گے

تمہارے اُنگلیوں کی نرم پوریں پتھروں پر نام لکھتی تھیں مرا، لیکن

تمہاری اُنگلیاں تو عادتاً یہ جُرم کرتی تھیں ۔۔۔!

چلو چھوڑو!

سفر میں اجنبی لوگوں سے ایسے حادثے سرزد ہوا کرتے ہیں

۔۔صدیوں سے

چلو چھوڑو!

مرا ہونا نہ ہونا اِک برابر ہے

Scanned with CamScanner

تم اپنے خال و خد کو آئینے میں پھر نکھرنے دو
تم اپنی آنکھ کی بستی میں پھر سے اِک نیا موسم اُترنے دو!
"مرے خوابوں کو مرنے دو"
نئی تصویر دیکھو
پھر نیا مکتوب لکھو
پھر نئے موسم نئے لفظوں سے اپنا سلسلہ جوڑو
مرے ماضی کی چاہت رائیگاں سمجھو
مری یادوں سے کچے رابطے توڑو۔۔
چلو چھوڑو۔۔!!
محبت جھوٹ ہے
عہدِ وفا اِک شغل ہے بے کار لوگوں کا

☆

عذابِ دید میں آنکھیں لہو لہو کر کے
میں شرمسار ہوا تیری جستجو کر کے

کھنڈر کی تہہ سے بریدہ بدن سروں کے سوا
مِلا نہ کچھ بھی خزانوں کی آرزو کر کے

سُنا ہے شہر میں زخمی دلوں کا میلہ ہے
چلیں گے ہم بھی مگر پیرہن رفو کر کے

Scanned with CamScanner

مسافتِ شبِ ہجراں کے بعد بھید کُھلا!
ہوا دُکھی ہے، چراغوں کی آبرو کر کے

زمیں کی پیاس اُسی کے لہُو کو چاٹ گئی
وہ خوش ہوا تھا سمندر کو آبجُو کر کے

یہ کس نے ہم سے لہُو کا خراج پھر مانگا؟
ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سُرخرو کر کے

جلوُسِ اہلِ وفا کِس کے دَر پہ پہنچا ہے؟
نشانِ طوقِ وفا زینتِ گلو کر کے

اُجاڑ رُت کو گلابی بنائے رکھتی ہے
ہماری آنکھ تری دید سے وضو کر کے

کوئی تو حبسِ ہوَا سے یہ پوچھتا محسنؔ
مِلا ہے کیا اُسے کلیوں کو بے نمو کر کے

☆

روشن کئے جو سل نے کبھی دن ڈھلے چراغ
اپنے اُجاڑ گھر میں لگے کیا بھلے چراغ!

Scanned with CamScanner

شاید مرا وجود ہی سُورج تھا شہر میں
میں بُجھ گیا تو کتنے گھروں میں جلے چراغ!!

دریا کی تہہ میں کتنے ستاروں کا عکس تھا
پانی کے ساتھ ساتھ کہاں تک چلے چراغ

اے صُبح کی شریر کرن ان کا احترام!
طے کر گئے ہیں شب کے سبھی مرحلے چراغ

کیونکر نہ ہم بُجھیں تجھے مل کر کہ بزم میں؛
سورج ترا بدن ہے تو ہم دل جلے چراغ

محسنؔ وہ ڈھونڈتا تھا کسے پچھلی رات کو؟
آنکھیں ہوا کی زد میں تھیں، دامن تلے چراغ

☆

جب تری دُھن میں جیا کرتے تھے
ہم بھی چُپ چاپ پھرا کرتے تھے

آنکھ میں پیاس ہُوا کرتی تھی۔!
دِل میں طُوفان اُٹھا کرتے تھے

Scanned with CamScanner

لوگ آتے تھے غزل سُننے کو
ہم تری بات کیا کرتے تھے

سچ سمجھتے تھے ترے وعدوں کو
رات دِن گھر مین رہا کرتے تھے

کسی ویرانے میں تجھ سے مِل کر
دِل میں کیا پھول کھلا کرتے تھے

گھر کی دیوار سجانے کے لیے
ہم ترا نام لکھا کرتے تھے

وہ بھی کیا دِن تھے بھلا کر تجھ کو
ہم تجھے یاد کیا کرتے تھے

جب ترے درد میں دِل دُکھتا تھا
ہم ترے حق میں دُعا کرتے تھے

بجھنے لگتا تھا جو چہرہ تیرا
داغ سینے میں جَلا کرتے تھے

اپنے جذبوں کی کمندوں سے تجھے
ہم بھی تسخیر کیا کرتے تھے

اپنے آنسو بھی ستاروں کی طرح

Scanned with CamScanner

تیرے ہونٹوں پہ سجا کرتے تھے

چھیڑتا تھا غمِ دُنیا جب بھی!
ہم ترے غم سے گِلا کرتے تھے

کل تجھے دیکھ کے یاد آیا ہے'
ہم سُخنور بھی ہوُا کرتے تھے

☆

شاید اُسے ملے گی لبِ بام چاندنی
اُتری ہے شہر میں جو سرِ شام چاندنی

مجھ سے اُلجھ پڑے نہ کڑی دوپہر کہیں؟
میں نے رکھا غزل میں ترا نام "چاندنی"

میں مثلِ نقشِ پا' مرا آغاز دُھول دُھول
تو چاند کی طرح' ترا انجام -- چاندنی

جن وادیوں کے لوگ لُٹے' گھر اُجڑ چکے
اُن وادیوں میں کیا ہے ترا کام چاندنی؟

اُن کے لیے تھی صورتِ اعزاز ہر کرن
اپنے لیے ہے باعثِ الزام چاندنی

Scanned with CamScanner

چنتی ہیں میرے اشک رُتوں کی بھکارنیں
محسنؔ لُٹا رہا ہوں سرِ عام چاندنی

☆

بچھڑ کے مجھ سے یہ مشغلہ اختیار کرنا
ہَوا سے ڈرنا بُجھے چراغوں سے پیار کرنا

کھُلی زمینوں میں جب بھی سرسوں کے پھُول مہکیں
تم ایسی رُت میں سَدا مِرا انتظار کرنا

جو لوگ چاہیں تو پھر تُمھیں یاد بھی نہ آئیں
کبھی کبھی تُم مجھے بھی اُن میں شُمار کرنا!

کسی کو الزامِ بے وفائی کبھی نہ دینا
مری طرح اپنے آپ کو سوگوار کرنا

تمام وعدے کہاں تلک یاد رکھ سکو گے؟
جو بھول جائیں وہ عہد بھی استوار کرنا

یہ کس کی آنکھوں نے بادلوں کو سکھا دیا ہے
کہ سینۂ سنگ سے رواں آبشار کرنا

Scanned with CamScanner

میں زندگی سے نہ کھُل سکا اس لیے بھی محسنؔ
کہ بہتے پانی پہ کب تلک اعتبار کرنا

آج بھی شام اُداس رہی

آج بھی تپتی دُھوپ کا صحرا
تیرے نرم لبوں کی شبنم
تیری بکھری بکھری زُلف کے
سائے سے۔۔محروم رہا
آج بھی پتھر ہجر کا لمحہ
صدیوں سے بے خواب رُتوں کی
آنکھوں کا مقسُوم رہا
آج بھی اپنے وصل کا تارا
راکھ اُڑاتی۔۔شوخ شفق کی
منزل سے۔۔معدُوم رہا
آج بھی شہر میں پاگل دِل کو
تیری دید کی آس رہی
مدّت کی گُم سم تنہائی
آج بھی میرے پاس رہی
آج بھی شام اُداس رہی!!

Scanned with CamScanner

بہت دنوں بعد

بہت دِنوں بعد
تیرے خط کے اُداس لفظوں نے
تیری چاہت کے ذائقوں کی تمام خوشبو
مری رگوں میں اُنڈیل دی ہے
بہت دِنوں بعد
تیری باتیں
تری ملاقات کی دھنک سے دہکتی راتیں
اُجاڑ آنکھوں کے پیاس پاتال کی تہوں میں
وصال وعدوں کی چاند چنگاریوں کو سانسوں کی آنچ دے کر
شریر شعلوں کی سرکشی کے تمام تیور
سِکھا گئی ہیں
ترے مہکتے مہین لفظوں کی آبشاریں
بہت دنوں بعد پھر سے
مجھ کو رُلا گئی ہیں
بہت دنوں بعد
میں نے سوچا تو یاد آیا
کہ میرے اندر کی راکھ کے ڈھیر پر ابھی تک
ترے زمانے لکھے ہوئے ہیں
سبھی فسانے لکھے ہوئے ہیں
بہت دنوں بعد
میں نے سوچا تو یاد آیا
کہ تیری یادوں کی کرچیاں

Scanned with CamScanner

مجھ سے کھو گئی ہیں

ترے بدن کی تمام خوشبو

بکھر گئی ہے

ترے زمانے کی چاہتیں

سب نشانیاں

سب شرارتیں

سب حکائتیں، سب شکائتیں جو کبھی ہُنر میں

خیال تھیں، خواب ہو گئی ہیں

بہت دنوں بعد

میں نے سوچا تو یاد آیا

کہ میں بھی کتنا بدل گیا ہوں

بچھڑ کے تجھ سے

کئی لکیروں میں ڈھل گیا ہوں

میں اپنے سگرٹ کے بے ارادہ دُھویں کی صُورت

ہوا میں تحلیل ہو گیا ہوں

نہ ڈُھونڈ میری وفا کے نقشِ قدم کے ریزے

کہ میں تو تیری تلاش کے بے کنار صحرا میں

وہم کے بے اماں بگولوں کے وار سہہ کر

اُداس رَہ کر

نجانے کس رَہ میں کھو گیا ہوں؟

بچھڑ کے تُجھ سے تری طرح کیا بتاؤں میں بھی،

نہ جانے کس کس کا ہو گیا ہوں؟

بہت دنوں بعد

میں نے سوچا۔۔۔تو یاد آیا!!

Scanned with CamScanner

☆

جانے اب کس دیس ملیں گے اُونچی ذاتوں والے لوگ؟
نیک نگاہوں، سچّے جذبوں کی سوغاتوں والے لوگ

پیاس کے صحراؤں میں دُھوپ پہن کر چلتے بنجارو۔!
پلکوں اوٹ تلاش کرو، بوجھل برساتوں والے لوگ

وقت کی اُڑتی دُھول میں اپنے نقش گنوائے پھرتے ہیں
رِم جھِم صبحوں، روشن شاموں، ریشم راتوں والے لوگ

ایک بھکارن ڈھونڈ رہی تھی رات کو جھوٹے چہروں میں
اُجلے لفظوں، سچّی باتوں کی خیراتوں والے لوگ

آنے والی روگ رُتوں کا پُرسہ دیں ہر لڑکی کو۔۔!
شہنائی کا درد سمجھ لیں گر باراتوں والے لوگ

پتھر کُوٹنے والوں کو بھی شیشے جیسی سانس ملے!!
محسنؔ روز دُعائیں مانگیں زخمی ہاتوں والے لوگ

Scanned with CamScanner

☆

آج گُم صُم ہے جو برباد جزیروں جیسی
اُس کی آنکھوں میں چمکی تھی کبھی ہیروں جیسی

کتنے مغرور پہاڑوں کے بدن چاک ہوئے
تیز کرنوں کی جو بارش ہوئی تیروں جیسی

جس کی یادوں سے خیالوں کے خزانے دہکے
اُس کی صورت بھی لگی آج فقیروں جیسی

چاہتیں لب پہ مچلتی ہوئی لڑکی کی طرح
حسرتیں آنکھ میں، زنداں کے اسیروں جیسی

ہم انا مست، تہی دست بہت ہیں محسنؔ
یہ الگ بات کہ عادت ہے امیروں جیسی

Scanned with CamScanner

☆

آئنے پر کبھی کتاب میں ہیں!
اُس کی آنکھیں عجب عذاب میں ہیں

تھکتے پھرتے ہیں دُھوپ میں بچّے!
تتلیاں سائیہ گلاب میں ہیں

ایک کچّے گھڑے کی جُراُت پر
کتنی طغیانیاں چناب میں ہیں

وہ ابھی تک ہے رُوبرو اپنے
ہم ابھی تک حصارِ خواب میں ہیں

اُس کی عادت ہے رُوٹھنا محسنؔ
لوگ بے وجہ اضطراب میں ہیں

Scanned with CamScanner

☆

بَسا ہُوا تھا جو سینے میں آرزو کی طرح
رگوں میں گُونج رہا ہے وہ اَب لہُو کی طرح

میں اُس کے دل میں چُھپی خواہشیں بھی جان گیا
کھُلا وہ مجھ سے گریبانِ بے رفُو کی طرح

کوئی نظر بھی اُٹھے اُس پہ دل دھڑک جائے
میں اُس سے پیار کروں اپنی آبرو کی طرح

بہت دنوں میں جو دیکھا اُسے تو کیا کہیے!
لگی ہے اس کی خموشی بھی گفتگو کی طرح

مجھے جُدا نہ سمجھنا چمن سے اہلِ چمن!
میں رائیگاں ہی سہی ' شاخِ بے نمو کی طرح

غمِ جہاں تھا کہ مُحسنؔ اُجاڑ موسم تھا
سمٹ گیا وہ سمندر بھی آبجُو کی طرح

Scanned with CamScanner

☆

زندگی جب بھٹک گئی ہو گی
تا بہ حدِّ فلک گئی ہو گی

راکھ کے ڈھیر میں دُھواں کیسا؟
آگ پھر سے بھڑک گئی ہو گی

موت کا ساتھ چھوڑنے کے لیے
زندگی دُور تک گئی ہو گی

بَرق گرنے سے گھر کے جلنے تک
ساری بستی چمک گئی ہو گی

وہ چُنَریا پہن کے پھرتی ہے
گاؤں میں فصل پک گئی ہو گی

دل کو جینے کا ڈھب تو آتا تھا
دل کی دھڑکن ہی تھک گئی ہو گی

آبلہ پا جدھر گئے ہوں گے
راہ پھولوں سے ڈھک گئی ہو گی

اُس کے قدموں کی چاپ سے محسنؔ
دل کی دھرتی دھڑک گئی ہو گی

Scanned with CamScanner

میری پرستش نہ کر

میں تو کہتا تھا

میری پرستش نہ کر!!

میری عُریاں ہتھیلی پہ پلکوں کے اندر چھپی خواہشوں کے ستارے

نہ چُن

میری قسموں میں لپٹے ہوئے وصل وعدوں سے

اپنی حسیں ریشمی چاہتوں کے کنارے نہ بُن'

میرے لفظوں پہ مت جا

کہ نامعتبر لفظ فصلِ خزاں کی ہوا میں بکھرتے ہوئے زرد پتوں

کی آواز ہیں

میرے پاؤں کے تلوؤں پہ یاقوت و مرجاں سے ہونٹوں

کے موتی نچھاور نہ کر

میں تو کہتا تھا

جذبوں کی مُنہ زور آندھی کے رستے میں اتنے دیے مت جلا

اپنی خواہش کے تپتے ہوئے دشت میں

بے جہت رقص کرتے بگولوں کی خالی ہتھیلی پہ

شفاف خوابوں کے ریشم میں لپٹے ہوئے جگنوؤں کے

گہر مت سجا

مت سجا سازشی سورجوں کے مقابل سُخن آئینے'

میں تو کہتا تھا

چاہت کی ساری لکیریں

سبھی ذائقے

سب رُتیں

Scanned with CamScanner

دُھوپ چھاؤں کے اندھے اَدھورے سفر سے اُبھرتی ہُوئی
گرد کی تہہ میں پوشیدہ منظر کے
بنتے بگڑتے خدوخال کا
استعارہ سمجھ
گردشِ روز و شب کا اشارہ سمجھ
دیکھ۔ اپنی جوانی کی جلتی ہوئی دوپہر میں کوئی خواب دیکھا نہ کر
میرے ہاتھوں کی یخ بستگی پہ سرِ شام
سوچا نہ کر
مجھ سے اِتنی عقیدت بھی اچھی نہیں
میرے نزدیک آ
میرے تن میں اُتر
میری بانہوں کے آنگن میں بکھری ہوئی دُھوپ میں بن سنور،
مجھ سے کیسا حذَر؟
مجھ کو "اپنا" سمجھ
میرے نزدیک اپنائیت سے بڑا کوئی رشتہ نہیں
میری چاہت کو کوئی تقاضا سمجھ
میرے اندر کا انساں فرشتہ نہیں
اور۔۔۔اب
تیرے رُوٹھے ہُوئے لفظ!
گجروں کے سُوکھے ہُوئے پھول!!
آنکھوں میں بکھرے ہوئے آنسوؤں کے گُہر!
تیرے معصوُم جذبوں کے سچ کی مُسلسل گواہی۔۔ مگر
میں تو کہتا تھا میری پرستش نہ کر
میں تو کہتا تھا
میری پرستش نہ کر

Scanned with CamScanner

اجنبی وہ بھی عجب موسم تھا

اجنبی، وہ بھی عجب موسم تھا
تیری قربت کا سنہرا موسم
تیری خوشبو سے مہکتا ہوُا گہرا موسم
تیرے چہرے کی تمازت سے دہکتی صبحیں
تیری زُلفوں کی شباہت سے لہکتی شامیں
تیرے لہجے کی شرارت سے شگفتہ لمحے
تیری آنکھوں میں لرزتے ہوئے اقرار کی لَو
تیری آواز کے گُلپوش ابدزاروں میں
خواب درخواب دُعاؤں کے گُلاب
تیرے بلّور سے ہاتھوں میں
مری "تازہ کتاب"
اجنبی یہ بھی عجب موسم ہے
تیری فرقت کا جھلستا موسم
آگ بن کر میری سوچوں پہ برستا موسم
کتنا محرومِ طرب موسم ہے
غم بجاں، نوحہ بہ لب موسم ہے
تیری خوشبو کا جزیرہ نہ تری یاد کا شہر
میری نَس نَس میں اُترتا ہوُا
تنہائی کا زہر
زہر کی لہر کے ہمراہ ترے درد کا قہر
قریۂ جاں میں اُترتا ہے تو یوُں لگتا ہے

Scanned with CamScanner

جیسے نازل ہو کسی شہرِ چراغاں پہ عذاب
جیسے بے آب و ہوا رُت میں جھلس جائیں گلاب
دِل میں اب درد بکھرتا ہے تو یُوں لگتا ہے
جس طرح ٹوٹ رہی ہو کسی خیمے کی طناب

ایسے لگتا ہے کہ اِس بار نہ چھو پائے گی
تیرے بلوّر سے ہاتھوں کو
-------- مری "تازہ کتاب"

☆

مرحلے شوق کے دُشوار ہُوا کرتے ہیں
سائے بھی راہ کی دیوار ہُوا کرتے ہیں

وہ جو سچ بولتے رہنے کی قسم کھاتے ہیں
وہ عدالت میں گُنہگار ہُوا کرتے ہیں

صرف ہاتھوں کو نہ دیکھو کبھی آنکھیں بھی پڑھو
کچھ سوالی بڑے خوددار ہُوا کرتے ہیں

وہ جو پتھر یونہی رستے میں پڑے رہتے ہیں
اُن کے سینے میں بھی شہکار ہُوا کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

صبح کی پہلی کرن جن کو رُلا دیتی ہے
وہ ستاروں کے عزادار ہُوا کرتے ہیں

جن کی آنکھوں میں سدا پیاس کے صحرا چمکیں
درحقیقت ہوی فنکار ہُوا کرتے ہیں

شرم آتی ہے کہ دُشمن کِسے سمجھیں محسنؔ؟
دُشمنی کے بھی تو معیار ہُوا کرتے ہیں!!

☆

کیا ہے عہد تو اُس کو نباہتے رہنا
میں جب تلک بھی جیوں مجھ کو چاہتے رہنا

تمام دن اُسے ملنے کی جستجو رکھنا
تمام رات تھکن سے کراہتے رہنا

کبھی تو ٹوٹ کے میرے لیے بھی مجھ سے مِلو
یہ کیا کہ میری غزل کو سراہتے رہنا

بہت کٹھن ہے اندھیروں کے شہر میں محسنؔ
چراغ بن کے ہَوا سے بناہتے رہنا!!

Scanned with CamScanner

☆

چاک داماناں نہیں جاتیں
دل کی نادانیاں نہیں جاتیں

بام و در جل اُٹھے چراغوں سے
گھر کی ویرانیاں نہیں جاتیں

اَوڑھ لی ہے زمین خود پہ مگر
تن کی عُریانیاں نہیں جاتیں

ہم تو چُپ ہیں مگر زمانے کی
حشر سامانیاں نہیں جاتیں

دیکھ کر آئینے میں عکس اپنا
اُس کی حیرانیاں نہیں جاتیں

لاکھ اُجڑے ہوئے ہوں شہزادے
سر سے سلطانیاں نہیں جاتیں

لشکرِ ظلم تھک گیا محسنؔ
اپنی قربانیاں نہیں جاتیں

Scanned with CamScanner

☆

جس کو اکثر سوچا تھا تنہائی میں
شامل ہے وہ شخص مری رُسوائی میں

مجھ سے مَت پُوچھو وہ چہرہ کیسا تھا؟
ڈُوب گیا میں آنکھوں کی گہرائی میں

جاگتے رہنے کی کتنی ترغیبیں تھیں
اُس کو بوجھل تھکی ہوئی انگرائی میں

تجھ سے آنکھ ملانا کتنا مشکل ہے
ورنہ سوُرج گھل جائیں بینائی میں

پیار بھی کرتا ہے وہ بے پروائی سے
نادانی کا رنگ بھی ہے دانائی میں

کاش کوئی محمل کے اندر سُن سکتا!
میری چیخ بھی شامل تھی شہنائی میں

وہ اِک پل کو روٹھا تو محسوس ہوُا
جیسے بیت گیا اک سال جدُائی میں

Scanned with CamScanner

جاؤ اپنے جیسے لوگ تلاش کرو۔!
کیا پاؤ گے محسنؔ سے ہر جائی میں

☆

آنکھوں میں کوئی خواب اُترنے نہیں دیتا
یہ دِل کہ مجھے چین سے مرنے نہیں دیتا

بچھڑے تو عجب پیار جتاتا ہے خطوں میں
مل جائے تو پھر حد سے گزرنے نہیں دیتا

وہ شخص خزاں رُت میں بھی محتاط ہے کتنا
سُوکھے ہوئے پھولوں کو بکھرنے نہیں دیتا

اِک روز تری پیاس خریدے گا وہ گبھرو!
پانی تجھے پنگھٹ سے جو بھرنے نہیں دیتا

وہ دل میں تبسُّم کی کرن گھولنے والا
رُوٹھے تو رُتوں کو بھی سنورنے نہیں دیتا

میں اُس کو مناؤں کہ غمِ دہر سے اُلجھوں؟
محسنؔ وہ کوئی کام بھی کرنے نہیں دیتا

Scanned with CamScanner

میں نے اِس طور سے چاہا تجھے!

میں نے اِس طور سے چاہا تجھے اکثر جاناں!
جیسے مہتاب کو بے انت سمندر چاہے!!
جیسے سُورج کی کِرن سیپ کے دل میں اُترے
جیسے خوشبو کو ہوَا رنگ سے ہٹ کر چاہے

جیسے پتھر کے کلیجے سے کِرن پھوٹتی ہے
جیسے غُنچے کھلے موسم سے حِنا مانگتے ہیں
جیسے خوابوں میں خیالوں کی کماں ٹوٹتی ہے
جیسے بارش کی دُعا آبلہ پا مانگتے ہیں

میرا ہر خواب مرے سچ کی گواہی دے گا
وسعتِ دید نے تُجھ سے تری خواہش کی ہے
میری سوچوں میں کبھی دیکھ سراپا اپنا!
میں نے دنیا سے الگ تیری پرستش کی ہے

خواہشِ دید کا موسم کبھی دُھندلا جو ہوُا
نوچ ڈالی ہیں زمانوں کی نقابیں مَیں نے
تیری پلکوں پہ اُترتی ہوُئی صُبحوں کے لیے
توڑ ڈالی ہیں ستاروں کی طنابیں میں نے

میں نے چاہا کہ ترے حُسن کی گُلنار فضا!
میری غزلوں کی قطاروں سے دہکتی جائے

Scanned with CamScanner

میں نے چاہا کہ مرے فن کے گُلستاں کی بہار
تیری آنکھوں کے گُلابوں سے مہکتی جائے

طے تو یہ تھا کہ سجاتا رہے لفظوں کے کنول
میرے خاموش خیالوں میں تکلّم تیرا
رقص کرتا رہے بھرتا رہے خوشبُو کا خُمار
میری خواہش کے جزیروں میں تبسُّم تیرا

تو مگر اجنبی ماحول کی پروردہ کرن!
میری بجھتی ہوئی راتوں کو سحر کر نہ سکی
تیری سانسوں میں مسیحائی تھی لیکن تُو بھی
چارۂ زخمِ غمِ دیدۂ تر کر نہ سکی!

تجھ کو احساس ہی کب ہے کہ کسی درد کا داغ
آنکھ سے دِل میں اُتر جائے تو کیا ہوتا ہے؟
تو کہ سیماب طبیعت ہے تُجھے کیا معلوُم
موسمِ ہجر ٹھہر جائے تو کیا ہوتا ہے؟

تُو نے اُس موڑ پہ توڑا ہے تعلُّق کہ جہاں
دیکھ سکتا نہیں کوئی بھی پلٹ کر جاناں!

Scanned with CamScanner

اب یہ عالم ہے کہ آنکھیں جو کھُلیں گی اپنی
یاد آئے گی تری دید کا منظر جاناں

مجھ سے مانگے گا ترے عہدِ محبت کا حساب
تیرے ہجراں کا دہکتا ہوا محشر جاناں

یوُں برے دِل کے برابر ترا غم آیا ہے
جیسے شیشے کے مقابل کوئی پتھر جاناں!

جیسے مہتاب کو بے انت سمندر چاہے
میں نے اِس طور سے چاہا تجھے اکثر جاناں!

ندامت

رقص کے زاویے
گھنگھروؤں کی چھنن چھن چھنن سے اُدھر
گرد آلود پاؤں کی ہر تال پر
بجلیوں کا جگر چیر کر گھومتے ابروؤں کی کماں
بازوؤں کے بھنور
ہر طرف رونقیں
ہر طرف قہقہے
ہر طرف رنگ و نکہت کی بارش میں تر

Scanned with CamScanner

بے صدا بام و دَر!!

میری جاں رونقیں سب بجا تھیں مگر
کرم خوردہ کتابوں سے ملتے ہوئے زرد چہروں، سیہ پیکروں
سے پرے
تیری سہمی ہوئی آنکھ میں جاگتے واہموں، چیختی خواہشوں
چلچلاتی خراشوں کے سب دائرے
میری شہ رگ میں اپنی بغاوت کے سب نقش بُنتے رہے
دِل کے صحرا میں چُبھتے رہے
کرچیاں اپنے ٹوٹے ہوئے خواب کی
اور مَیں
وہم کی دُھول بستی کے خاشاک میں ریزہ ریزہ بکھرتا رہا
ٹوٹ کر
میری جاں رونقیں سب بجا تھیں مگر
میرا دل!
جیسے بچھڑی ہوئی کُونج کا کوئی پَر
اپنے ہی خوں میں تَر
جیسے بُجھتی ہوئی راکھ کے ڈھیر میں سانس لیتا شرر
جیسے آندھی کی زد میں
خزاں سوختہ بے لبادہ شجر!!!
میری جاں
رونقیں سب بجا ہیں۔۔۔مگر
گھنگھروؤں کی چھنن چھن چھنن سے۔۔۔اُدھر

Scanned with CamScanner

☆

وہ بظاہر جو زمانے سے خفا لگتا ہے
ہنس کے بولے بھی تو دُنیا سے جُدا لگتا ہے

اور کچھ دیر نہ بجھنے دے اسے ربِ سحر!
ڈُوبتا چاند مرا دستِ دُعا لگتا ہے

جس سے مُنہ پھیر کے رستے کی ہوا گذری ہے
کسی اُجڑے ہوئے آنگن کا دیا لگتا ہے

اب کے ساون میں بھی زردی نہ گئی چہروں کی
ایسے موسم میں تو جنگل بھی ہَرا لگتا ہے!!

شہر کی بھیڑ میں کھلتے ہیں کہاں اُس کے نقوش!
آؤ تنہائی میں سوچیں کہ وہ کیا لگتا ہے؟

مُنہ چھپائے ہوئے گذرا ہے جو احباب سے آج
اُس کی آنکھوں میں کوئی زخم نیا لگتا ہے

اب تو محسنؔ کے تصور میں اُتر ربِّ جلیل
اس اُداسی میں تو پتھر بھی خُدا لگتا ہے

Scanned with CamScanner

☆

حبسِ دُنیا سے گذر جاتے ہیں
ایسا کرتے ہیں کہ مَر جاتے ہیں

کیسے ہوتے ہیں بچھڑنے والے؟
ہم یہ سوچیں بھی تو ڈر جاتے ہیں

دِل جو ٹوٹے تو سرِ محفل بھی
بال بے وجہ بکھر جاتے ہیں

اب نہ دیکھو مِری بنجر آنکھیں
چڑھتے دریا تو اُتر جاتے ہیں

دُھوپ کا رُوپ رچانے والے؛
شام کو اور نکھر جاتے ہیں

اَب نہ مُڑ مُڑ کے پُکارو اُن کو!
لوگ رستے میں ٹھہر جاتے ہیں

خالی دامن سے شکایت کیسی؟
اشک آنکھوں میں تو بھر جاتے ہیں

تُم کہاں جاؤ گے سوچو محسنؔ؟
لوگ تھک ہار کے گھر جاتے ہیں

Scanned with CamScanner

☆

کاش کچھ دیر یونہی وقت گزرتا رہتا
میں اُسے دیکھتا رہتا وہ سنورتا رہتا

اجنبی! کتنا اکیلا ہے محبت کا سفر
تو مرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ڈرتا رہتا

میں تو صُبحوں کی طرح گود میں لیتا اُس کو
وہ کہ سُورج تھا تو پھر روز اُبھرتا رہتا

اک نہ اِک رُخ پہ مری آنکھ بکھرتی رہتی
اک نہ اِک عکس مرے دل میں اُترتا رہتا

اُس کو جانا تھا، کوئی زخم ہی دے کر جاتا
اس بہانے میں اُسے یاد تو کرتا رہتا

کوئی تصویر تو آخر کو اُبھر ہی آتی!
رنگ، خاکوں میں وہ کچھ دیر تو بھرتا رہتا

Scanned with CamScanner

☆

سکونِ دل کا اثر جان دُھوپ ڈھلنے تک
ہوَا کی بے خبری ہے، چراغ جلنے تک

نجانے راکھ ہُوئی کتنے سُورجوں کی تپش!
ہماری برف رگوں میں لہُو پگھلنے تک

نجانے کتنے جہنّم بدن میں اُتریں گے
ہمارے سر سے عذابِ حیات ٹلنے تک

مآلِ موسمِ گُل سے بھی جی لرزتا ہے!
بچھڑ نہ جاؤ کہیں تُم یہ رُت بدلنے تک

سنبھل سنبھل کے رہِ جاں میں سانس لیتا ہُوں
ہزار ٹھوکریں کھائیں مگر سنبھلنے تک

بدل گئے ہیں سبھی خال و خَد مرے محسنؔ
بدن پہ راکھ گزرتے دِنوں کی مَلنے تک

Scanned with CamScanner

☆

جس کی قسمت ہی دربدر ٹھہرے
وہ بُجھا چاند کس کے گھر ٹھہرے

عُمر گزری سنوارتے دِل کو!
کاش وہ دِل میں لمحہ بھر ٹھہرے

ہم سے شبخوں کی داستاں پوچھو
شہر والے تو بے خبر ٹھہرے

اُس سے کیا پُوچھنا سفر کی تھکن؟
جس کی منزل ہی رہگذر ٹھہرے

اُس کی قیمت، عذاب سُورج کا
وہ سِتارہ جو تا سحر ٹھہرے

اُس کی آنکھیں اُدھر گئی ہی نہیں
لوگ کیا کیا نہ موڑ پر ٹھہرے

ہم سے کیسا حَذر ہوائے سفر
ہم تو گردِ رہِ سفر ٹھہرے

جھک کے چُومے نہ کیوں فلک محسنؔ؟
جب سِناں پر کسی کا سر ٹھہرے

Scanned with CamScanner

یہ جو شام ڈھل رہی ہے

یہ جو شام ڈھل رہی ہے
اسے سہل بھی نہ جانو!
یہ ٹھہر گئی جو دِل میں؛
یہی شب ہلاکتوں کی
یہی دوپہر کڑی ہے

پسِ گردِ عہد و پیماں
یہ جو ہجر کی گھڑی ہے
یہ فشارِ جاں کا موسم
یہ جو دِل گرفتگی ہے
یہ جو وہم ہے لہو میں
یہ جو سہم آنکھ میں ہے

یہ سناں سی وسوسوں کی
جو خیال میں گڑی ہے
یہ جو اِک خلش وفا کی
ترا جَور سہہ گئی ہے
یہ جو "ان کہی کہانی!"
مِرے دِل میں رہ گئی ہے

یہ تھکن رہِ جنوں کی:
جو اُتر گئی رگوں میں

Scanned with CamScanner

یہ تری مری خوشی ہے

یہ چراغ چاہتوں کے
جو ہوا میں جل رہے ہیں
انہیں کب تلک سنبھالیں؟

چلو پھر سے توڑ ڈالیں
وہ تمام عہد و پیماں!
کہ میں تجھ میں جی رہا ہوں
کہ تو مجھ میں بس رہا ہے

چلو پھر سے سوچتے ہیں
کہ میں تجھ سے ناشناسا
کہ تو مجھ سے اجنبی ہے

وہ جو رسمِ دوستی ہے
وہ رہے تو جاں سلامت
نہ رہے تو پھر بھی جاناں
ترا غم سنبھالنے کو!
ابھی زندگی پڑی ہے

Scanned with CamScanner

آؤ وعدہ کریں

آؤ وعدہ کریں۔۔۔!
آج کے دن کی روشن گواہی میں ہم
دیدہ و دِل کی بے انت شاہی میں ہم
زیرِ دامانِ تقدیسِ لوح و قلم!
اپنے خوابوں' خیالوں کی جاگیر کو
فکر کے مؤقلم سے
تراشی ہوئی۔۔۔اپنی شفاف سوچوں کی تصویر کو
اپنے بے حرف ہاتھوں کی تحریر کو
اپنی تقدیر کو
یوُں سنبھالیں گے مثلِ چراغِ حرم
جیسے آندھی میں
بے گھر مُسافر کوئی۔۔بجھتی آنکھوں کے بوسیدہ فانوس میں
پہرہ داروں کی صُورت چھپائے رکھے
جانے والوں کے۔۔دُھندلے سے نقشِ قدم!
آج کے دِن کی روشن گواہی میں ہم۔۔۔!
پھر اِرادہ کریں
جتنی یادوں کے خاکے نمایاں نہیں
جتنے ہونٹوں کے یاقوت بے آب ہیں
جتنی آنکھوں کے نیلم فروزاں نہیں
جتنے چہروں کے مرجان زرداب ہیں
جتنی سوچیں بھی مشعل بداماں نہیں
جتنے گُلرنگ مہتاب۔۔گہنا گئے

Scanned with CamScanner

جتنے معصوم رُخسار۔۔ مرُجھا گئے
جتنی شمعیں بجھیں
جتنی شاخیں جلیں
سب کو خوشبو بھری زندگی بخش دیں
تازگی بخش دیں
بھر دیں سب کی رگوں میں لہو نم نہ نم
مثلِ ابرِ کرم رکھ لیں سب کا بھرم!
دیدہ و دل کی بے اَنت شاہی میں ہم
زخم کھائیں گے حُسنِ چمن کے لیے
اشک مہکائیں گے مثلِ رُخسارِ گُل
صرف آرائشِ پیرہن کے لیے
مُسکرائیں گے رنج و غمِ دہر میں
.........اپنی ہنستی ہوئی انجمن کے لیے
طعن احباب، سرمایۂ گنجِ دل
طنزِ اغیار سہہ لیں گے فن کے لیے

آؤ وعدہ کریں•••••!
سانس لیں گے متاعِ سُخن کے لیے
جاں گنوائیں گے ارضِ وطن کے لیے
دیدہ و دِل کی شوریدگی کی قسم
آسمانوں سے اُنچا رکھیں گے علَم

آؤ وعدہ کریں!
آج کے دِن کی روشن گواہی میں ہم

Scanned with CamScanner

☆

کچھ ذکر کرو اُس موسم کا جب رِم جھم رات رسیلی تھی
جب صُبح کا رُوپ رُوپہلا تھا جب شام بہت شرمیلی تھی

جب پھول مہکتی راہوں پر قدموں سے گجر بج اُٹھتے تھے
جب تن میں سانس کے سرگم کی ہر دیپک تان سُریلی تھی

جب خواب سراب جزیروں میں خوش فہم نظر گھل جاتی تھی
جب پیار پوَن کے جھونکوں سے ہر یاد کی موج تشیلی تھی

اُمرت کی مہک تھی باتوں میں نفرت کے شرر تھے پلکوں پر
وہ ہونٹ نہایت میٹھے تھے، وہ آنکھ بہت زہریلی تھی

محسنؔ اُس شہر میں مرنے کو اَب اس کے سوا کچھ یاد نہیں
کچھ زہر تھا شہر کے پانی میں، کچھ خاک کی رنگت نیلی تھی!

☆

تُم نے بھی ٹھکرا ہی دیا ہے، دُنیا سے بھی دُور ہوئے
اپنی اَنا کے سارے شیشے آخر چکنا چور ہوئے

Scanned with CamScanner

ہم نے جن پر غزلیں سوچیں اُن کو چاہا لوگوں نے
ہم کتنے بدنام ہوئے تھے وہ کتنے مشہور ہوئے!

ترکِ وفا کی ساری قسمیں اُن کو دیکھ کے ٹوٹ گئیں
اُن کا ناز سلامت ٹھہرا ہم ہی ذرا مجبور ہوئے

ایک گھڑی کو رُک کر پوچھا اُس نے تو احوال مگر
باقی عُمر نہ مُڑ کر دیکھا ہم ایسے مغرور ہوئے

اب کے اُن کی بزم میں جانے کا گر محسنؔ اذن ملے
زخم ہی ان کی نذر گزاریں، اشک تو نامنظور ہوئے

☆

وہ دلاور جو سیہِ شب کے شکاری نکلے
وہ بھی چڑھتے ہوئے سورج کے پُجاری نکلے

سب کے ہونٹوں پہ مرے بعد ہیں باتیں میری!
میرے دُشمن میرے لفظوں کے بھکاری نکلے

اک جنازہ اُٹھا مقتل سے عجب شان کے ساتھ

Scanned with CamScanner

جیسے سج کر کسی فاتح کی سواری نکلے

بہتے اشکوں سے شعاعوں کی سبیلیں پھوٹیں
چُبھتے زخموں سے فنِ نقش نگاری نکلے

ہم کو ہر دَور کی گردش نے سلامی دی ہے
ہم وہ پتّھر ہیں جو ہر دَور میں بھاری نکلے

عکس کوئی ہو خدوخال تمہارے دیکھوں
بزم کوئی ہو مگر بات تمہاری نکلے

اپنے دُشمن سے میں بے وجہ خفا تھا محسنؔ
میرے قاتل تو میرے اپنے حواری نکلے

☆

کبھی گریباں کے تار گنتے ، کبھی صلیبوں پہ جان دیتے
گزر گئی زندگی ہماری سدا یہی امتحان دیتے

بوقتِ شب خوں تمام بستی پہ خوف طاری تھا قاتلوں کا؛
سکوتِ شب کے اُجاڑ گنبد میں ہم کہاں تک اُذان دیتے؟

Scanned with CamScanner

میں کس نگر کی ہوا سے پوچھوں ، میں کون صحرا کی خاک چھانوں؟
بچھڑنے والے کہیں تو اپنا سُراغ رکھتے، نشان دیتے!

ہمارے لفظوں سے نُطق چھینا ہے اپنی محرومیوں نے ورنہ
سخنورو ہم بھی اپنی بستی کے پتھروں کو زبان دیتے

سزا سُنانے سے پیشتر مُنصِفوں سے پل بھر جو اذن ملتا!
تو ہم بھی جرم اَنا کے حق میں کوئی اُدھورا بیان دیتے

عداوتوں کے عذاب سُورج نے اتنی مہلت نہ دی کہ محسنؔ؟
ہم اپنی جلتی زمیں کے سر پہ کوئی بگولہ ہی تان دیتے

☆

مِری سانسوں کی خوشبو سے تجھے زنجیر ہونا ہے
ابھی اِس خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونا ہے

یہ کہہ کر اپنی محرومی کو بہلاتا ہے دِل اپنا
اگر وہ چاند ہے تو پھر اُسے تسخیر ہونا ہے

مِرے لفظوں کی لغزش کہہ رہی تھی آج محفل میں
کہ تیری خامشی کو حاصِل تقریر ہونا ہے!

Scanned with CamScanner

جبیں تو خیر داغِ بندگی سے بجھ گئی لیکن
دُعا کو بے نیازِ حلقہ تاثیر ہونا ہے

وہ جن کے خون سے دستارِ قاتل ہو گئی رنگیں
اُنہی کے مقتلوں کی خاک کو اکسیر ہونا ہے

ہمارے گھر پہ گرتی بجلیوں کو کیا خبر محسنؔ
کہ اس ملبے پہ اِک تازہ نگر تعمیر ہونا ہے

دوستو پھر وہی ساعت

دوستو پھر وہی ساعت وہی رُت آئی ہے
ہم نے جب اپنے ارادوں کا علَم کھولا تھا
دل نے جب اپنے ارادوں کی قسم کھائی تھی
شوق نے جب رگِ دوراں میں لہو گھولا تھا

پھر وہی ساعتِ صد رنگ وہی صُبحِ جنُوں
اپنے ہاتھوں میں نئے دور کی سوغات لیے
محملِ شامِ غریباں سے اُتر آئی ہے
خشک ہونٹوں پہ بکھرتے ہوئے جذبات لیے

Scanned with CamScanner

آؤ ' پھر ریت پہ بکھرے ہوئے ہیرے چُن لیں
پھر یہ صحرا کی سخاوت بھی رہے یا نہ رہے!
آؤ کچھ دیر جراحت پہ چھڑک لیں شبنم!!
کیا خبر پھر یہ روایت بھی رہے یا نہ رہے؟

آؤ پھر حلق میں ٹوٹا ہوُا نشتر کھینچیں
دل سے ممکن ہے کوئی حرف ' زباں تک پہنچے
آؤ پھر غور کریں ہم کہ سرِ مقتلِ جاں!
شوقِ دلداریِ جاناں میں کہاں تک پہنچے؟

دوستو آؤ کہ سر جوڑ کے بیٹھیں کچھ دیر
احتسابِ غمِ دوراں سے نمٹ کر دیکھیں
کچھ تو ماضی کے جھروکوں سے اُدھر بھی ہوگا
اپنے ماحول سے کچھ دیر تو ہٹ کر دیکھیں

ہم نے چاہا تھا کہ یوُں اب کے چراغاں کیجئے
روشنی ہو تو گُلستاں سے قفس تک جائے
اب کے اِس طرح دِل زار سے شعلے پھوٹیں
آنچ یخ بستگیِ قلب و قفس تک جائے

اپنی مٹّی سے محبت کی گواہی کے لیے!
ہم نے زرداب نظر کو بھی شفق لکھا تھا
اپنی تاریخ کے سینے پہ سجا ہے اب تک
ہم نے خونِ رگِ جاں سے جو وَرق لکھا تھا

Scanned with CamScanner

دوستو آؤ کہ تجدیدِ وفا کا دن ہے
ساعتِ عہدِ محبت کو حِنا رنگ کریں
خونِ دِل غازۂ رُخسارِ وطن ہو جائے
اپنے اشکوں کو ستاروں سے ہم آہنگ کریں

آؤ سرنامۂ رُودادِ سفر لکھ ڈالیں
اشک پیوندِ کفِ خاکِ جگر ہونے تک
ہم نے کیا کیا نہ خلاؤں پہ کمندیں ڈالیں
شوق تسخیرِ مہ و مہر ہنر ہونے تک

آؤ لکھیں کی ہمیں اپنی اَماں میں رکھنا
احتسابِ عملِ دیدۂ تر ہونے تک
ہم تو مر جائیں گے اے ارضِ وطن پھر بھی تجھے
زندہ رہنا ہے قیامت کی سحر ہونے تک

اے ٹھٹھرتی ہوئی صبح کے دہکتے سورج

اے ٹھٹھرتی ہوئی صبح کے دہکتے سورج
تجھ کو معلوم ہے اِس صبح کی خاطر ہم نے
کتنی سفاک، سیہ فام شبوں کی سختی
اپنے دُکھتے ہوئے احساس میں شامل کرلی!
کتنی پگھلی ہوئی شاموں کی جگر سوز تھکن

Scanned with CamScanner

اپنے دامن میں سمیٹی کبھی دل میں بھر لی

تجھ کو معلوم ہے اِس صبح کی خاطر ہم نے
قتل گاہوں کو سجایا' کبھی زندانوں کو
تختۂ دار کو بخشا کبھی اُمید کا چاند!
ہم نے اشکوں سے منوّر کیا تہہ خانوں کو
شاہراہوں میں کبھی اپنے سَلاسل ٹوٹے!
ہم نے قدموں پہ گرایا کبھی ایوانوں کو

تجھ کو معلوم ہے اِس صبح کی خاطر ہم نے
کتنی راتوں کو ستاروں کا لہوُ بخشا ہے
بانجھ ہوتی ہوئی دھرتی کے ہر اک ذرّے کو
اپنی شہ رگ کی طرح ذوق نمو بخشا ہے

اے دہکتے ہوُئے سورج یہ گواہی لکھ لے
دِل کو زخموں سے بہلنے کی بھی خوُ آتی ہے
یہ گواہی کی سرِ مقتلِ جاں اپنی اَنا ۔۔!
سر بکف ' زہر بہ لب ' شُعلہ بہ رُو آتی ہے

آج بھی عہدِ گزشتہ کی ہر اِک یاد کے ساتھ
سانس لیتے ہیں تو بارُود کی بوُ آتی ہے
اے ٹھٹھرتی ہوُئی صبح کے دہکتے سوُرج
نقش کچھ ثبت سر لوحِ زماں آج بھی ہیں
کتنے کانٹوں سے اَٹی ہے رہِ احساس مگر
قافلے شوق کے منزل کو رواں آج بھی ہیں

Scanned with CamScanner

ہانپتا ظلم ضعیفی کی حدوں تک پہنچا!
اپنے جذبے ہیں کہ سینے میں جواں آج بھی ہیں

لَب پہ اِک حرفِ دُعا ہے کہ تری عُمر دراز!
جسم پر ناچتے کوڑوں کے نِشاں آج بھی ہیں

☆

دِل خوں ہُوا کہیں تو کبھی زخم سہہ گئے
اب حادثے ہی اپنی وراثت میں رہ گئے

کہنے کو ایک ساتھ ہی ڈوبا ہے قافلہ
کچھ عکس زیرِ آب مگر تہہ بہ تہہ گئے

پتّوں سے پھوٹتی ہیں ہواؤں کی ہچکیاں
پنچھی ہرے شجر سے عجب بات کہہ گئے

شاید وہ بام و در کو نہ سونے دیں عُمر بھر
جو خواب گھر کی خاک میں پیوست رہ گئے

محسؔن غریب لوگ بھی تنکوں کے ڈھیر ہیں
ملبے میں دَب گئے کبھی پانی میں بہہ گئے

Scanned with CamScanner

☆

جو شخص بھی اپنا قد و قامت نہیں رکھتا
وہ شہر کے آئینے سلامت نہیں رکھتا

مجھ سے یہ شکایت ہے مرے چارہ گروں کو
میں زخم چھپانے کو علامت نہیں رکھتا

وہ دوست اگر ہے تو مجھے حوصلہ بخشے
دُشمن ہے تو کیوں حرفِ مِلامت نہیں رکھتا

یہ عہدِ بغاوت ہے، کرو فکر سروں کی!
دستار تو کوئی بھی سلامت نہیں رکھتا

راس آ ہی گیا ترکِ تعلق اُسے آخر!
آنکھوں میں وہ پہلی سی ندامت نہیں رکھتا

اب کس کی تسلّی کو غزل سوچے محسنؔ
اب کون یہاں دِل میں قیامت نہیں رکھتا ؟

Scanned with CamScanner

☆

شَب ڈھلی چاند بھی نکلے تو سہی
درد جو دِل میں ہے چمکے تو سہی!

وہ قیامت ہوٗ ستارہ ہو کی دِل!
کچھ نہ کچھ ہجر میں ٹوٹے تو سہی

ہم وہیں پر ہی بَسا لیں خوٗد کو ۔۔!
وہ کبھی راہ میں روکے تو سہی

سب سے ہٹ کر ہی منانا ہے اُسے
ہم سے اک بار وہ روٗٹھے تو سہی

دِل اُسی وقت سنبھل جائے گا
دِل کا احوال وہ پوٗچھے تو سہی

اُس کی نفرت بھی محبت ہو گی
میرے بارے میں وہ سوچے تو سہی

اُس کے قدموں میں بچھادوں آنکھیں
میری بستی سے وہ گزرے تو سہی

میرا جسمؔ آئینہ خانہ ٹھہرے

Scanned with CamScanner

میری جانب، کوئی دیکھے تو سہی

اُس کے سب جھوٹ بھی سچ ہیں محسنؔ؟
شرط اتنی ہے، وہ بولے تو سہی

☆

دِل کو کچھ اور سنبھلنے دینا
آج کی رات نہ ڈھلنے دینا

پھر بچھڑنا تو مقدّر ٹھہرا
دو قدم ساتھ تو چلنے دینا!

یہ جوانی ہے سنبھالے رکھنا!
اس قیامت کو نہ ٹلنے دینا،

یا ہوَا سے انہیں اوجھل رکھنا
یا چراغوں کو نہ جلنے دینا

اُس کو ہر رنگ سے چاہو محسنؔ
اُس کو ہر روپ بدلنے دینا

Scanned with CamScanner

☆

کچھ نہ کسی کے حق میں کہنا، چُپ رہنا
دل پر سارے صدمے سہنا، چُپ رہنا

دشت کے سناٹے کا زیور آوازیں
شور مچاتے شہر کا گہنا، چُپ رہنا

ہم نے گہرے دریاؤں سے سیکھا ہے
آپ ہی اپنی موج میں بہنا، چُپ رہنا

اُس نے کہا تھا جشن کی رات کو جنگل میں،
ناچیں گے سب لوگ برہنہ، چُپ رہنا

عذابِ دید

نہ پُوچھ شہر میں رونق ہے اِن دنوں کتنی۔!
دُھواں دُھواں کہیں بارُود کی نمائش ہے
سجے ہوئے کسی رَہ میں ہیں سر بُریدہ بدن
کہیں متاعِ دل و جاں کی آزمائش ہے

Scanned with CamScanner

"عذابِ دید" ہے منظر خروشِ مقتل کا
لبوں پہ جم گئی تعبیرِ خوابِ وصل و فراق
مزاجِ قاتلِ سرکش کی وحشتوں کے سبب
دُعا پہ بند ہوئے درگہِ قبول کے طاق
کٹے پھٹے ہوئے جسموں پہ دُھول کی چادر
اُڑا رہی ہے سرِ عام زندگی کا مذاق!

بُجھی بُجھی ہوئی آنکھوں میں کانپتے آنسو
لہو میں تیرتے چہروں کے بدنصیب گُلاب
ہوا کے ساتھ اندھیروں میں ہانپتے جگنو
فنا کے نیل میں بے آسرا دِلوں کے حباب
ڈری ڈری ہوئی ماؤں کے بے صدا نوحے
قضا سے مانگ رہے ہیں نفس نفس کا حساب
گلی کے موڑ پہ رُک رُک کے سوچتی بہنیں
نجانے کب سے کھڑی ہیں کہ ابرِ خوف چھٹے
چھٹے یہ ابر یہ انبوہِ خلقِ شہر ہٹے
ہٹے یہ خلق یہ صدیوں کا راستہ جو کٹے
تو ماں کے دُودھ کا کوئی نشاں تلاش کریں
ملے جو لاش سلامت جوان بھائی کی!
تو بال کھول کے روئیں برہنہ چہروں پر
کریں سوال جو کوئی اماں تلاش کریں
کہ کون لوگ ہیں نوکیلے ناخنوں والے
جو بے گُناہ لہو کا خراج لیتے ہیں!

سنوارتے ہیں جو بارُود کے دُھویں سے نقوش

Scanned with CamScanner

درندگی کی ہوس میں اُجاڑ دیتے ہیں
جو کھیلتے ہوئے بچوں کی بے کنار ہنسی
متاعِ زر جنہیں انساں کی زندگی سے عزیز
جو سلسبیل کی شہ رگ میں گھول دیتے ہیں
شرارِ موت، سمِ حبس، زہرِ تشنہ لبی

یہ سوگوار سے چہرے بِنگوں بِنگوں آنکھیں
خلاء میں گھورتی رہتی ہیں ان دنوں آنکھیں
حنا کے نُور سے خالی ہتھیلیاں کب تک؟
یہ پُوچھتی ہیں دریچوں میں بے سکوں آنکھیں

کہاں رُکے گا لہُو کا یہ بے اماں سیلاب
بکھر کے رَہ میں بہے گا کہاں کہاں سیلاب
اُداس بہنوں کی چادر کے خوں فشاں پُرزے
سیاہ پوش یتیموں کی ہچکیوں کے بھنور!

عذابِ شب سے فقط اِذنِ خواب مانگتے ہیں
ضعیف ماؤں کے آنسو ہر ایک موڑ پہ آج!
امیرِ شہر سے اپنا حساب مانگتے ہیں!!

صَبا۔۔۔غُرورِ نگہبانِ شہر سے کہنا!
جو پڑھ سکے تو پڑھے چہرۂ بشر کا سوال
کمالِ ضبط کا حاصِل ہر ایک دِن کا زوال

یہی سَحر ہے تو کیونکر حیات گذرے گی

Scanned with CamScanner

نجانے کون سے مقتل میں رات گذرے گی؟

تم سے ممکن ہو تو .....

تُم سے ممکن ہو تو سب روشنیاں گُل کردو
کُنجِ مہتاب سے تا گوشۂ دربارِ شہی
مثلِ ویرانئ جاں، صُورتِ دامانِ تہی
وہ اندھیرا ہو کہ ہر رنگ پریشاں ٹھہرے
آنکھ پلکوں کی رفاقت سے گُریزاں ٹھہرے
گھر کا روزن کِسی جگنو کی کِرن کو ترسے
ہر طرف دامِ غریباں کی اُداسی برسے
شاخ در شاخ اُترنے لگے وحشت کا عذاب
شورشِ موجِ ہوا، صُورِ سرافیل لگے
رقص کرتے ہوئے بے خواب بگولوں کے بدن
رہگذاروں کی تھکن اوڑھ کے شَل ہو جائیں
ماند پڑ جائیں ستاروں کے قبیلوں کی رسُوم
جاگتے شہر تہہِ خاکِ زمیں سو جائیں
شہ رگِ وقت میں سیّال سیاہی بھر دو

تُم سے ممکن ہو تو سب روشنیاں گُل کر دو
سب در و بام بُجھا دو کہ مرے سینے میں!
زخم در زخم فروزاں ہیں لہُو کی شمعیں

Scanned with CamScanner

جن سے کترا کے گذرتی ہے اندھیروں کی قطار
لشکرِ شام و سحر جن کی لوؤں سے لرزاں
جن کی جِدّت سے ہواؤں کو پسینہ آئے
جن سے جذبوں کو دہکنے کا قرینہ آئے

تیرگی اور بڑھا دو کہ مِری آنکھوں میں
اشک اور اشک منور ہیں ستاروں کے چراغ
جن کی ضوَ چوم کے خورشیدِ قیامت اُبھرے
جن کے سائے میں ہمکتی ہوئی اُمیدوں کا
جشنِ نو روز کی صورت قد و قامت اُبھرے
جن کے رنگوں میں ڈھلیں عصرِ درخشاں کے نقوش
جن کا پرَ تو سبھی ذرّوں کی جبیں پر اُترے
کہکشاں جن کی زیارت کو زمیں پر اُترے

چاند سے نقش مٹا دو کہ مِرے ہونٹوں پر
حرف دَر حرف دہکتے ہیں دِل زار کے داغ
جن کی خوشبو سے پگھلتا ہے دو عالم کا دماغ
جن کی تابندہ مزاجی سے نگیں شرمندہ
جو بکھرتے ہیں تو رنگوں کی دھنک ٹوٹتی ہے
جن کے پہلوُ سے کئی صُبحوں کی پوَ پھوٹتی ہے

تم سے ممکن ہو تو سب روشنیاں گُل کر دو
تم سے ممکن ہے، مگر تم سے کہاں ممکن ہے؟
رشتہ نکہتِ گُل، گُل سے جُدا ہو جائے
سنگ سے رنگ، ہوَا خوُد سے خفا ہو جائے

Scanned with CamScanner

یاد رکھنا کہ تمہیں یاد رہے یا نہ رہے
جب تلک راہ میں دیوارِ قضا حائل ہے
میری فریاد میں، تیشے کا ہُنر جاری ہے
جب تلک شہرِ دل و جاں کے کسی گوشے میں
صبحِ گُلرنگ کی منزل نہ دکھائی دے گی
شب کے صحرا مین ستاروں کا سفر جاری ہے!

☆

پرندے لَوٹ رہے تھے گھروں کی سَمت مگر
ہوَا کا رُخ تھا شکستہ پروں کی سَمت مگر

چھتوں پہ کتنا چراغاں تھا اب کے جشن کی رات
وہ دیکھنا مرا بجھتے دروں کی سَمت مگر

کُشادہ دِل تھے کئی لوگ یوُں تو مقتل میں
بڑھے ہیں تیر ہمارے سروں کی سَمت مگر

بدن پہ آئینے اَوڑھے وہ لوگ آئے تھے
مرا خیال رہا پتھروں کی سَمت مگر

میں بڑھ رہا تھا ترے دُشمنوں سے لڑنے کو

Scanned with CamScanner

ترا عذاب مرے لشکروں کی سَمت مگر

وہ اِک نگر تھا کہ بازارِ مصر تھا محسؔن
کوئی نظر نہ اُٹھی دلبروں کی سَمت مگر!

☆

جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے
زخم تُمہارے ہجر کا بھرتا جاتا ہے

کنکر پھینکنے والوں کو کچھ علم نہیں
پانی میں اِک عکس بکھرتا جاتا ہے

دِل کی غُربت سارے گھر میں پھیل گئی
تصویروں سیرنگ اُترتا جاتا ہے

بجھتی آنکھ کے سائے پھیلتے جاتے ہیں
شام کا منظر اور نکھرتا جاتا ہے

محسؔن اُس نے دِل کا شہر اُجاڑ دیا
میں سمجھا تھا' بخت سنورتا جاتا ہے

Scanned with CamScanner

☆

اپنے آپ سے پھرتے ہیں بیگانے کیوں؟
شہر میں آ کر لوگ ہوئے دیوانے کیوں؟

ہم نے کب مانی تھی بات زمانے کی!
آج ہماری بات زمانہ مانے کیوں؟

وہ جنگل کے پھولوں پر کیوں مرتا ہے؟
اُس کو اچھے لگتے ہیں ویرانے کیوں؟

سچّی بات سے گھبرانے کی عادت کیا
جھوٹے لوگوں سے اپنے یارانے کیوں؟

خَلوت میں جو آنکھ ملاتے ڈرتا ہو
میلے میں وہ شخص ہمیں پہچانے کیوں؟

محسنؔ جب بھی چوٹ نئی کھا لیتا ہوں!
دِل کو یاد آتے ہیں یار پُرانے کیوں؟

Scanned with CamScanner

☆

اِک نُکتہ اِک بات!
دار کی موت، حیات

جھوٹے سب دِن رَین
سچّی ربّ کی ذات

صبر کے کالے کوس
جبر کی لمبی رات

اُس کے سب اقرار
سُوکھی ڈال کے پات

میرے شہر کی بھیڑ
اِک اُجڑی بارات

آگ سے پھول نہ مانگ
جل جائیں گے ہات

رُخ، صحرا کی دُھول
آنکھوں میں برسات

تُو اور اُس کا نام؟
دیکھ اپنی اوقات

Scanned with CamScanner

بہکی چال سنبھال
گھوم نہ میرے ساتھ

اُس کے نقش نہ دیکھ
سب اُجلی آیات

محسنؔ سے مت پُوچھ
محسنؔ کے حالات

اے فلک بخت مُسافر

آج کی صُبح مہ و سال کے آئینے میں
پھر ترے خون کی پوشاک پہن کر آئی
پھر دِل و جاں میں ترے قُرب کا موسم اُترا
پھر ترے درد کی سوغات میسّر آئی

آنکھ میں پھر سے دہکنے لگے خوابوں کے گُلاب
پھر صَبا خاک پہ سر نوحہ بہ لَب گذری ہے

پھر اِسی سوچ میں غلطاں ہے قبیلہ اپنا
عُمر گذری کہ ترے ہجر کی شب گذری ہے؟

Scanned with CamScanner

تو نے سینے پہ سجائی ہیں خراشیں جس کی
وہ قیامت بھی کسی اور پہ کب گذری ہے

دل نے جب جب بھی تری سمت پلٹ کر دیکھا
سج گئی راہ میں بے رحم صلیبوں کی قطار
خاکِ مقتل پہ دمکنے لگے اشکوں کے نجوم
چشمِ قاتل سے برسنے لگے نفرت کے شرار
پھر سے ہر تارِ گریباں پہ لگی جَبر کی مُہر
کھنچ گئے تا بہ فلک ظُلم و تشدد کے حصار
جُز ترے کس سے کہیں ہم کہ کہاں ختم ہوُا؟
تازیانوں کی زباں چومتے زخموں کا شُمار!

آنکھ میں تیر گئے پھر تری خوشبو کے بھنور
پھر سے قسمت کو جگانے لگے صُبحوں کے سفیر
تیری جُرأت کبھی تلوار کی صوُرت چمکی
تیر بن کر کبھی اُبھری ترے جذبوں کی لکیر

بارشِ سنگ میں جب قحطِ نموُ یاد آیا
تیرا سچ بولتا ' بے باک لہوُ یاد آیا

جب کوئی چیخ تہہِ جبر و ستم دفن ہوئی
اہلِ زنداں کو ترا نورہَ ہوُ یاد آیا

جب درِ حرف صداقت پہ کوئی قُفل پڑا

Scanned with CamScanner

تیرا اعزازِ رسنؔ طوقِ گُلو یاد آیا

جب بھی مقتل میں کوئی چاند ہُوا از نیتِ دار
اے فلک بخت مُسافر ہمیں تُو یاد آیا

ہمارا کیا ہے؟

ہمارا کیا ہے کہ ہم تو چراغِ شب کی طرح
اگر جلے بھی تو بس اتنی روشنی ہوگی!
کہ جیسے تُند اندھیروں کی راہ میں جگنو
ذرا سی دیر کو چمکےؔ چمک کے کھو جائے

پھر اِس کے بعد کسی کو نہ کچھ سُجھائی دے
نہ شب کٹے نہ سُراغ سحر دکھائی دے!!

ہمارا کیا ہے کہ ہم تو پسِ غبارِ سفر
اگر چلے بھی تو بس اِتنی راہ طے ہوگی!
کہ جیسے تیز ہواؤں کی زد میں نقشِ قدم
ذرا سی دیر کو اُبھر کے مِٹ جائے

پھر اِس کے بعد نہ منزل نہ رہگذار ملے!
حدِ نگاہِ تلک دشتِ بے کنار ملے!!

Scanned with CamScanner

ہماری سَمت نہ دیکھو کہ کوئی دیر میں ہم
قبیلۂ دِل و جاں سے بچھڑنے والے ہیں
بسے بسائے ہوئے شہر اپنی آنکھوں کے
مثالِ خانۂ ویراں اُجڑنے والے ہیں
ہوا کا شور یہی ہے تو دیکھتے رہنا
ہماری عُمر کے خیمے اُکھڑنے والے ہیں

اب اِس کے بعد تُمہارے لیے ہیں رنگ سبھی
سبھی رتیں سبھی موسم تمہی سے مہکیں گے!
ہر ایک لَوحِ زماں پر تمہارے نام کی مُہر
ہر ایک صُبح تمہاری جبیں پہ سجدہ گذار
طلوعِ مہرِ درخشاں، فروغِ ماہِ تمام!!
یہ رنگ و نُور کی بارش تمہارے عہد کے نام
اَب اِس کے بعد یہ ہوگا کہ تُم پہ ہونا ہے
وُرودِ نعمتِ عُظمٰے ہو یا نزولِ عذاب!
تُمہی پہ قرض رہے گی تمہارے فرض میں ہے

دِلوں کی زخم شُماری، غمِ جہاں کا حِساب
گناہِ وصل کی لذّت کہ ہجرتوں کا ثواب؟
تمام نقش تمہی کو سنوارنا ہوں گے!
رگوں میں ضبط کے نشتر اُتارنا ہوں گے!!

اب اِس طرح ہے کہ گذرے دنوں کے ورثے میں
تمہاری نذر ہیں ٹکڑے شکستہ خوابوں کے

Scanned with CamScanner

جلے ہوئے کئی خیمے' دریدہ پیراہن
بجھے چراغ' لہو انگلیاں' فگار بدن
یتیم لفظ' ردا سوختہ انا کی تھکن
تمہیں یہ زخم تو آنکھوں میں گھولنا ہوں گے
عذاب اور بھی پلکوں پہ تولنا ہوں گے

وہ یوں بھی ہے کہ اگر حوصلے سلامت ہوں!
بہت کٹھن بھی نہیں رہگذارِ دشت جنوں
یہی کہ آبلہ پائی سے جی نہ اُکتائے!!
جراحتوں کی مشقت سے دِل نہ گھبرائے!

رگوں سے درد کا سیماب اس طرح پھوٹے
نشاطِ کرب کا عالم فضا پہ طاری ہو!
کبھی جو طبل بجے' مقتلِ حیات سجے!
تو ہر قدم پہ لہو کی سبیل جاری ہو!!

جو یوں نہیں تو چلو اب کے اپنے دامن پر
بہ فیضِ کم نظری داغ بے شمار سہی!
اُدھر یہ حل کہ موسم خراج مانگتا ہے
اِدھر یہ رنگ کہ ہر عکس آئینے سے خجل
نہ دل میں زخم نہ آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک
جو کچھ نہیں تو یہی رسمِ روزگار سہی!
نہ ہو نصیب رگِ گُل تو نوکِ خار سہی

جو ہو سکے تو گریباں کے چاک سی لینا!

Scanned with CamScanner

وگرنہ تُم بھی ہماری طرح سے جی لینا!

☆

دِل فکرِ دَوا سے بچ گیا ہے
اَب دَرد رگوں میں رَچ گیا ہے

ماتم تھا یہ کس کا شہرِ جاں میں
صحرا میں بھی شور مچ گیا ہے

رائج ہے زبان مصلحت کی
اَب شہر سے جھوٹ سچ گیا ہے

منصف کا حساب؟ خیر چھوڑو
قاتل کو تو قتل پچ گیا ہے

اَب گرد کی تہہ کو کیا ہٹائیں
ملبوس یہ تن پہ جچ گیا ہے

محسنؔ وہ عجیب سخت جاں تھا
جو زہر بھی پی کے بچ گیا ہے

Scanned with CamScanner

☆

خیال میں تیری آمد ہوئی، ہوئی نہ ہوئی
غزل کا کیا ہے کہ سرزد ہوئی، ہوئی نہ ہوئی

تو اپنے عہدِ جفا کے اُفق سنبھال ذرا۔!
مری وفا کی کوئی حد ہوئی، ہوئی نہ ہوئی

ترے مزاجِ سخاوت کی برہمی قائم
مری دُعا پہ نہ جا، رَد ہوئی، ہوئی نہ ہوئی

تو آسماں پہ کہیں نصب کر خیامِ خیال
مری زمیں مری مسند ہوئی، ہوئی نہ ہوئی

یہ زندگی مری اپنی ہے، جس طرح بھی کٹے
رہینِ عکس اَب وَجد ہوئی، ہوئی نہ ہوئی

کچھ اور دیر بھڑکنے دو آنسوؤں کے چراغ
یہ روشنی سرِ مرقد ہوئی، ہوئی نہ ہوئی

بہت ہے اُس کی نظر، اُس طرف اُٹھے تو سہی

متاعِ دامنِ مقصد ہوئی، ہوئی نہ ہوئی

جسے مقامِ رضاؑ کی خبر نہیں محسنؔ!
اُسے زیارتِ ''مشہد'' ہوئی، ہوئی نہ ہوئی!

☆

سلطنت دِل میں ہی نہیں اُس کی،
آسماں تک ہے سرزمیں اُس کی

پھر پہاڑوں پہ برف پگھلی ہے
پھر دمکنے لگی جبیں اُس کی

دھیان رکھنا ہر ایک آہٹ پر،
شاید اُبھرے صَدا کہیں اُس کی

اب بھی روشن ہے زندگی اُس سے
اب بھی صورت ہے دلنشیں اُس کی

ہجر کی رُت عذاب ہے محسنؔ
عادتیں سب بدل گئیں اُس کی

Scanned with CamScanner

☆

لہرائے سدا آنکھ میں پیارے، ترا آنچل
جھومر ہے ترا چاند، ستارے ترا آنچل

اَب تک مری یادوں میں ہے رنگوں کا تلاطم
دیکھا تھا کبھی جھیل کنارے ترا آنچل

لپٹے کبھی شانوں سے کبھی زُلف سے اُلجھے
کیوں ڈُھونڈھتا رہتا ہے سہارے ترا آنچل

مہکیں تری خوشبو سے دہکتی ہوئی سانسیں
جب تیز ہوا خود سے اتارے ترا آنچل

آنچل میں رَچے رنگ نکھاریں تری زلفیں
اُلجھی ہوئی زُلفوں کو سنوارے ترا آنچل

اس وقت ہے تتلی کی طرح دوشِ ہوا پر
اس وقت کہاں بس میں ہمارے ترا آنچل

Scanned with CamScanner

کاجل ترا بَہہ بَہہ کے رُلائے مجھے اَب بھی
رَہ رَہ کے مجھے اَب بھی پکارے ترا آنچل

☆

وہ دُعا بھی زَرِ تاثیر سے خالی دے گا
اور کیا تجھ کو ترے در کا سوالی دے گا

اُس سے مت پوچھ غمِ دہر کی تلخی کا علاج
مشورے جتنے بھی دے گا وہ خیالی دے گا

اُس کے لہجے میں کھنکتا ہے سَدا رِزقِ حرام
اُس سے خیرات نہ مانگو کہ وہ گالی دے گا

خود کو پہچان کبھی دِل کی کہانی میں اُتر
یہ سخنور تجھے کردار مثالی دے گا

فاختۂ تُند بگولوں میں گھری ہے محسنؔ
کون اَب اُس کو ہَرے پیڑ کی ڈالی دے گا؟

Scanned with CamScanner

☆

اُن کی سازش تو ہے رات باقی رہے
عُمر بھر ظلم کی ......بات باقی رہے

شہر جلتا رہے شہر کی فکر کیا؟
قاتِلِ شہر کی ذات باقی رہے

جو ظاہر ہیں بازو، یہ کٹتے رہیں
وہ جو خفیہ ہے وہ ہات باقی رہے

زخمِ دِل کی نمائشِ ضروری نہیں
لَب پہ حرفِ مُناجات باقی رہے

کُوئے دِلدار میں بِکنے والے بہت
سیم و زَر کی یہ برسات باقی رہے

شوق سے توڑ دِیجے تعلّق مگر
راستے کی ملاقات باقی رہے

اِک ستمگر کی ضِد ہے کہ محسنؔ یہاں
امن بھی ظلم کے ساتھ باقی رہے

Scanned with CamScanner

☆

آتے جاتے ہوئے لوگوں پہ نظر کیا رکھنا
لُٹ چکا شہر، فصیلوں کی خبر کیا رکھنا

بجھ گئی آنکھ تو اِک آدھ کرن کی خاطر
چھت میں سوراخ تو دیوار میں دَر کیا رکھنا

آئینہ زَد میں اگر ہے تو چٹخنے دے اُسے
دِل میں احساسِ کفِ آئینہ گر کیا رکھنا

صورتِ موجِ ہوا جن کو بکھر جانا ہو
ایسے الفاظ پہ بُنیادِ ہُنر کیا رکھنا

اَب یہی اَشک غنیمت ہیں تسلی کے لیے
ہجر کی رات سے اُمیدِ سحر کیا رکھنا

موسمِ جشنِ جنوں اَجرِ طلب ہے اب کے
دل میں احساسِ زیاں، دوش پہ سر کیا رکھنا

سیلِ خوں اَب کے بہت تیز ہے محسنؔ میرے

Scanned with CamScanner

شہر کا شہر گیا' گھر کی خبر کیا رکھنا؟

☆

دیکھنے میں وہ دِلدار ہے اور کیا؟
میری سوچوں کا شہکار ہے اور کیا؟

آدمی بے کفن لاش ہے اور بس!
آدمیّت عزادار ہے اور کیا؟

میرے پاؤں کی زنجیر ہے زندگی!
سانس بے ربط جھنکار ہے اور کیا؟

آسماں' رنگ' حدِ نظر جو بھی ہے
میرے رستے کی دیوار ہے اور کیا!

دل سے مت پُوچھ رُودادِ ضبطِ سُخن
مُجرمِ حرفِ اقرار ہے اور کیا؟

تیرا محسنؔ' ملامت کی بارش میں تَر
جُرم یہ ہے کہ فنکار ہے اور کیا؟

Scanned with CamScanner

صبحِ اوّل کے سُورج

نئے سال کی صبحِ اوّل کے سُورج!
مرے آنسوؤں کے شکستہ نگینے
مرے زخم در زخم بٹتے ہوئے دِل کے
یاقُوت ریزے
تری نذر کرنے کے قابل نہیں ہیں
مگر میں
(ادُھورے سفر کا مسافر)
اُجڑتی ہوئی آنکھ کی سب شُعاعیں
فِگار اُنگلیاں
اپنی بے مائیگی
اپنے ہونٹوں کے نیلے اُفق پر سجائے
دُعا کر رہا ہوں
کہ تُو مسکرائے!
جہاں تک بھی تیری ہوٗا اس روشنی کا
اُبلتا ہوٗا شوخ سیماب جائے
وہاں تک کوئی دِل چٹخنے نہ پائے
کوئی آنکھ میلی نہ ہو، نہ کسی ہاتھ میں
حرفِ خیرات کا کوئی کشکول ہو!
کوئی چہرہ کٹے ضربِ افلاس سے
نہ مُسافر کوئی

Scanned with CamScanner

بے جہت جگنوؤں کا طلب گار ہو
کوئی اہلِ قلم
مدحِ طبل و علم میں نہ اہلِ حکم کا گنہگار ہو
کوئی دَریوزہ گر

کیوں پھرے دربدر؟

صبحِ اوّل کے سوُرج

دُعا ہے کہ تیری حرارت کا خالق
مِرے گنگ لفظوں
مرے سرد جذبوں کی یخ بستگی کو
کڑکتی ہوئی بجلیوں کا کوئی

ذائقہ بخش دے!

رَہ گزاروں میں دم توڑتے رہروؤں کو
سفر کا نیا حوصلہ بخش دے!
میری تاریک گلیوں کو جلتے چراغوں کا
پھر سے کوئی سلسلہ بخش دے
شہر والوں کو میری اَنا بخش دے
دُخترِ دَشت کو دُودھیا کُہر کی اک رِدَا بخش دے

بھنور

وہ اکثر دِن میں بچّوں کو سُلا دیتی ہے اس ڈر سے

Scanned with CamScanner

گلی میں پھر کھلونے بیچنے والا نہ آجائے

بجھتے ہوئے دِیئے کی دُعا کام کر گئی
اِک شب کی گود کتنے ستاروں سے بھر گئی

ماں کو تلاشِ رِزق نے رستہ بھلا دیا
بچّی ٹھٹھر کے رات کے سائے میں مر گئی

خود بارِ خستگی سے گِری چھت مکان کی
تہمت مگر بھٹکتی ہواؤں کے سر گئی

اس بار میرے گاؤں کے میلے کی بھیڑ میں
جو گُم ہوا وہ ایک بھکارن کا لال تھا!

تیرا فراق، دِل کی تباہی، رُتوں کا خوف
میرے لیے یہ سال قیامت کا سال تھا

درویش کو طلب تھی متاعِ خلوص کی
مخلوق چُپ رہی کہ یہ مشکل سوال تھا

ختم ہونے کو ہے سفر شاید
پھر ملیں گے کبھی --- مگر شاید

Scanned with CamScanner

پھر مِلا اذنِ آبلہ پائی ---!
پھر بھٹکنا ہے دربدر شاید

اب کے شب آنکھ میں اُتر آئی
اب نہ دیکھیں گے ہم سحر شاید

شہر میں روشنی کا میلہ ہے
جل گیا پھر کسی کا گھر شاید

اوّلِ شام ستارے مِرے اشکوں کے گُہر
چاند لگتا ہے مِرا طوقِ گلو آخر شب

میری شہ رگ سے اُبھرتی ہیں سحر کی کرنیں
میرے دامن پہ چمکتا ہے لہوُ آخرِ شب

یوُں بجھے گھر میں سجاتا ہوں چراغوں کی قطار
جس طرح آج بھی آ جائے گا تو آخر شب

کچھ یوں کبھی شہر بھر میں پہیلی ہے ایک توُ
سب کی سہیلیاں ہیں، اکیلی ہے ایک توُ

شامِ سفر کا اور اثاثہ ہی کچھ نہیں۔!
اِک تیری بے چراغ ہتھیلی ہے، ایک توُ

Scanned with CamScanner

قیدی کوئی تعزیر کے قابل ہی نہیں تھا
زنداں میں کہیں شورِ سلاسل ہی نہیں تھا

دے گی مری ٹوٹی ہوئی تلوار گواہی۔!
میداں میں ہزیمت کا میں قائل ہی نہیں تھا

ہاں بہرِ تماشہ بڑی مخلوق تھی لیکن!
جو رونقِ مقتل ہو ۔ وہ بسمل ہی نہیں تھا

کبھی جو فرصت ملے تو دل کے تمام بے ربط خواب لکھوں
تری ادا سے غزل تراشوں، ترے بدن پر کتاب لکھوں

بجھے چراغوں کی لَو پگھلتے دِلوں کے احساس میں بھگو کر
میں آنے والی اُداس نسلوں کی زندگی کا نصاب لکھوں

مرے شب و روز رایئگاں خواہشوں کی مِٹی سے اَٹ گئے ہیں
میں کس وَرق پر گئے دِنوں کی مشقّتوں کا حِساب لکھوں

بچھڑ کے تجھ سے وہ کون ہے جس کے نام کردوں ہُنر اثاثہ
میں کیوں کوئی نظم کہہ کے سوچوں میں کس لیے انتساب لکھوں

Scanned with CamScanner

اُس کے اِک اِک حرف کی تہہ میں چاہت کا اِک دریا دیکھا
لیکن اُس کی آنکھ میں ہم نے اکثر پیاس کا صحرا دیکھا

درد کی رُت میں کون کسی کے زخم پہ مرہم رکھتا ہے
سردی ک راتوں میں ہم نے پورے چاند کو تنہا دیکھا

دنیا مجھی سے میرا پتہ پوچھتی رہی
میرا وجود گُم تھا کسی اور ذات میں

تیرا وصال تھا کہ زمانوں کی سلطنت!
لمحوں پہ تھی گرفت کہ صدیاں تھیں ہات میں

تو نے نفرت سے جو دیکھا تو مجھے یاد آیا۔!
کیسے رشتے تری خاطر یونہی توڑ آیا ہوں

کتنے دھندلے ہیں یہ چہرے جنہیں اپنایا ہے
کتنی اُجلی تھیں وہ آنکھیں جنہیں چھوڑ آیا ہوں

آجا کہ ابھی ضبط کا موسم نہیں گزرا
آجا کہ پہاڑوں پہ ابھی برف جمی ہے

Scanned with CamScanner

خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
اس شہر میں سب کچھ ہے بس اک تیری کمی ہے

نہ سو سکے گا وہ صحرا کہ جس نے عُمر کے بعد
ہوّا کے دوش پہ بادل کی مشک دیکھی ہے؛

مری صفائی میں شاید کوئی نکل آئے
عدالتوں میں گواہوں کی بھیڑ رہتی ہے

خیامِ لشکرِ اعداً میں کیوں نہ خاک اُڑے
فرات پر تو مری تشنگی کے پہرے ہیں

ہمیں خبر تھی کہ صحرا میں منزلیں ہیں کہاں
قدم قدم پہ مگر بار بار ٹھہرے ہیں!

میں جانتا ہوں عدالت کی دسترس کو مگر
میں کیا کروں کہ مرے ہر طرف کٹہرے ہیں

کون ہے معتبر زمانے میں۔ا
کس کے وعدے پہ اعتماد کریں؟

بھول جانے کی عُمر بیت گئی!

Scanned with CamScanner

آؤ اِک دوسرے کو یاد کریں!!

دن بھر خفا تھی مجھ سے مگر چاند رات کو
مہندی سے میرا نام لکھا اُس نے ہاتھ پر

یوں ہم سے ہر گھڑی ہے گریزاں یہ کائنات
جیسے ہمارا حق ہی نہیں کائنات پر

اپنی ہتھیلیوں پہ لہو کے نشاں بھی گن
اے دوست اُنگلیاں نہ اُٹھا میری ذات پر

میں نے مہتاب کی کرنوں سے بچایا تھا جسے
دُھوپ اَوڑھے ہوئے پھرتا ہے وہ بازاروں میں

پلٹ کے آ گئی خیمے کی سمت پیاس مری
پھٹے ہوئے تھے سبھی بادلوں کے مشکیزے

کبھی جو غم نے گھڑی بھر کو تھک کے سانس لیا
میں خوش ہوا کہ شبِ ہجرِ یار ڈھلنے لگی

شہیدِ مقتلِ کرب و بلا کا ضبط نہ پُوچھ

Scanned with CamScanner

کہ ضربِ خنجرِ قاتل بھی ہاتھ مَلنے لگی!

کشش سفر کی تہہِ آب بھی جُدا نہ ہوئی
ندی کی ریت مرے ساتھ ساتھ چلنے لگی

بتا رہی ہے تھکن موج موج کی محسنؔ
صدف کی تہہ میں کوئی بوند پھر سے پلنے لگی

کتنا چپ چاپ ہے ماحول مری بستی کا
ماتمی خانہ بدوشوں کے بسیروں جیسا

کیا کہیں اب کے عجب عشق ہوا ہے محسنؔ
سرد شاموں کی طرح، گرم سویروں جیسا

مقروضِ غمِ دیدۂ تر ہے ترا محسنؔ
مُدّت سے یوُنہی خاک بسر ہے ترا محسنؔ

شاید کسی رستے کی ہوَا تیری خبر دے!
اس واسطے مصرُوفِ سفر ہے ترا محسنؔ

جو دوستی نہیں ممکن تو پھر یہ عہد کریں
کہ دُشمنی میں بہت دُور تک نہ جائیں گے

Scanned with CamScanner

میں اپنی رُوح کی پوشاک اُس کو پہنا دوں
مگر یہ شرط کہ وہ بھی تمام میرا ہو۔!

تیرے ہجراں سے تعلق کو نبھانے کے لیے
میں نے اس سال بھی جینے کی قسم کھائی ہے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

حق ایلیا

محسن نقوی

ماورا پبلشرز، بہاولپور روڈ لاہور

Scanned with CamScanner

باذوق لوگوں کے لیے
ہماری کتابیں
خوبصورت کتابیں

تزئین واہتمام اشاعت
خالد شریف

ماورا

ضابطہ

بار اول : ۲۰۰۳ء
کمپوزنگ : الاشراق کمپوزنگ سنٹر لاہور
قیمت : -/190 روپے
طابع : شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر : ماورا پبلشرز ۳۔بہاولپور روڈ لاہور
فون: 7224500

MAVRA BOOKS
60-The Mall, Lahore.
Ph: 6303390 - 6304063
E-mail-mavraintl@yahoo-com

⊙

محشر میں اس انمول عقیدے کے عوض ہم
بخشش نہ خریدیں تو گنہگار نہ کہنا
جنت میں بھی شبیر ترے غم کی قسم ہے
ماتم نہ کریں ہم تو عزادار نہ کہنا

فہرست

۱- حجابِ نبوت-۱ ، ۱۱

۲- حجابِ نبوت-۲ ، ۱۳

۳- حجابِ نبوت-۳ ، ۱۴

۴- حجابِ عصمت ، ۱۶

۵- حجابِ امامت-۱ ، ۱۸

۶- حجابِ امامت-۲ ، ۲۰

۷- حجابِ امامت-۳ ، ۲۲

۸- حجابِ خلق-۱ ، ۲۴

۹- حجابِ خلق-۲ ، ۲۷

۱۰- حجابِ شہادت ، ۲۸

Scanned with CamScanner

۱۱- اگر نادِ علی ، ۲۹
۱۲- ابوطالب ، ۳۰
۱۳- ۱۳رجب ، ۳۴
۱۴- علیؑ کی شادی ، ۴۷
۱۵- سہرا ، ۵۱
۱۶- علیؑ ، ۵۲
۱۷- علی علی کیا کرو ، ۵۴
۱۸- سودا ، ۶۳
۱۹- ورودِ بوتراب ، ۶۸
۲۰- خیبر ، ۷۰
۲۱- گھوڑا ، ۷۳
۲۲- تلوار ، ۷۴
۲۳- مرکب ، ۷۵
۲۴- تلوار ، ۷۶
۲۵- غدیرِ خم ، ۷۷

۲۶- سحرِ محشر ، ۷۸
۲۷- حق ایلیا ، ۷۹
۲۸- شبیرؑ ، ۹۳
۲۹- حسینؑ ، ۹۶
۳۰- مناظرۂ زمین و آسماں ، ۹۹
۳۱- حسینؑ اور کربلا ، ۱۰۳
۳۲- حسینیت ، ۱۰۸
۳۳- آدمؑ اور حسینؑ ، ۱۱۱
۳۴- نوحؑ اور حسینؑ ، ۱۱۳
۳۵- ابراہیمؑ اور حسینؑ ، ۱۵
۳۶- یعقوبؑ اور حسینؑ ، ۱۱۷
۳۷- موسیٰؑ اور حسینؑ ، ۱۱۸
۳۸- عیسیٰؑ اور حسینؑ ، ۱۱۹
۳۹- محمدؐ اور حسینؑ ، ۱۲۰
۴۰- علیؑ اور حسینؑ ، ۱۲۱

Scanned with CamScanner

۴۱- بتولؑ اور حسینؑ ، ۱۲۲
۴۲- حسنؑ اور حسینؑ ، ۱۲۳
۴۳- عباسؑ ، ۱۲۴
۴۴- صفین ، ۱۲۸
۴۵- ملکیۃ العرب (خدیجۃ الکبریٰ) ، ۱۳۰
۴۶- قصیدہ جناب امام زین العابدین-۱ ، ۱۳۵
۴۷- قصیدہ جناب امام زین العابدین-۲ ، ۱۳۸
۴۸- قصیدہ امام رضا علیہ السلام ، ۱۴۲
۴۹- مختار آل محمدؐ ، ۱۴۷
۵۰- خاکِ درِ بوتراب ، ۱۵۰
۵۱- قطعات، ۱۵۳ تا ۲۰۷

حجابِ نبوت ــــ ۱

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا، اسی کا لختِ جگر تھی وہ بھی
یہ شمسِ افلاکِ انما ہے، اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ ملکِ تطہیر کا شجر ہے، اسی شجر کا ثمر تھی وہ بھی
یہ روحِ واللیل و والقمر ہے، تو پھر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ صدرِ اجلاسِ پنجتن تھی مگر یہ محبوبِ کبریا ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہ تھی یہ مصطفیٰؐ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
زمیں کے یہ رنگ رنگ موسم فلک کی رفعت کا شامیانہ
کہیں شہابوں کے تازیانے کہیں ستاروں کا آشیانہ
اسی کا صدقہ بھری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
ابھی تو اس نقش کے خدوخال میں کئی رنگ میں بھروں گا
مرا ارادہ ہے روزِ محشر یہ جو کہے گا وہی کروں گا

Scanned with CamScanner

یہ میم سے ممکناتِ عالم کے آسماں کا مہ مبیں ہے
یہ ح سے حاکم ہے حکمتوں کا حکیم حق حرزِ مومنیں ہے
یہ میم سے ملتوں کا مرکز، مشیرِ اعمالِ مرسلیں ہے
یہ دال سے درد کی دوا ہے دماغ چارہ گرِ یقیں ہے
یہی محمدؐ ہے، ذات جس کی فلک پہ مشہور ہو گئی ہے
اسی کے پردے میں چار ظاہر تھے ایک مستور ہو گئی ہے

حجابِ نبوت ـــــ ۲

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا اسی کا لخت جگر تھی وہ بھی
یہ خلقتِ نورِ ایزدی ہے اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ منزلِ رہگذارِ جاں ہے تو پھر متاعِ سفر تھی وہ بھی
یہ آفتابِ جہانِ دل ہے مگر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ زینتِ بزمِ کن فکاں تھی یہ صدرِ اجلاس انبیاء ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہ تھی یہ مصطفیٰ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
کہیں فضاؤں کی نقش بندی کہیں گھٹاؤں کا شامیانہ
کہیں ستاروں کی مشعلیں ہیں کہیں شہابوں کا تازیانہ
اسی کا صدقہ مری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
اسی کے نقشِ قدم کے ذرے مہ و نجوم فلک بنیں گے
اسی کی صورت کے عکس ریزے مرے فرشتے تلک بنیں گے

Scanned with CamScanner

حجابِ نبوت — ۳

ابھی ابھی جس کا تذکرہ تھا اسی کا لختِ جگر تھی وہ بھی
یہ شمسِ افلاک انما ہے اسی کا نورِ نظر تھی وہ بھی
یہ ملکِ تطہیر کا شجر ہے اسی شجر کا ثمر تھی وہ بھی
یہ زوجِ واللیل والقمر ہے تو پھر دلیلِ سحر تھی وہ بھی
وہ صدرِ اجلاسِ پنجتن تھی مگر یہ محبوبِ کبریا ہے
نظر جھکا کر درود پڑھ لے وہ فاطمہؑ تھی یہ مصطفیٰ ہے

اسی کی خاطر سجا رہا ہوں یہ ہفت عالم نگار خانہ
زمیں کے یہ رنگ رنگ موسم فلک کی رفعت کا شامیانہ
کہیں ستاروں کے آشیانے کہیں شہابوں کا تازیانہ
اسی کا صدقہ مری خدائی اسی کی خیرات ہے زمانہ
ابھی تو اس نقش کے خدوخال میں کئی رنگ میں بھروں گا
مرا ارادہ ہے روزِ محشر جو یہ کہے گا وہی کروں گا

تمام نبیوں کے قافلے کا یہی تو سالارِ کارواں ہے
میں بے نشاں ہوں مگر اسی کے وجود میں ہی مرا نشاں ہے
یہ آشنائے مزاجِ رحمت ہے بخششوں سے بھرا جہاں ہے
اسی کا رستہ ہی دو جہاں میں نجاتِ آخر کی کہکشاں ہے
میں اس کا طالب ہوں سوچ لینا کہ میرا مطلوب بھی یہی ہے
ہے اس کی تعظیم تجھ پہ واجب کہ میرا محبوب بھی یہی ہے

یہ کاروانِ امم کا سلطاں، اسی کو جچتی ہے کجکلاہی
کہ اس کی نعلین کو ترستی ہے دو جہانوں کی بادشاہی
یہی تو ہے جو فرازِ فاراں پہ جا کے دے گا مری گواہی
اسی کا کلمہ پڑھیں گے سارے شجر حجر مرغ و مہر و ماہی
مری رضا چاہیے تو میرے حبیب کے دل کو شاد رکھنا
یہ تیری خِلقت سے پیشتر بھی نبی تھا یہ بات یاد رکھنا

یہ میم سے ممکنات عالم کے آسماں کا مہِ جبیں ہے
یہ ح سے حاکم ہے حکمتوں کا، حکیمِ حق، حرزِ مومنیں ہے
یہ میم سے ملتوں کا مرکز، مشیرِ اعمالِ مرسلیں ہے
یہ دال سے درد کی دوا ہے دماغِ چارہ گرِ یقیں ہے
یہی محمدؐ ہے ذات جس کی فلک پہ مشہور ہو گئی ہے
اسی کے پردے میں چار ظاہر تھے ایک مستور ہو گئی ہے

Scanned with CamScanner

حجابِ عصمت

کمالِ وحدت ہے نام اس کا جمالِ وجہ رسول بھی ہے
یہ دین وایماں کی روح بھی ہے دلِ فروع واصول بھی ہے
نویدِ باغِ بہشت بھی ہے کلیدِ بابِ قبول بھی ہے
زمیں پہ ہو تو علی کی زوجہ فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے
اسی سے آغاز ہے امامت یہیں رسالت کا خاتمہ ہے
نظر اٹھا کر نہ دیکھ آدم حجابِ عصمت میں فاطمہ ہے

یہ فکر مریم کی شاہزادی یہ قل ہو اللہ کی شاہدہ ہے
خطا کا امکاں نہیں ہے اس میں یہ روزِ اول کی زاہدہ ہے
مباہلہ کی صفوں میں دیکھو تو حق کی پہلی مجاہدہ ہے
میں خود حفاظت کروں گا اس کی یہ اس سے میرا معاہدہ ہے
وہ یوں کہ اوجِ مزاجِ حق کے تمام سہرے اسی کے سر ہیں
حریم حق کے تمام ہادی اسی کی آغوش کے ثمر ہیں

جہانِ انسانیت کی تخلیق ہم اسی کے سبب کریں گے
اسی کے دشمن کو ہم جہاں میں رہینِ رنج وتعب کریں گے
اسی کے در کے گداگروں کا بھی فرشتے ادب کریں گے
بشر تو کیا اس کے در پہ جا کر نبیؐ اجازت طلب کریں گے
اسی کے نقشِ قدم کے ذروں کو چاند رتبے میں کب ملے گا
اسی کے سر کی ردا کے سائے کو چاندنی کا لقب ملے گا

حجابِ امامت ـــ ۱

یہ مردِ میداں، اجل کا حاکم، حکیم مطلق سپہ گری کا
تمام عالم میں آج سکہ رواں ہے اس کی دلاوری کا
یہ اسمِ اعظم جو لب پہ آئے تو دل دھڑکتا ہے ہر جری کا
یہی سکھاتا ہے گر سبھی کو سکندری کا قلندری کا
یہ انبیاء کا عظیم ناصرؑ یہ میرا وارث میرا ولی ہے
ہے اس کی پہچان تجھ پہ واجب یہ مرتضیٰ ہے یہی علی ہے

یہ محورِ حق یہ کلِ ایماں کا تاج سر پر سجانے والا
یہ موت کی شب سجا کے بستر سکون سے مسکرانے والا
یہ دشمنوں کے تمام حملوں سے انبیاء کو بچانے والا
یہ کردگارِ ازل کے بندوں کو جامِ کوثر پلانے والا
اسی کے لختِ جگر اجڑ کے احد کی قسمت سنوارتے ہیں
یہی ہے جس کو ازل سے مشکل میں انبیاء سب پکارتے ہیں

یہی ہے بدر و احد کا فاتح، وجودِ خیبر کشا یہی ہے
محافظِ دینِ آدمیت، برادرِ مصطفیٰ یہی ہے
جو بندگی کو بھی داوری دے وہ صاحبِ ہل اتیٰ یہی ہے
کرے جو قاتل کو شیر و شربت عطا وہ بحرِ سخا یہی ہے
اسی کی اک ضرب پر نچھاور کروں گا میں دو جہاں کے سجدے
کہ جانتا ہوں جو یہ نہ ہو تو کہاں کا قبلہ کہاں کے سجدے

یقین کر لے کہ دینِ حق کی رگوں میں رقصاں لہو یہی ہے
مری محبت کی مملکت میں رواں دواں چار سو یہی ہے
اسے ضرورت کہاں کسی کی، ہر ایک کی آرزو یہی ہے
مرا غضب ہے جلال اس کا، مرے کرم کی نمو یہی ہے
بروزِ محشر ترا خدا جب درِ حقیقت کو وا کرے گا
علی کا دشمن خود اپنی ماں کی خیانتوں کا گلا کرے گا

Scanned with CamScanner

حجابِ امامت — ۲

یہ مردِ آہن یہ مشکلوں میں پیمبروں کو بچانے والا
یہ رنج و غم سے اٹی فضاؤں میں جھوم کر مسکرانے والا
یہ پستیوں میں بکھرتے ذروں کو چاند سورج بنانے والا
یہ چشمِ عالم کی پتلیاں انگلیوں کی زد پر نچانے والا
یہ میرے محبوب کا وصی ہے جو چاہے قدرت کا کام کر لے
یہ مرتضیٰ ہے یہ ایلیا ہے یہی علی ہے سلام کر لے

میں لامکاں ہوں مرے مکاں کا جہان بھر میں مکیں یہی ہے
زمیں پہ یہ بوتراب ہوگا، فلک پہ زہرہ جبیں یہی ہے
یہی ہے اسلام کا سراپا مزاجِ معیارِ دیں یہی ہے
یہی ہے سلطانِ دین و ایماں رموزِ حق کا امیں یہی ہے
اسی کے لختِ جگر اجڑ کے احد کی قسمت سنوارتے ہیں
یہی ہے جس کو ازل سے مشکل میں انبیاء بھی پکارتے ہیں

یہ فقر کی سلطنت کا سلطاں یہ آدمیت کا تاجور ہے
یہ رہنما ہے سخنوروں کا یہی مسیحا کا چارہ گر ہے
یہ اوصیا میں بھی منفرد ہے، یہ اولیاء میں بھی معتبر ہے
یہ انبیاء کی مشقتوں سے بھری مناجات کا ثمر ہے
اسی کے سینے میں دھڑکنوں کی طرح سے علمِ کتاب ہوگا
اسے سنواروں گا اس طرح سے یہ ہر طرح لاجواب ہوگا

مزاجِ منبر، نمازِ ایماں، نقیبِ وحدت، کلامِ اول
عروجِ وجداں، شعورِ انساں، غرورِ یزداں، نظامِ اول
سجودِ عاشق، رکوعِ عاقل، قعودِ آخر، قیامِ اول
خطیبِ کامل، ادیبِ عالم، لواء کا حامل، امامِ اول
یہی تو کونین میں نصیرِ مزاجِ عزمِ رسولؐ ہوگا
یہی تو ہے خانہ زاد میرا، یہی تو زوجِ بتول ہوگا

یقین کر لے کہ دینِ حق کی رگوں میں رقصاں لہو یہی ہے
مری محبت کی مملکت میں رواں دواں چار سو یہی ہے
اسے ضرورت کہاں کسی کی، ہر ایک کی آرزو یہی ہے
مرا غضب ہے جلال اس کا مرے کرم کی نمو یہی ہے
اسی کی اک ضرب پر نچھاور کروں گا میں دو جہاں کے سجدے
کہ جانتا ہوں جو یہ نہ ہو تو کہاں کا قبلہ کہاں کے سجدے؟

Scanned with CamScanner

حجابِ امامت — ۳

یہ مردِ آہن، یہ مشکلوں میں پیمبروں کو بچانے والا
یہ رنج و غم سے اٹی فضاؤں میں جھوم کر مسکرانے والا
یہ پستیوں میں بکھرتے ذروں کو چاند سورج بنانے والا
یہ چشمِ عالم کی پتلیاں، انگلیوں کی زد پر نچانے والا
یہ میرے محبوبؐ کا وصی ہے جو چاہے قدرت کا کام کر لے
یہ مرتضیٰ ہے یہ ایلیا ہے یہی علی ہے سلام کر لے

میں لامکاں ہوں، مرے مکاں کا جہان بھر میں مکیں یہی ہے
زمیں پہ یہ بوتراب ہوگا، فلک پہ زہرہ جبیں یہی ہے
یہی ہے اسلام کا سراپا، مزاجِ معیارِ دیں یہی ہے
یہی ہے سلطانِ دین و ایماں، رموزِ حق کا امیں یہی ہے
جو اس کا دشمن ہے اس کی ساری عبادتیں بے اصول ہوں گی
تمام روزے خراب ہوں گے، سبھی نمازیں فضول ہوں گی

یہ فقر کی سلطنت کا سلطاں یہ آدمیت کا تاجور ہے
یہ رہنما ہے سخنوروں کا یہی مسیحا کا چارہ گر ہے
یہ اوصیاء میں بھی منفرد ہے، یہ اولیاء میں بھی معتبر ہے
یہ انبیاء کی مشقتوں سے لدی مناجات کا ثمر ہے
اسی کے سینے میں دھڑکنوں کی طرح سے علم کتاب ہوگا
اسے سنواروں گا اس طرح سے یہ ہر طرح لاجواب ہوگا

مزاجِ منبر، نمازِ ایماں، نقیبِ وحدت، کلامِ اول
عروجِ وجداں، شعورِ انساں، غرورِ یزداں، نظامِ اول
سجودِ عاشق، رکوعِ عاقل، قعودِ آخر، قیامِ اول
خطیبِ کامل، ادیبِ عامل، لوا کا حامل، امامِ اول
یہی تو کونین میں نصیرِ مزاجِ عزمِ رسول ہوگا
یہی تو ہے خانہ زاد میرا، یہی تو زوجِ بتولؑ ہوگا

اسے تو پہچان لے کہ آخر ہے "کلِ ایماں" لقب اسی کا
مری خدائی میں ہر بشر پر سدا ہے واجب ادب اسی کا
ہیں شش جہت اس کے زیرِ سایہ، عجم اسی کا، عرب اسی کا
بھرے جہاں میں ہے جو بھی میرا وہ اس کی خاطر ہے سب اسی کا
بروزِ محشر عمل کی دولت سے جب بھی میزانِ دل بھرے گا
علی کا دشمن بگڑ بگڑ کے خود اپنی ماں کا گلا کرے گا

Scanned with CamScanner

حجابِ خُلق —۱

مرے قلم نے کہاں تراشا ہے آج تک مہ جبین ایسا
یہ لوحِ محفوظ کے مطالب بھی جانتا ہے ذہین ایسا
مرے تصور کی سلطنت میں کہاں ہے مہرِ مبین ایسا
جہاں میں شاید نہ خلق ہو پھر جمیل ایسا حسین ایسا
مری محبت کا گلستاں ہے مری رضا کا چمن یہی ہے
دل و نظر میں بسا لے اس کو علی کا بیٹا حسن یہی ہے

یہ ملک خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
حسین ایسا کہ حسن یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
کریم ایسا کہ اس کے دریوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیادِ امن ڈالی
یہ خلق پیغمبری کا وارث، قضا سے یوں انتقام لے گا
کہ دشمنوں کے مقابلے میں قلم سے پرچم کا کام لے گا

یہی تو ہے یوسفِ امامت، دلوں کی دھرتی کا شاہزادہ
مرا تحمل، مرا تجمل، مرا تدبر، مرا ارادہ
مرا تخیل، مرا تصور، مرا تقدس، مرا لبادہ
خیال زریں، مزاج سادہ، نگاہ گہری، جبیں کشادہ
ادا میں شوخی، حیا میں رخشندگی، نگاہوں میں تمکنت ہے
سنو امامت کی سلطنت میں یہی ولی عہدِ سلطنت ہے

یہ امن عالم کا شاہزادہ، کرم میں سلطاں مزاج ہوگا
ہوا حفاظت کرے گی اس کی یہ وہ منور سراج ہوگا
مری ضرورت، ترا سہارا، ضمیر کی احتیاج ہوگا
دلِ عزیزاں تو خیر کیا ہے عدو پہ بھی اس کا راج ہوگا
یہ خُلقِ پیغمبریؐ کا وارث قضا سے یوں انتقام لے گا
کہ دشمنوں کے مقابلے میں قلم سے پرچم کا کام لے گا

یہ حاصلِ عزمِ انبیاء ہے، دلِ شرف کا صدف یہی ہے
مری لغت میں شعور و وجدانِ آدمیت کی صف یہی ہے
سمٹ کے اوجھل حدِ نظر سے بکھر کے ہر اک طرف یہی ہے
علی نجفؔ کی زمیں کا سورج شعاعِ شمسِ نجف یہی ہے
نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
خیالِ خلدِ بریں سے پہلے حسنؑ کو سردار مان لینا

Scanned with CamScanner

یہ خود بھی معجز نما ہے اس کی ادا میں عکسِ پیمبری ہے
اسی کے ہونٹوں کی نرم جنبش غرورِ اوجِ سخنوری ہے
تری طبیعت کا صبر اس کی نظر کا اعجازِ سرسری ہے
اسی کے رنگِ قبا سے کشتِ خیال انساں ہری بھری ہے
یہ وہ انا مست ہے جو فاقہ کشی میں عظمت کا تاج لے گا
یہ وہ جری ہے کہ دشمنوں سے بنامِ صلح خراج لے گا

بتول زادہ' علی کا بیٹا' نبی کا نورِ نظر یہی ہے
ہر اک تمنا کا باب آخر' ہر اک دعا کا اثر یہی ہے
قرارِ قلب ملائکہ ہے' سکونِ روح بشر یہی ہے
شعور وحدت کے بحر مواج کا حقیقی گہر یہی ہے
نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
خیال خلد بریں سے پہلے حسن کو سردار مان لینا

حجابِ خُلق — ۲

یہ ملکِ خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
حسین ایسا کہ حسن یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
کریم ایسا کہ اس کے دریوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیادِ امن ڈالی
عرب کا بے مثل نوجواں ہے عجم کا کل بانکپن یہی ہے
قبیلہء ہاشمی کا دولہا' علی کا بیٹا حسن یہی ہے

Scanned with CamScanner

یہ خود بھی معجز نما ہے اس کی ادا میں عکسِ پیمبری ہے
اسی کے ہونٹوں کی نرم جنبش غرورِ اوجِ سخنوری ہے
تری طبیعت کا صبر اس کی نظر کا اعجازِ سرسری ہے
اسی کے رنگِ قبا سے کشتِ خیال انساں ہری بھری ہے
یہ وہ انا مست ہے جو فاقہ کشی میں عظمت کا تاج لے گا
یہ وہ جری ہے کہ دشمنوں سے بنامِ صلح خراج لے گا

بتول زادہ، علی کا بیٹا، نبی کا نورِ نظر یہی ہے
ہر اک تمنا کا بابِ آخر، ہر اک دعا کا اثر یہی ہے
قرارِ قلبِ ملائکہ ہے، سکونِ روحِ بشر یہی ہے
شعورِ وحدت کے بحرِ مواج کا حقیقی گہر یہی ہے
نجات کا گر جو سیکھنا ہے تو صرف یہ بات جان لینا
خیالِ خلدِ بریں سے پہلے حسن کو سردار مان لینا

حجابِ خُلق — ۲

یہ ملکِ خلق و جہانِ اخلاق کا مقدس ترین والی
حسین ایسا کہ حسنِ یوسف بھی اس کے دربار کا سوالی
کریم ایسا کہ اس کے دریوزہ گر کا کاسہ نہیں ہے خالی
یہ وہ ہے جس نے عرب کے وحشی دلوں میں بنیادِ امن ڈالی
عرب کا بے مثل نوجواں ہے عجم کا کل بانکپن یہی ہے
قبیلۂ ہاشمی کا دولہا، علی کا بیٹا حسن یہی ہے

Scanned with CamScanner

حجابِ شہادت

یہ کون مظلوم ہے کہ جس کی جبیں لہو سے دمک رہی ہے
بڑا اندھیرا ہے اس کے گھر میں، بس ایک شمع بھڑک رہی ہے
یہ کس طرح کر رہا ہے سجدہ، تری خدائی دھڑک رہی ہے
یہ کون مستور ہے جو اس کی نماز حیرت سے تک رہی ہے
ادب سے سر کو جھکا لے آدمؑ نبی کا وہ نورِ عین ہوگا
جو خاک پر کر رہا ہے سجدہ وہ کیمیا گر حسین ہوگا

اگر نادِ علی

اگر نادِ علی پڑھنے کی رسم ایجاد ہو جائے
تو ہر سینے میں اک تازہ نجف آباد ہو جائے
لبِ حیدر کی جنبش پر کہا توحید نے اکثر
ہمارے حق میں بھی خطبہ کوئی ارشاد ہو جائے
نہ کعبے پر چڑھائی ہو نہ اجڑے بابری مسجد
مسمانوں کو "درسِ یا علیؑ" گر یاد ہو جائے
اگر اہلِ وطن نامِ علیؑ لے کر بڑھیں محسنؔ
میرا ایمان ہے کشمیر تک آزاد ہو جائے

Scanned with CamScanner

ابوطالب

اسرار معارف کا گلستاں ابو طالب
ایمان کے ہر درد کا درماں ابو طالب
تختِ دلِ ہستی کا سلیماں ابو طالب
ہر دور میں سرچشمۂ ایماں ابو طالب
ہر غم سے جو اس کو ابو طالب نہ بچاتا
اسلام ترا ٹھوکریں کھاتا نظر آتا

شادابیِ گلزارِ پیمبرؐ ابو طالب
احسان و سخاوت کا سمندر ابو طالب
رتبے میں ہے کعبے کے برابر ابو طالب
تقدیس میں کعبے سے بھی بڑھ کر ابو طالب
جھکتی ہے جبیں جس پہ ترے فکر و نظر کی
ہے جائے ولادت ابو طالب کے پسر کی

حیراں ابو طالب کی انا پر ہیں ملک تک
عمراں کے مدارج کی رسائی ہے فلک تک
ہے روشنیِ قلب و نظر اس کی جھلک تک
طوفانِ مصائب میں بھی جھپکی نہ پلک تک
خوشبو ہے رواں جس کی ہر اک دل کی کلی میں
کھیلا ہے وہی دیں ابو طالب کی گلی میں

جو خوں ابو طالب کے عزائم کی عطا ہو
وہ خون بھلا کیسے رگِ دیں سے جدا ہو
جس طور سے احساں ابو طالب نے کیا ہو
ممکن نہیں اسلام سے یہ قرض ادا ہو
اس پر بھی یہ فتویٰ کہ اسے دین سے کد ہے
یہ منکرِ عمراں کا فقط بغض و حسد ہے

کر یاد وہ شعبِ ابی طالب کا زمانہ
جذبے کے شراروں کو ہواؤں سے لڑانا
وہ عزم و جلالِ رخِ عمراں کا فسانہ
ہر رات پیمبرؐ کو مصائب سے بچانا
اس طور کا دنیا میں کوئی باپ دکھا دے
جو موت کے بستر پہ بھی بیٹوں کو سلا دے

Scanned with CamScanner

تم لوگ مسلماں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
تم داعیِ ایماں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
تقدیر کے ساماں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
ہاں دشمنِ عمراں جو ہوئے' کچھ نہیں کہتے
چاہو تو دلیروں کو بھی حجرے میں بٹھا دو
بزدل کو مگر فاتحِ کونین بنا دو

اللہ کے گھر کا جو نگہباں ہو وہ کافر؟
جو حق کے لیے اتنا پریشاں ہو وہ کافر؟
جو عرشِ معلیٰ کا مسلماں ہو وہ کافر؟
ایماں نہیں جو محسنِ ایماں ہو وہ کافر؟
اس بات پہ کیوں کوئی پریشاں نہیں ہوتا
ایماں کا پدر منکر ایماں نہیں ہوتا

جب فہم نے بدلا کبھی تشکیک کا قالب
جب لفظ سے چھینی گئی جاگیر مطالب
جب فکر کی دنیا پہ جہالت ہوئی غالب
اسلام پکارا ابو طالب' ابو طالب
خود حق کے لیے حق ہی پریشاں نظر آیا
باطل کے مقابل میں بھی عمراں نظر آیا

قندیلِ چراغِ رخِ احمد ابو طالب
ایمان سے ایمان کی ابجد ابو طالب
باطل کے لیے ضربتِ ایزد ابو طالب
ہر مملکتِ دیں کی ہے سرحد ابو طالب
دستارِ پیمبر کو جو عمراں نہ بچاتا
ہر سمت سقیفہ ہی نظر آتا

Scanned with CamScanner

۱۳ رجب

ہر سو رواں ہوائے خمارِ طرب ہے آج
بابِ قبول وا ہے مرادوں کی شب ہے آج
دل میں خوشیٔ سرور نظر میں عجب ہے آج
ساقی مجھے نہ چھیڑ کہ تیرہ رجب ہے آج
رخ سے نقاب اٹھا کے نوید ظہور دے
حاضر ہے دل کا جامِ شراب طہور دے

وہ مے پلا کہ جس سے طبیعت ہری رہے
نس نس میں انما کی صبوحی بھری رہے
قائم سدا جہاں میں تری دلبری رہے
آنکھوں کے سامنے یہ صراحی دھری رہے
جو بادہ کش ولا کا نشہ کل پہ ٹال دے
للہ اپنی بزم سے اس کو نکال دے

وہ مے پلا کہ جس میں نبوت کی بو ملے
جس کے نشے میں حسن امامت کی خو ملے
آدم کو جس سے کھوئی ہوئی آبرو ملے
میں بھی پیوں تو مجھ کو خدا روبرو ملے
وہ مے کہ جس میں صبحِ ازل کا سرور ہو
وہ مے کہ جس میں آلِ محمدؐ کا نور ہو

وہ مے جو مصطفیٰ نے کساء میں چھپا کے پی
اور فاطمہؑ نے اپنی حیاء میں ملا کے پی
حسنین و مرتضیٰ نے جو محفل سجا کے پی
جبریل نے فلک سے زمیں پر جو آ کے پی
جس کا نشہ نجات کا سامان ہو گیا
سلمان پی کے فخر سلیمان ہو گیا

عیسیٰ نے پی تو اس کو مسیحائی مل گئی
موسیٰ کو اپنے رب کی شناسائی مل گئی
داؤدؑ کو بھی طاقت گویائی مل گئی
یعقوبؑ نے جو پی اسے بینائی مل گئی
وہ مے کہ جس کا کیف دلوں میں اتر گیا
یوسفؑ نے پی تو چاند سا مکھڑا نکھر گیا

Scanned with CamScanner

قیمت میں خلد سے بھی جو برتر ہے وہ شراب
جس کا نشہ نماز سے بہتر ہے وہ شراب
جو حسن خدوخال پیمبرؐ ہے وہ شراب
جو مدعائے قنبر و بوذر ہے وہ شراب
جس کا سرور فکرِ بشر کا غرور ہے
جس کے نشے کی موج سرِ کوہِ طور ہے

وہ مے کہ جس سے دل کو شعورِ بشر ملے
جس کے بس ایک گھونٹ سے جنت میں گھر ملے
جس کے نشے میں شہرِ نبوت کا دَر ملے
جس کے سبب دِلوں کا دُعا کو اثر ملے
اک رند کائنات میں بیباک ہو گیا
بہلول پی کے صاحبِ ادراک ہو گیا

وہ مے پلا کہ ٹوٹ کے جس پر ملک پڑیں
جس کے نشے کے رنگ اڑیں، عرش تک پڑیں
رندوں پہ اولیاء کے زمانے کو شک پڑیں
آئے منافقوں میں تو ساغر چھلک پڑیں
کنکر پہ جس کی چھینٹ بھی پڑ جائے دُر کرے
وہ مے جو عاصیوں کو بھی اک پل میں حر کرے

جس کا سرور ضامنِ جنت ہے وہ شراب
جو واقفِ مزاجِ شریعت ہے وہ شراب
جو رمز "کل کفا" کی حقیقت ہے وہ شراب
جس کا خمار اجرِ رسالت ہے وہ شراب
ایسی پلا کہ سارا جہاں ڈولنے لگے
نوکِ سناں پہ جس کا نشہ بولنے لگے

جس کی نظیر مل نہ سکے شش جہات میں
تیرے سوا کہیں نہ ملے کائنات میں
بھر دے ابد کا رنگ بشر کی حیات میں
وہ مے جو آفتاب اگلتی ہے رات میں
وہ مے جو ہے غلاف حرم میں چھنی ہوئی
جو عرش پر ہے دست خدا سے بنی ہوئی

رندوں کو آج ضد ہے، تری دلبری کھلے
رازِ جنون و غایتِ شعلہ سری کھلے
یہ کیا کہ مے کدے کا فسوں سرسری کھلے
اک در نہ کھول، آج تو بارہ دری کھلے
تلچھٹ نہ دے کہ رند یہ خلد و عدن کے ہیں
ادنیٰ سے ہیں غلام مگر پنجتنؑ کے ہیں

Scanned with CamScanner

میں چاہتا ہوں آج نیا اہتمام ہو
یٰسین کی شراب ہو طٰہٰ کا جام ہو
پھوٹے سحر دلوں میں تو آنکھوں میں شام ہو
ہر رند کے لبوں پہ خدا کا کلام ہو
ہر دل سے آج بغض کا کانٹا نکال دے
بخ بخ کرے کوئی تو جہنم میں ڈال دے

ساغر میں ہل اتیٰ کی کرن گھول کر پلا
سر پر لوائے حمد خدا کھول کر پلا
چپ چپ سا کیوں ہے آج تو ہنس بول کر پلا
رندوں کا ظرف پوری طرح تول کر پلا
ساغر میں آج اتنی مقدس شراب ہو
پی لیں گناہگار تو حج کا ثواب ہو

ساغر اٹھا کہ چھائی گھٹا جھوم جھوم کر
آئی ہوا نجف کے دریچوں کو چوم کر
ساقی حریمِ دل میں منور نجوم کر
رندوں کو واقفِ درِ بابِ علوم کر
ہم کو پلا وہی جو ولا کی شراب ہو
کم ظرف بادہ خوار کا خانہ خراب ہو

کھول ایسا مے کدہ جو حرم سے بھی کم نہ ہو
جس کی حدوں پہ بندشِ لوح و قلم نہ ہو
جس میں منافقت کا فسوں محترم نہ ہو
ساغر تراب کا ہو کوئی جامِ جم نہ ہو
ہمراہ تو رہے تو کوئی رنج و غم نہیں
ورنہ ترے فقیر سکندر سے کم نہیں

ساقی تو مل گیا تو غمِ جاں کی رت ٹلی
غنچے نکھر گئے ہیں کھلی ہے کلی کلی
مہکی ہوئی ہے شہر تصور کی ہر گلی
وہ دیکھ سج رہا ہے زچہ خانۂ علی
مصروفِ اہتمام ذبیح و خلیل ہیں
جاروب کش کے روپ میں وہ جبرئیل ہیں

حوروں کے گیسوؤں سے مصلے بنے ہوئے
پھر ان پہ کہکشاں کے ستارے چنے ہوئے
موجِ درود میں وہ ملک سر دھنے ہوئے
پہلے نہیں یہ گیت کسی کے سنے ہوئے
رتبہ ملا وہ محفلِ سدرہ جبین کو
جھک جھک کے آسمان نے دیکھا زمین کو

Scanned with CamScanner

آدم بچھا رہا ہے دعاؤں کی چاندنی
ایوب اپنے صبر سے کرتا ہے روشنی
ہے آبدار نوح سا انسان کا نجی
آیا ہے خضر ساتھ لیے خمسِ زندگی
یعقوب بھی ہے آنکھ کی مستی لیے ہوئے
یوسف ہے ساتھ مشعلِ ہستی لیے ہوئے

ہر سو ردائے ابر کرم ہے تنی ہوئی
ذروں کی آفتابِ فلک سے ٹھنی ہوئی
شبنم برس رہی ہے شفق میں چھنی ہوئی
مکہ کی سر زمیں ہے معلّیٰ بنی ہوئی
آئی ہے کون دیکھنے اس اہتمام کو
جھکنے لگی ہیں مریم و حوا سلام کو

آئے ہیں بہر دید سوا لاکھ انبیاء
اول ابو البشر ہیں تو آخر ہیں مصطفیٰ
اک سمت انبیاء ہیں تو اک سمت اولیاء
دونوں کے درمیان ہے عمرانؑ کا قافلہ
بلقیس اک طرف ہو سلیماں خیال کر
بنتِ اسد چلی ہے ردا کو سنبھال کر

وہ انبیاء کا قافلہ اک دم ٹھہر گیا
ہر سو ہے شورِ سلمہا' وردِ مرحبا
سب سے الگ کھڑے ہیں وہ سردارِ انبیاء
بنتِ اسد چلی ہے سوئے خانۂ خدا
ساعت یہی ہے شاہدِ حق کے شہود کی
ذروں سے آ رہی ہے صدائیں درود کی

بنتِ اسد چلی یہ صدائیں لیے ہوئے
ہونٹوں پہ باوقار دعائیں لیے ہوئے
آنکھوں میں اوجِ حق کی رضائیں لیے ہوئے
قدموں میں انبیاء کی ادائیں لیے ہوئے
چہرے پہ عکسِ موجِ ادب کا سرور ہے
پہلو میں ان کی پہلی امامت کا نور ہے

لیکن درِ حرم تو مقفل ہے اس گھڑی
بنتِ اسد یہ دیکھ کے واپس پلٹ پڑی
نازل ہوئی فلک سے وہ الہام کی لڑی
آئی صدا "نہ جا گلِ عصمت کی پنکھڑی"
دیوار در بنے کہ زمانے میں دھوم ہو
ظاہر کمالِ مادرِ بابِ علوم ہو

Scanned with CamScanner

ساقی نہ چھیڑ ہے یہی آغازِ امتحاں
دھڑکن زمیں کی چپ ہے تو ساکت ہے آسماں
خاموش اے قیامتِ ہنگامۂ جہاں
کعبے میں جا رہی ہے وہ اک بت شکن کی ماں
قرآنِ بندگی کی تلاوت کا وقت ہے
جاگو طلوعِ شمسِ امامت کا وقت ہے

جاگ اے ضمیر جاگ کہ جاگے ہیں تیرے بھاگ
تارِ نفس کو چھیڑ کے چھیڑا ہوا نے راگ
خوش ہو گئی زمیں کہ اسے مل گیا سہاگ
ساقی شراب لا کہ بجھے تشنگی کی آگ
ظلماتِ دو جہاں کی ردا چاک ہو گئی
نازل ہوئے علی تو فضا پاک ہو گئی

بنتِ اسد کی گود سے ابھرا اک آفتاب
ہاں اے تراب تجھ کو مبارک ہو بوتراب
کوثر، چھلک ذرا، ترا ساقی ہے لاجواب
بطحا کی سرزمین، سلامت یہ انقلاب
عمران جھومتے ہیں کہ زہرہ جبیں تو ہے
اب خوش ہیں مصطفیٰ کہ کوئی جانشیں تو ہے

آدم ہے خوش کہ اس کی دعا کو اثر ملا
عیسیٰ ہے رقص میں کہ کوئی چارہ گر ملا
ایوب کو بھی صبر کا شیریں ثمر ملا
یوسف کو اپنے حسن کا پیغام برملا
مسرور ہے فضا، کوئی محشر بپا نہ ہو
سہمے ہوئے ہیں بت کہ حقیقی خدا نہ ہو

ترتیبِ خال و خد سے نمایاں ہے برتری
پیکر کے بانکپن پہ نچھاور دلاوری
چہرے پہ وہ سکون کہ نازاں پیمبری
آنکھوں میں وہ غرور کہ حیراں ہے داوری
آئی ہے ایک بات ہی اب تک قیاس میں
خوشبو ہے داوری کی بشر کے لباس میں

ساقی شراب لا کہ طبیعت مچل گئی
لغزش مرے شعور کی مستی میں ڈھل گئی
نبضِ قلم بہکنے لگی تھی سنبھل گئی
رنگینیوں کو دیکھ کے نیت بدل گئی
تجھ پر رموزِ رونقِ ہستی عیاں کروں
کچھ پی کے مدحتِ شہِ دوراں بیاں کروں

Scanned with CamScanner

مولا علیؑ شعورِ بشر، فکر ارجمند
ڈالی ہے جس کی سوچ نے افلاک پر کمند
وہ جس کا مرتبہ نبی آدم سے ہے بلند
چھڑکا ہے جس نے موت کے چہرے پہ زہر خند
جو نقطۂ عروج فروع و اصول تھا
بستر پہ سو گیا تو مکمل رسول تھا

ایسا کریم جس کے کرم کی نہ حد ملے
ایسا علیم علم کو جس سے مدد ملے
ایسا عظیم جس کی ادا میں احد ملے
ایسا سلیم جس میں شعورِ صمد ملے
دنیا و دیں میں جس کو وہ نام و نسب ملا
خالق کی بارگاہ سے حیدر لقب ملا

کشور کشائے فکر، شجاعت کا بانکپن
صابر، سخی، کریم، رضا جو، وہ بت شکن
نانِ جویں کا ناز، قناعت کی انجمن
دل کا سرور، جرات و احساس کی پھبن
جس کا وجود قدرتِ حق کی دلیل تھا
جس کا شعور بوسہ گہِ جبرئیل تھا

خیبر کشا، یقین کا پیکر وہ بوتراب
تاریخ کی جبیں وہ فتح مبیں کا باب
سرچشمۂ نجات بشر جس کا اضطراب
جس کے وجود سے ہے رخِ دیں کی آب و تاب
جس کا کرم جہاں کے لیے عام ہو گیا
خطروں کو اوڑھ کر جو سرِ شام سو گیا

وہ جس کے فرقِ ناز پہ کج تھا بقا کا تاج
وہ بوتراب، شمس و قمر سے جو لے خراج
وہ خلق، اقتدار و سخاوت کا امتزاج
جس نے زمیں پہ رہ کے فلک پر کیا تھا راج
سلطانیِ بہشت بریں کی نوید لی
اک ضرب سے جہاں کی عبادت خرید لی

وہ دیں کی سلطنت میں شرافت کا تاجدار
وہ مظہرِ جلالِ خداوندِ روزگار
وہ بوریا نشیں وہ شہِ کہکشاں سوار
وہ بندۂ خدا وہ خدائی کا افتخار
جس کے قلم کی نوک بلاغت کی راہ تھی
جس کے علم کی چھاؤں رسالت پناہ تھی

Scanned with CamScanner

جس نے ہوا کی زد پہ منور کیے چراغ
جس کے یقیں نے توڑ دیے جہل کے ایاغ
جس نے بہم کیے تھے رموزِ دل و دماغ
وہ پھول جس سے طبعِ رسالت تھی باغ باغ
جس کے لہو سے چہرۂ ہستی نکھر گیا
وہ نقش جو دلوں کی تہوں میں اتر گیا

علیؑ کی شادی

فضا معطر، خلا منور، سما ہے مصروفِ کجکلاہی
زمیں کے آنچل کی ہر شکن میں سمٹ رہی ہے جہاں پناہی
حجر شجر مست و محوِ نغمہ، بشر بشر وقفِ خوش نگاہی
گھٹا ہے مشغولِ عکس بندی کہ رقص کرتے ہیں مرغ و ماہی
مزاجِ گلبانگِ عقل چونکے، درود کی جلترنگ جاگے
ہوا رگِ جاں کو چھیڑتی ہے، علیؑ ولی کا ملنگ جاگے
وہ پھول مہکے، وہ رنگ دہکے، طیور چہکے تو مست بہکے
کلی جو چٹکی، ہوا کو کھٹکی، چمن سے اٹکی کہ شاخ مہکے
حیات لپکی، پلک نہ جھپکی، ہزار جلووں کے پاس رہ کے
گھٹا سے چھن کر، فضا میں تن کر، وہ چاند نکلا یہ بات کہہ کے
مجھے نہ روکو کہ بن سنور کر ہزار محشر جگا رہا ہوں
ہے جس کی الفت کا داغ دل میں اسی کی شادی میں جا رہا ہوں

Scanned with CamScanner

وجود ان کا مرا تعارف، یہ میری پہچان ہیں جہاں میں
انہی کے دم سے یہ روشنی ہے یہ صورت جان ہیں جہاں میں
انہیں بنا کے میں سرخرو ہوں، یہ میرا عرفان ہیں جہاں میں
دلیلِ ایمان پوچھتے ہو، یہی تو ایمان ہیں جہاں میں

انہی کی خِلقت سے ہے یہ خلقت نہ جاگتے یہ، جہان سوتا
انہی کی خاطر بنائی دنیا، جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا

انہی کی چشمِ کرم سے بگڑے ہوئے مقدر سنبھل گئے ہیں
کبھی میں ان سے بہل گیا ہوں کبھی یہ مجھ سے بہل گئے ہیں
مری رضا کے عظیم تاجر مرے ارادے بدل گئے ہیں
فلک پہ اک تھے زمیں پہ آ کر یہ پانچ بحروں میں ڈھل گئے ہیں

انہی میں دو بحر مل رہے ہیں تمام عالم ہے شاد میرا
کہ ان میں اک لختِ مصطفیٰ ہے تو دوسرا خانہ زاد میرا

زمینِ بطحا مثالِ جنت عروسِ عالم بنی ہوئی ہے
اصولِ دیں کے ستون ہیں محکم، حیا کی چادر تنی ہوئی ہے
ہر ایک ذرّے کی آسمانوں سے آج کی شب ٹھنی ہوئی ہے
کرن کرن اک حریرِ عصمت کے آنچلوں میں چھنی ہوئی ہے

لدی ہوئی ہے حنا کی کلیوں سے آج طوبیٰ کی ڈالی ڈالی
علیؑ کی خاطر نبیؐ کے در پر ہے آج توحید خود سوالی

ادھر فلک پر حریمِ وحدت میں نور کا سائباں سجا ہے
سبھی فرشتے طلب ہوئے ہیں ہر ایک نوری جھکا کھڑا ہے
ادھر سے شمس و نجوم و سیارگاں کا بھی قافلہ چلا ہے
سنو سنو کون نوریوں کو خدا کا پیغام دے رہا ہے

وہ کون خوش بخت ہے کہ اس دم ہماری رحمت کو آزمائے
علیؑ کی شادی کا نامہ بر بن کے جو درِ مصطفیٰ پہ جائے

یہ حکم سن کر بڑھے فرشتے کہ اپنی قسمت کو آزمائیں
سروں پہ دستارِ زہد رکھی، درست ہونے لگیں قبائیں
حضورِ وحدت تھرک رہی ہیں گلے میں سہمی ہوئی صدائیں
ادھر سے جبریلؑ اس طرف شمس لے کے آئے کئی دعائیں

تو کون، جبریلؑ اک طرف ہو نئے پیامی کو بھیجنا ہے
جنابِ سورج ہوں، اک طرف ہو، تجھے سلامی کو بھیجنا ہے

صدا یہ آئی کہاں ہے زہرہ، کہ آج زہراؑ کے در پہ جائے
ہمارا پیغام انتہائی ادب سے جا کے انہیں سنائے
نہ دستکیں دے نہ آہٹیں ہوں، نہ بے ادب ہو نہ مسکرائے
بس اس طرح جائے جیسے مومن خود اپنے خالق کے در پہ آئے

نبیؐ کی چوکھٹ پہ بوسہ دے کر کہے کہ اب یہ اصول ہوگا
جو سر سے پاؤں تلک خدا جیسا ہو وہ زوجِ بتول ہوگا

Scanned with CamScanner

فلک سے زہرہ اتر رہا ہے کہ جیسے الہام دل میں آئے
کہ جیسے اک بے ریا نمازی بڑی عقیدت سے حج کو جائے
بدن پہ اوڑھے قبائے عصمت لبوں پہ صل علیٰ سجائے
وہ جا رہا ہے کہ جیسے قاری غلافِ قرآں پہ سر جھکائے
نشہ مودت کی مے کا زہرہ کے دل میں شاید سما گیا ہے
وہ جا رہا ہے وہ آ رہا ہے درود پڑھ لو وہ آ گیا ہے

یہ انبیاء ہیں یہ اولیا ہیں علیؑ ولی کی براتِ دیکھو
خضر چھڑکتا ہے ہر برائی کے رخ پہ آبِ حیات دیکھو
نشے کے عالم میں جھومتی ہے شعور کی کائنات دیکھو
یہ بزم دیکھو یہ لوگ دیکھو یہ رنگ دیکھو یہ رات دیکھو
کئی بہاریں گزر گئی ہیں کھلا نہ ایسا چمن جہاں میں
کہاں خدائی میں ایسا نوشہ کہاں ہے ایسی دلہن جہاں میں

لو ہو چکا عقد مرتضیٰ کا کہو کہ صلے علیٰ مبارک
علیؑ ولی کو نبیؐ کے گھر میں ملا ہے جو مرتبہ مبارک
تمام نبیوں کو آج کی شب ملا ہے مشکل کشا مبارک
امام اپنا ہمیں سلامت نصیریوں کو خدا مبارک
خدا کا دیں بارور ہوا ہے چمن امامت کا کھل اٹھا ہے
جنابِ عمران کو نبوت کی پرورش کا صلہ ملا ہے

سہرا

یہ اولیاء کا غرور سہرا یہ انبیاء کا وقار سہرا
تمام قرآں کی روح سہرا تمام دیں کا نکھار سہرا
تمام پھولوں تمام کلیوں کی بزم کا افتخار سہرا
مزاجِ آدم کی وادیوں میں خلوص کی آبشار سہرا
تمام سہروں کی انجمن میں ہے اس لیے تاجدار سہرا
یقیں ہے حوروں نے خود پرویا ہے خلد میں بار بار سہرا
جو خوش ہوئے ہیں کلی کلی ان کو دے رہی ہے دعائیں اب تک
کہ اس کے تاروں سے پھوٹتی ہیں علیؑ ولی کی ادائیں اب تک

Scanned with CamScanner

علیؑ

آباد دما دم آدم کی شہ رگ میں علیؑ تن تن میں علی
لفظوں میں علیؑ نبضوں میں علیؑ سانسوں میں علیؑ دھڑکن میں علی
اشکوں میں علیؑ آہوں میں علیؑ پلکوں میں علیؑ اکھین میں علی
دریا میں علیؑ موجوں میں علیؑ بادل میں علیؑ ساون میں علی
سرمست پون رم جھم میں علیؑ بجلی میں علیؑ خرمن میں علی
جھرنوں کی جھپکتی آنکھوں میں، تاروں سے بھرے آنگن میں علی
شہروں کی چہکتی شورش میں، چپ چاپ دھڑکتے بن میں علی
احساس کی ہریالی میں علیؑ ایماں کے ہرے گلشن میں علی
پاتال کی تہہ میں تخت نشیں، افلاک بکف بھگون میں علی
یٰسین کی نون گواہی دے، طٰہٰ کے سجل درشن میں علی
واللیل کی قدر کا صدر سمجھ، والعصر کے کل کندن میں علی
کوثر کے حسن کا سرچشمہ طوبیٰ کے جل جوبن میں علی

قرطاس و قلم کا رکھوالا، تقدیر کے ہر بندھن میں علی
لوحِ محفوظ میں وجہ اللہ، توحید نما درپن میں علی
افلاک تلک مسند آرا، بے مسکن کے مسکن میں علی
کعبے میں علیؑ قبلے میں علیؑ مولد میں علیؑ مدفن میں علی
معصوم گواہی عیسیٰ کی، موسیٰ کے سخنور فن میں علی
یوسفؑ یعقوب کا دردنگر، ایوب کے شبھ شیون میں علی
اسرارِ شب اسریٰ کی قسم آیات کے اجلے پن میں علی
نوروز کی ضو میں جلوہ نما اور چودھویں رات کے چن میں علی
فولاد صفت کا آیا ہے، اسلام کی ہر الجھن میں علی
خیبر میں علیؑ خندق میں علی اور بدر و احد کے رن میں علی
معراج کی رات کی بات کرو، ہر بات کی ہر الجھن میں علی
قاب قوسین کے نرم حسیں ریشم سے بنی چلمن میں علی
ہر مولائی کا ان داتا، ہر خاک نشیں کے من میں علی
پورب میں علیؑ پچھم میں علیؑ اتر میں علی دکھن میں علی
قرآن اٹھا کر کہتا ہوں، بسم اللہ کے دامن میں علی
حیدر سے عداوت مت رکھنا، ہر گام پہ ٹھوکر کھاؤ گے
پچھتاؤ گے، گھبراؤ گے، بردوشِ ہوا جل جاؤ گے

Scanned with CamScanner

علی علی کیا کرو

نظر بھی مست مست ہے' فضا بھی رنگ رنگ ہے
دھلے دھلے ہیں ولولے' نئی نئی امنگ ہے
ہوا کی موج موج میں' درود کی ترنگ ہے
جنوں کی رت کی راگنی سر رباب و چنگ ہے
مئے ولا کی چھاپ سے نشے میں اَنگ اَنگ ہے
ہر ایک بادہ خوار کا لباس شوخ و شنگ ہے
نہ خواہشِ نمود ہے نہ فکر نام و ننگ ہے
ادھر جناب شیخ کی نظر ذرا سی تنگ ہے
ادھر غرور فقر میں مگن کوئی ملنگ ہے
جو کہہ رہا ہے دوستو سدا مگن رہا کرو
میں بے نیاز دہر ہوں مری طرح جیا کرو
جو دل کہے کیا کرو' کسی کی مت سنا کرو
علی علی کیا کرو علی علی کیا کرو

پلا پلا مئے ولا کہ ہم بھی میکسار ہیں
تری قسم ہے ساقیا' ازل سے بے قرار ہیں
نہ پوچھ کب سے تشنہ لب ہیں محوِ انتظار ہیں
یہ پیاس تجھ پہ قرض ہے یہ حوصلے ادھار ہیں
بہت غرور بھی نہ کر کہ میکدے ہزار ہیں
مگر جو باب علم ہے' ہم اس کے بادہ خوار ہیں
وہ میکدہ عجیب ہے' عجیب برگ و بار ہیں
وہیں تمام انبیا قطار در قطار ہیں
ہیں اس کے در' چہار دہ مگر اصول چار ہیں
پیو تو پانچ وقت بارہ جام ہی پیا کرو
یہاں سے مئے پیو تو اس کا اجر بھی دیا کرو
ولا کی مئے تو فرض ہے' یہ فرض یوں ادا کرو
علی علی کیا کرو' علی علی کیا کرو

وہ دیکھ' جھومتی گھٹا کو چومتی جوانیاں
فضا میں سات رنگ کی وہ ٹوٹتی کمانیاں
ابھر رہی ہیں دجلہ و فرات کی کہانیاں
طبیعتوں میں آ گئی ہیں کوثری روانیاں
کہاں یہ وقت ہے سہوں کسی کی حکمرانیاں

Scanned with CamScanner

پلا پلا کہ میں کروں تری قصیدہ خوانیاں
تمام کائنات پر ہیں تیری مہربانیاں
فضا، گھٹا، ہوا، نشہ سبھی تری نشانیاں
نقاب رخ اٹھا ذرا، "وے مہربان جانیاں"
نقاب رخ سرک چلا ہے مے کشو دعا کرو
گل مراد کھل رہا ہے منتیں ادا کرو
وہ میکدے کا در کھلا ہے اب یہی صدا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

پیو کہ مے کشو یہی ولایتی شراب ہے
شراب کیا ہے، انبیاء کی آبرو کا خواب ہے
یہ میکدے کا نور ہے، یہ طور کا شباب ہے
اسی کا کیف دوستو، خلاصہء کتاب ہے
یہ راس ہو تو پھر رضائے حق بھی ہمرکاب ہے
نہ راس ہو تو زندگی عذاب ہی عذاب ہے
یہ فرش پر بنی ہوئی بست بو تراب ہے
مگر فرازِ عرش پر خدا کا انتخاب ہے
اسی کے فیض سے ہر ایک دوست کامیاب ہے
مگر اسی کے غیض سے عدو کا دل کباب ہے

اسی شراب سے تو دل کو تازگی عطا کرو
یہی شراب پی کے روح کو جلا دیا کرو
بقدر ظرف دوستو یہ مئے بھی پی لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

پیو، غدیر خم کی سمت لے چلیں تمہیں ذرا
وہ آ رہا ہے پھر پلٹ کے حاجیوں کا قافلہ
وہ قافلہ کہ جس کے رہنما ہیں ختم انبیا
یہ دوپہر کی دھوپ یہ اجاڑ دشت کی فضا
یہ آسماں زمیں کی سمت آگ پھینکتا ہوا
وہ پیاس ہے کہ حلق میں اٹک رہی ہے ہر صدا
یہ کیوں ہوائیں تھم گئی ہیں، دفعتہ یہ کیا ہوا
فضا خموش ہو گئی کہ دشت بولے لگا
یہ کون سامنے ہوا، ٹھہر گئے ہیں مصطفیٰ
سنو اداس مے کشو ذرا تو حوصلہ کرو
نہ اس قدر خموشیوں میں بولتے رہا کرو
کسی کی بات بھی کبھی کبھی تو سن لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

Scanned with CamScanner

ارے یہ جبرئیل ہے، مگر یہ کیوں بدل گیا؟
نہ اب وہ احترام ہے نہ ہے ادب کا سلسلہ
نہ اب خطاب ایھا المزمل نہ انّما
نظر میں اک جلال ہے، جبیں پہ بل پڑا ہوا
نبی کو کر رہا ہے آزمائشوں میں مبتلا
وہ کہہ رہا ہے اے رسولؐ سن پیامِ کبریا
یہ حاجیوں کا قافلہ یہیں کہیں بٹھا ذرا
سنا تھا عرش پر جو ہم سے آج وہ انہیں سنا
ہمارے حرف حرف کو عمل کا آئینہ دکھا
اگر یہ کام رہ گیا، نہ تو نبی نہ میں خدا
سنا ہے تم نے مے کشو بہت نہ غل بپا کرو
ذرا نشے کے رنگ کو مزاج سے جدا کرو
دل و دماغ و ذہن کے تمام در بھی وا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

فضا پہ اک سکوت ہے، نظر نظر خموش ہے
ہوا پہ مہر لگ گئی، شجر شجر خموش ہے
ادھر فلک بھی رک گئے، زمیں ادھر خموش ہے
وہ نبض شام تھم گئی، لبِ سحر خموش ہے

بجھے ہوئے ہیں بحر و بر کہ خشک و تر خموش ہے
دمک رہی تھی جو ابھی وہ رہگذر خموش ہے
پیمبری ہے دم بخود کہ نامہ بر خموش ہے
فلک تو خیر اک طرف، بشر بشر خموش ہے
نبی کا دل دھڑک اٹھا، خدا کا گھر خموش ہے
وہ لب کشا ہوئے نبی کہ دوستو دعا کرو
جو وہ کہے وہ میں کہوں گا اور تم سنا کرو
خدا کا حکم ہے مجھے کہ تم ہی ابتدا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

یہی علی جو دلبری کے شہر کا مکین ہے
یہ ہے فلک کا سر پرست، والدِ زمین ہے
رموزِ کن کی سب امانتوں کا اک امین ہے
یہ مہر و ماہتاب کے نگر کا مہ جبین ہے
یہ راز دار و آشنائے رمزِ ماءَ طین ہے
خدا کا نور جس کا حسن ہے یہ وہ حسین ہے
یہ میرا ہم نفس بھی ہے یہ میرا ہم نشین ہے
زمین و آسماں کی خلق میں یہ بہترین ہے
سنو سنو کہ آج سے یہ میرا جانشین ہے

Scanned with CamScanner

یہ حکم ہے کہ آج سے اسی کی اقتدا کرو
جو مشکلیں پڑیں تو اس کے در سے التجا کرو
سنو سنو کہ ہر جگہ یہی سبق دیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

فلک سنیں ملک سنیں، زمیں کا ہر بشر سنے
فضائے خشک و تر سنے، ہوائے بحر و بر سنے
ہر ایک قصر، جھونپڑی ہر ایک بام و در سنے
چرند بھی، پرند بھی، حجر سنے شجر سنے
اجاڑ جنگلوں میں ہر طرح کا جانور سنے
سمندروں کی تہہ میں سیپیاں سنیں گہر سنے
تمام انبیا، ولی، وصی، قطب، نظر سنے
ہر ایک ماں سنے اسے، پدر سنے پسر سنے
نبی کے ہاتھ میں علی کا ہاتھ دیکھ کر سنے
اسی علی کو آج سے مرا وصی کہا کرو
یہ ہے وسیلۂ خدا اگر خدا خدا کرو
مری بجائے اس سے عمر بھر مدد لیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

علی وقارِ انبیاء، علی دلِ پیمبری
علی پہ آ کے ختم ہے یہ جلوۂ سخنوری
علی ولی نہیں فقط کرے ہے اولیا گری
علی کے دم سے سرخرو ہے قنبری کہ بوذری
علی نے کم سنی میں بھی دکھائی ہے وہ صفدری
کہ ختم ہو کے رہ گئی جہاں میں رسم اژدری
علی کے آگے ہیچ ہیں نبی کے اور لشکری
کہاں احد سے بھاگنا کہاں جلال حیدری
جناب شیخ آپ نے بھی منصفی عجب کری
علی کے دشمنوں کا زور دیکھ تو لیا کرو
کبھی کبھی تو عدل پر بھی فیصلہ دیا کرو
جناب شیخ بغض مرتضیٰ میں مت جیا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

علی ہے کون تم غدیر خم پہ آ کے دیکھ لو
علی کو مشکلوں کے وقت آزما کے دیکھ لو
اسی میں رنگ ڈھنگ ہیں کل انبیاء کے دیکھ لو
یہ کون در گرا رہا ہے مسکرا کے دیکھ لو
کہاں پہ ختم سلسلے ہیں صوفیا کے دیکھ لو

Scanned with CamScanner

ہیں کون رازداں جہاں میں کبریا کے دیکھ لو
علی کو تم مقامِ حق سے بھی گرا کے دیکھ لو
اسی میں ہی ملیں گے حوصلے خدا کے دیکھ لو
بروزِ حشر خم جبینِ مرتضٰی کے دیکھ لو
علی کے دشمنو حسد کی آگ میں جلا کرو
سنے گا کون حشر میں، ہزار التجا کرو
کہا نہ تھا یہ ہم نے اس مرض کی کچھ دوا کرو
علی علی کیا کرو، علی علی کیا کرو

سودا

اس نے کہا کہ مجھ کو یہ "سونا" پسند ہے
اس نے کہا یہ جنس ہی اتنی بلند ہے!
اس نے کہا کہ منصب بازار کون ہے؟
اس نے کہا کہ آج خریدار کون ہے؟
اس نے کہا کہ نام بتانا ضرور ہے؟
اس نے کہا کہ جنس پہ مجھ کو غرور ہے؟
اس نے کہا کہ چھوڑ بھی اب جانتا تو ہے
اس نے کہا کہ تو مجھے پہچانتا تو ہے
اس نے کہا کہ نام کی اب ضد نہ کیجیے
اس نے کہا کہ اور دکاں دیکھ لیجیے
اس نے کہا کہ دیکھ فضا کتنی نیک ہے
اس نے کہا یہ جنس کروڑوں میں ایک ہے

Scanned with CamScanner

اس نے کہا کہ نام پہ اڑنے سے فائدہ
اس نے کہا کہ مفت بگڑنے سے فائدہ
اس نے کہا کہ کیسے تیرے دل میں گھر کریں
اس نے کہا کہ بات ذرا مختصر کریں
اس نے کہا کہ سن وہ احد ہے عدد نہیں
اس نے کہا کہ جنس کے بھی خال وخد نہیں
خوش ہو کہ ذات ہے حق بنی مشتری تری
پہلے بھی اس پہ قرض ہے انگشتری مری
اس نے کہا کہ وہ تو سخاوت کی بات تھی
اس نے کہا حضور مروت کی بات تھی
اس نے کہا کہ وہ تھا اولی الامر کا مقام
اس نے کہا کہ ہم نے بڑھایا تھا تیرا نام
اس نے کہا کہ آج یہ سونا ہے کس طرح
اس نے کہا کہ دیکھ مناسب ہو جس طرح
اس نے کہا کہ جنس کی قیمت سنا مجھے
اس نے کہا کہ اپنا ارادہ بتا مجھے
اس نے کہا میں بھاؤ چکاتا نہیں کبھی

اس نے کہا میں نرخ بتاتا نہیں کبھی
اس نے کہا کہ صاحبِ معیار بن کے آ
اس نے کہا کہ تو بھی خریدار بن کے آ
اس نے کہا کہ جنس پہ چادر ہے کس لیے؟
اس نے کہا کسی کی نظر ہی نہ لگ سکے
اس نے کہا کہ جنس ذرا وقف دید کر
اس نے کہا کہ اس کو پرکھنا خرید کر
اس نے کہا کہ کچھ تو مرے دل کا کر خیال
اس نے کہا کہ ہاتھ ادھر لا ادھر سنبھال
اس نے کہا کہ کوئی عدو کاروبار میں
اس نے کہا کہ رو رہا ہوگا وہ غار میں
اس نے کہا کہ جنس کے بارے میں کیا کریں؟
اس نے کہا کہ آپ ہی کچھ فیصلہ کریں
اس نے کہا کہ آج سے ارض و سما ترے
اس نے کہا کہ وہ تو نہیں نقش پا مرے
اس نے کہا کہ شمس و قمر بھی ترے غلام
اس نے کہا کہ یہ مری انگشت کا ہے کام

Scanned with CamScanner

اس نے کہا قضا و قدر بھی ہے تیرے نام
اس نے کہا کہ ان سے تو کھیلے مرے غلام
اس نے کہا خدائی کے سجدے ترے نثار
اس نے کہا کہ وہ مری اک ضرب کا غبار
اس نے کہا کہ لوح و قلم بھی ترے سپرد
اس نے کہا کچھ اور بڑھا میری دستبرد
اس نے کہا کہ وارثِ لیل و نہار تو
اس نے کہا کچھ اور بڑھا میری آبرو
اس نے کہا سزا و جزا تجھ پہ منحصر
اس نے کہا کہ مشتری مطلب کی بات کر
اس نے کہا کہ خلد بھی تیری کنیز ہے
اس نے کہا کہ وہ مرے بچوں کی چیز ہے
اس نے کہا کہ ساقیِ کوثر بھی تو ہے اب
اس نے کہا میرے مراتب بڑھیں گے کب؟
اس نے کہا کہ فاتحِ خیبر ترا لقب
اس نے کہا کہ بات تو بننے لگی ہے اب

اس نے کہا کہ میرے فرشتے تیرے غلام
اس نے کہا کروں گا تری بندگی مدام
اس نے کہا کہ بدر و احد بھی تجھے نصیب
اس نے کہا کہ اس سے جلیں گے مرے رقیب
اس نے کہا کچھ اور بھی کرنا ہے اب وصول
اس نے کہا کہ جو تری مرضی ہو سب قبول
اس نے کہا پھر آج سے میری رضا ہے تو
میں تیرا مدعا ہوں مرا مدعا ہے تو
اس نے کہا کہ بس میری سرکار شکریہ
اس نے کہا نہیں ترا سو بار شکریہ
تھا مشتری بھی خوش، مرا تاجر بھی سو گیا
"سونا" علی کے صدقے میں انمول ہو گیا

Scanned with CamScanner

ورودِ بوتراب

دھڑک رہی ہے زندگی؛ دلوں میں اضطراب ہے
خلا بھی ہے سجا سجا؛ فضا بھی لاجواب ہے
زباں زباں پہ موجزن ترانۂ شباب ہے
حرم کی سر زمین پر عجیب انقلاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو؛ ورودِ بوتراب ہے

بکھر رہے ہیں دائرے جمالِ ذوالجلال کے
جلے تو جل کے بجھ گئے عدو نبی کی آل کے
ملنگ کہہ رہے پھر دھمال ڈال ڈال کے
مٹی مٹی ہیں ظلمتیں؛ طلوعِ آفتاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراب ہے

رکی ہوئی ہیں نبضِ بحر و بر کی سب روانیاں
زباں زباں پہ انما کی دلنشیں کہانیاں
ہر ایک سو رواں دواں خدا کی مہربانیاں
ہر ایک رخ ہے آئینہ غضب کی آب و تاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراب ہے

یہاں وہاں ادھر ادھر جلی جلی کی دھوم ہے
چمن چمن؛ کلی کلی؛ ولی ولی کی دھوم ہے
نگر نگر گلی گلی؛ علیؑ علیؑ کی دھوم ہے
یہی صدائے دلنشیں ہمارا انتخاب ہے
خدا کے گھر میں دوستو ورودِ بوتراب ہے

Scanned with CamScanner

خیبر

سلطانِ عرب، معراج نسب اے ناصرِ ارض و سما مدد ے
اے مرکزِ عالم علم و یقیں اے محورِ صبر و رضا مدد ے
اے رہبر کامل منزلِ حق، اے پیکرِ صدق و صفا مدد ے
اے حلم کا گھر اے علم کا در حیدر صفدر ایلیا مددے
تو نخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علیؑ تو ہے شیرِ خدا مدد ے

میرا دل میرن مرے دیں کا چمن مرا شعلہ بدن ذرا سامنے آ
مرا شوخ سخن میری لے مرا فن مرا تن من دھن ذرا سامنے آ
مرا روپ گگن، مرا ڈھول بجن، مری جاں مرا چن ذرا سامنے آ
ذرا سامنے آ مرا روپ بڑھا، میری سج دھج شانِ سخا مدد ے
تو نخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیرِ خدا مدد ے

تو کہاں ہے بتا مرے ابن ابیؑ تجھے ڈھونڈ رہا ہے خدا کا نبیؐ
تری خوش لقبی پہ یہ لوگ ہنسیں، میری حق طلبی کی ہے بے ادبی
کوئی مونس جاں نہیں تیرے سوا، مکی، مدنی، عجمی، عربی
یہاں تیرگیِ باطل ہے بہت، اے روشنیِ بطحا مدد ے
تو نخی تو اخی، تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیرِ خدا مددے

پھر کھینچ طنابیں دھرتی کی، پھر آج نئے انداز سے آ
کونین کی نبضیں تھم جائیں، اس طور سے آ اس ناز سے آ
خیبر سے مدینہ دور سہی، طاقت سے نہیں اعجاز سے آ
اے صاحبِ حی علیٰ مددے، اے وارثِ مدد ے
تو نخی تو اخی، تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیرِ خدا مدد ے

کیا عرض کروں یہ شہر مرے، کس بزدل گود کے پالے ہیں
سب صورت کے اجیالے ہیں، پر من اندر سے کالے ہیں
بے وقت کے روگی جوگی ہیں، بے موقع رونے والے ہیں
اب ان سے جان چھڑا میری، اے سایہء بالِ ہما مدد ے
تو نخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیر خدا مدد ے

Scanned with CamScanner

مجھے عرش پہ جب کیا حق نے طلب، معراج کی شب ذرا یاد تو کر
وہاں تیرے سبب ہوا حال عجب، وہی بزمِ طرب ذرا یاد تو کر
میں تھا مہر بہ لب، مجھے یاد ہے سب، یہی کہتا تھا رب ذرا یاد تو کر
کبھی وقت پڑے تو اے ختم رسل یہی کہنا کہ غیب نما مددے
تو سخی تو اخی، تو جلی کا ولی، تو علیؑ تو ہے شیرِ خدا مددے

تک سوئے فلک، مرے عرش تلک، ہے یہ جس کی جھلک وہ علی تو نہیں
نگراں ہیں ملک، نہ جھپک تو پلک، ہے یہ جس کی چمک وہ علی تو نہیں
ہوئی ایسی کڑک، گیا دل بھی دھڑک، مجھے پتا ہے شک وہ علی تو نہیں
پڑھو صل علیٰ وہ علی آ گیا، کہو قبلہ و کعبۂ ما مددے
تو سخی تو اخی تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیر خدا مددے

جبریل کے پر، کفار کے سر، ہشیار کہ شیر ببر آیا
اے قلب و جگر، اے فکر و نظر، تیار کہ شیر ببر آیا
تاروں کے نگر، دھرتی کے سپر، بیدار کہ شیر ببر آیا
اے نازِ دلِ عقبیٰ مددے، اے تاجِ سرِ زہراؑ مددے
تو سخی تو اخی، تو جلی کا ولی تو علی تو ہے شیر خدا مددے

گھوڑا

لے میں تو چل پڑا ہوں بپھر کے ببر کی چال
اب تو بھی مست ہو کے نقابوں سے منہ نکال
میں سر اڑا رہا ہوں، فضا میں انہیں اچھال
اعضا مرے سپرد ہیں، روحوں کو تو سنبھال
میرے سموں کی سم پہ تو شل ہے اجل کی تال
فرصت نہیں کہ پوچھ سکوں اب میں تیرا حال
اپنے ہر ایک وار کو رقصِ قضا میں ڈھال
میں چال کا دھنی ہوں تو میرا نہ کر خیال
اب وقت ہے کہ بدلۂ بغض و عناد لے
ہر ضرب پر گرفتِ ید اللہ سے داد لے

Scanned with CamScanner

تلوار

چنچل، چمک کے چرخ پہ چل چل مچل کے چل
بجلی بدن کی باگ بنا، بن بدل کے چل
دھرتی کو مثلِ برگِ گل تر مسل کے چل
اندھی اٹل اجل سے بھی آگے نکل کے چل
اعدا نگاہِ بد سے نہ دیکھیں، سنبھل کے چل
چہرے پہ گردِ آیہء والطین مل کے چل
ہر دشمن علیؑ کو سموں سے کچل کے چل
لیکن میں جس کو چھوڑ دوں تو اس سے ٹل کے چل

بیٹھا ہے کبریا کا اسد تیری زین پر
کربل کے آسماں کو اڑا دے زمین پر

مرکب

یہ بات ہے تو پھر مرے تیور بھی دیکھنا
کھل کھل کے کھیلتے ہوئے جوہر بھی دیکھنا
چلتی ہوئی عذاب کی صرصر بھی دیکھنا
خونِ عدو سے روئے زمیں تر بھی دیکھنا
خیبر میں آج موت کے چکر بھی دیکھنا
ٹاپوں کی دھن پہ اڑتے ہوئے سر بھی دیکھنا
میدان چھوڑتے ہوئے لشکر بھی دیکھنا
حملے مرے زمیں سے فلک پر بھی دیکھنا

قدموں میں اضطراب، نگاہوں میں کیف ہے
مولا سے آج داد نہ لوں گر تو حیف ہے

تلوار

جی چاہتا ہے آج قیامت کا رَن پڑے
گردن سے سر جدا ہوں، بدن پر بدن پڑے
کہرام وہ مچے کہ فلک سے نہ بن پڑے
جھنکار سے اجل کی جبیں پر شکن پڑے
چنگاریوں سے شمس و قمر میں گہن پڑے
میرے ہر ایک وار سے بجلی سی چھن پڑے
جس سمت میرے غیظ و غضب کی کرن پڑے
مولا کے دشمنوں پہ قضا کا کفن پڑے

پیوست ہوں زمیں سے جو میرے شکار ہوں
کوئی شمار کر نہ سکے بے شمار ہوں

غدیرِ خم

وہ غدیرِ خم میں اذاں ہوئی وہ سجی خیال کی انجمن
وہ رُخِ شعور پہ ضو پڑی وہ بڑھا حیات کا بانکپن
وہ کلی کھٹک سے چٹک گئی وہ بھٹک بھٹک کے چلی پون
لبِ آرزو پہ دھنک پڑی کھلا خواہشوں کا حسین چمن
دلِ کہکشاں میں اتر گئی وہ ردائے دشت شکن شکن
وہ سواریوں کے قدم رکے، جھکے فرش پر وہ تھکے بدن
وہ فلک کو دیکھ کے ہنس پڑا رخِ ریگزار کا بھولپن
وہ زمیں کے دل میں ہے آرزو کہ ملائے آنکھ ذرا گگن
سوئے مرتضیٰ بڑھے مصطفیٰ بمزاجِ رسم و رہِ کہن
وہ نبی وصی سے ملا ہے یوں ملے جیسے چاند سے اک کرن
وہ علی کا ہاتھ بلند ہے کہاں رہ گئے یہ زمیں زمن
سرِ تختِ ریگ ہے لب کشا وہ امیرِ محفلِ پنجتن
کہا مصطفیٰ نے کہ زندگی مری بات آج سے عام کر
ہے یہی علی مرا جانشیں میرے جانشیں کو سلام کر

Scanned with CamScanner

سرِ محشر

میں سایہء طوبیٰ کی خنک رُت سے ہوں واقف
مولاؑ تری گلیوں کی مگر چھاؤں گھنی ہے

اب کس سے کہوں کیا ہے ترے ہجر کا عالم؟
جو سانس بھی لیتا ہوں وہ نیزے کی انی ہے

یہ درد کی دولت بھی میسر کیسے ہوگی؟
جو اشک ہے آنکھوں میں وہ ہیرے کی کنی ہے

جو کچھ مجھے دینا ہے زمانے سے الگ دے
وہ یوں کہ زمانے سے میری کم ہی بنی ہے

حاصل ہے اسے سایہء دامانِ پیمبرؐ
محسنؔ سرِ محشر بھی مقدر کا دھنی ہے

حق ایلیا

سن سن مرا پیغام سن
ہر بات پر یوں سر نہ دھن

اپنی قبائے فکر پر
کلیاں سجا کانٹے نہ چن

حیدر بقا' باقی فنا
ریشم پہن کھدر نہ بن

اک بار پی جامِ ولا
تجھ پر سدا برسے گا ہن

کچھ سوچ تخلیقات پر
اے صاحب فکر و سخن

Scanned with CamScanner

بنتا ہے جب پیکر کوئی
کہتا ہے کون اس وقت کن
افکار کا سونا بنا
الفاظ کی روئی نہ دھن
اس پر میرا ایمان ہے
آتا ہے مجھ کو ایک گن
مولا علی مشکل کشا
جس کو لیا خالق نے چن
ہاں اے عدوئے مرتضٰی
حیدر کا تو ہمسر دکھا
جس کو خدا بندہ کہے
بندے کہیں جس کو خدا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا

یہ این و آں یہ خشک و تر
یہ رنگ و بو شام و سحر

ویران ہوتی بستیاں
ہر سمت یہ آباد گھر
یہ غلغلے احساس کے
یہ ہاؤ ہو آٹھوں پہر
ہر دم جواں پیہم رواں
دھرتی فلک شمس و قمر
طوفاں، سمندر، آب جو
ہیرے، صدف، موتی، گہر
رستے مسافر قافلے
منزل قدم گردِ سفر
رنگ فضا، سنگ صدا
کروبیاں، جن و بشر
جو کچھ بھی ہے کونین میں
مولا کی ہے خیراتِ در
سب کچھ اسی کے فیض سے
سب کا وہی ہے چارہ گر
جب اس کا در بجنے لگا

Scanned with CamScanner

سارا جہاں سجنے لگا
قرآن میں پڑھ ہل اتی
صلے علیٰ صلے علی
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

اے خطۂ ارضِ عرب
کر یاد تو تیرہ رجب
انوارِ کعبہ در نبی
ہم شکل یزداں کے سبب
خالق کے گھر اترے بشر
ہوتا ہے یوں دنیا میں کب؟
بت بھی اسے سجدہ کریں
لوگو یہ ہے بندہ عجب
اوصاف مثل کبریا
سیرت میں بھی اعلیٰ نسب
جب تک نہ دیں احمد زباں

اس وقت تک کھولے نہ لب
اس بندۂ رب کے لیے
کہتا ہے خود بندوں کا رب
اس کی رضا میری رضا
اس کا غضب میرا غضب
میرے نبی کا آسرا
کوئی نہیں اس کے سوا
اب تو بھی ہو وقف دعا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا

جھولے میں اک طفلِ حسیں
سویا ہوا ہے نازنیں
بنتِ اسد کا لاڈلا
عالم کا تنہا مہ جبیں
جھک جھک کے دیکھے آسماں
رک رک کے پہچانے زمیں

Scanned with CamScanner

دہکا ہے رنگ لعل لب
مہکی ہے زلف عنبریں
آنکھیں گلابی جھیل ہیں
چہرہ رخ دین مبیں
اژدر کی پھنکاریں سنو
ٹھہرو ہوئی آہٹ کہیں
پھیلا عدوئے مرتضیٰ
آیا جو جھولے کے قریں
اٹھا وہ دستِ کبریا
اژدر ہوا ٹکڑے نہیں
عالم پہ سکتہ چھا گیا
ہر شخص ہے سہما ہوا
بوجہل کو کہنا پڑا
حق ایلیا، حق ایلیا
حق ایلیا

ہجرت کی شامِ پر خطر
بھائی کی چادر اوڑھ کر

سویا ہے کتنے چین سے
جاں دادۂ خیر البشر
دیکھا خمارِ خواب میں
منہ چومنے آئی سحر
اعداء کے گھیرے میں مکاں
دشمن کے قبضے میں ہے گھر
منظر سے ہے ظاہر ابھی
تیغوں سے برسیں گے شرر
لیکن یہ منظر چھوڑ دو
آؤ ذرا دیکھیں ادھر
پیغمبری ہے مطمئن
بستر پہ ہے شیر ببر
لپٹا ہے اپنی اصل سے
شاخِ شجاعت کا ثمر
اس سمت خوف وحزن سے
رویا نبیؐ کا ہم سفر
سرورؐ کو کچھ یاد آ گیا

Scanned with CamScanner

کہنے لگے یوں مصطفیٰ
کیوں بے محل رونے لگا
آ تجھ پہ دم کر دوں دعا
حق ایلیا' حق ایلیا
حق ایلیا

اک اور منظر دیکھنا
اب سوئے خیبر دیکھنا
بغض وحسد کے روپ میں
مرحب کے تیور دیکھنا
ہیں سرنگوں بیٹھے ہوئے
اصحاب سرور دیکھنا
رہ رہ کے احمد کا وہاں
اپنا مقدر دیکھنا
آیا سوارِ کہکشاں
اترا وہ حیدر دیکھنا
اک پل میں اب اڑتا ہوا

اک آہنی در دیکھنا
سہمی زمیں اوڑھے ہوئے
جبریل کے پر دیکھنا
آتا ہے کتنے ناز سے
نفسِ پیمبرؐ دیکھنا
سلمان کہتے تھے ادھر
لوگو ہنرور دیکھنا
کیسے چلی تیغِ علی
مردوں کے جوہر دیکھنا
حیدر کی مٹھی میں ذرا
مرحب کا بھی سر دیکھنا
کہتے تھے اس دم مصطفیٰ
یہ ہے پیامِ کبریا
جب بھی ہو دکھ کا سامنا
واجب ہے تم پر یہ صدا
حق ایلیا' حق ایلیا
حق ایلیا

Scanned with CamScanner

معراج کی شب آ گئی
ہر سو خموشی چھا گئی
جاگو ذرا اے مصطفیٰ
دیکھو سواری آ گئی
طے ہو چکیں سب منزلیں
روحِ امم لہرا گئی
آیا حجابِ آخری
ساری فضا چرا گئی
چپ چپ ہے حق کا نبیؐ
قسمت کہاں ٹھہرا گئی
یہ ساتھ ہے دیکھا ہوا
انگشت ہی بتلا گئی
پردے کے اندر کون ہے؟
لہجے کی رو سمجھا گئی
ابھری صدائے آشنا
عقدے کئی سلجھا گئی
پوچھا نبیؐ نے ماجرا

آئی صدائے کبریا
اے وارثِ بزمِ کساء
یہ کون ہے بوجھو ذرا
بولے جواباً مصطفیٰ
حق ایلیاؑ حق ایلیا
حق ایلیا

یاد آ گیا کچھ برمحل
سوئے غدیرِ خم بھی چل
یہ قافلہ کیوں رک گیا؟
پڑنے لگا کیسا خلل؟
اترا ہے کیوں روح الامیں؟
کیوں تھم گیا ہر ایک پل؟
پالان کے منبر پہ کیوں؟
ابھری اذاں اے دل سنبھل
کہتا ہے کون اس دشت میں
حی علیٰ خیر العمل

Scanned with CamScanner

سن لے زبانِ نور سے
توحید کی تازہ غزل
وہ دے رہے ہیں مصطفیٰ
پیغامِ ربِ لم یزل
حیدر ہے میرا جانشیں
حیدر مری محنت کا پھل
یہ محورِ ارض و سما
نبیوں کا یہ عقدہ کشا
آدم کا پہلا مدعا
نوحِ نجی کا آسرا
یعقوب کے دل کی دعا
یہ حسن یوسف کی بقا
یہ ابن مریم کی شفا
یہ صدرِ بزمِ اتقیاء
یہ قاطع ظلم و وبا
یہ منزلِ حق آشنا
یہ بندۂ غائب نما

یہ آدمی کا ارتقا
یہ فصل گل موج صبا
یہ ساقیِ حوضِ ولا
یہ ماہ و انجم کی ضیاء
یہ دشمنِ حق کی قضا
یہ سرِ حق کی ابتداء
یہ رازدارِ انما
یہ حوصلوں کی انتہا
یہ صبر میں ڈھالا ہوا
یہ موت کا پالا ہوا
یہ خلد کا سلطاں سدا
یہ دافع قحط و وبا
یہ شافع روزِ جزا
یہ جنگ میں کہسار سا
یہ آئنہ اعمال کا
یہ سو مرض کی اک دوا
یہ کشتیوں کا ناخدا

Scanned with CamScanner

یہ سازِ حق سوزِ نوا
یہ مرکزِ حسنِ وفا
یہ رازِ نطق تحتِ با
یہ لختِ دلِ عمران کا
ہر اک کا مولا بن گیا
اب مجھ پہ بھی واجب ہوا
حق ایلیا حق ایلیا
حق ایلیا
حق ایلیا

شبیرؑ

شبیر کربلا کی حکومت کا تاجدار
انساں کا نازِ دوشِ نبوت کا شہسوار
ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار
جس کے گداگروں سے ہراساں ہے روزگار
جس نے زمیں کو عرش مقدر بنا دیا
ذروں کو آفتاب کا محور بنا دیا

وہ جس کی بندگی میں سمٹتی ہے داوری
کھولے دلوں پہ جس نے رموزِ دلاوری
لٹ کر بھی کی ہے جس نے شریعت کی یاوری
جس نے سمندروں کو سکھائی شناوری
وہ جس کا غم ہے ابر کی صورت تنا ہوا
صحرا ہے رشکِ موجۂ کوثر بنا ہوا

Scanned with CamScanner

جس کے غلام اب بھی سلیماں سے کم نہیں
جس کا مزار خلد کے ایواں سے کم نہیں
جس کا مزاج وعدۂ یزداں سے کم نہیں
جس کی جبیں لطافتِ قرآں سے کم نہیں
وہ جس کی پیاس چشمۂ آبِ حیات ہے
وہ جس کا نام آج بھی وجہِ نجات ہے

وہ کہکشاں جبیں وہ ذبیح فلک مقام
جس نے کیا ضمیرِ انا میں سدا قیام
جس نے جبینِ عرش پہ لکھا بشر کا نام
جس کی سخاوتوں کو سخاوت کرے سلام
نوکِ سناں کو رتبۂ معراج بخش دے
جو دستِ دو فلک کا حسیں تاج بخش دے

کنکر کو دُر بنائے کہاں کوئی جوہری
ایجاد کی حسین نے یہ کیمیا گری
بخشی ہے یوں بشر کو ملائک پہ برتری
بچوں کو ایک پل میں بناتا گیا جری
وہ جس کے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا
جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

جو میر کاروانِ مودت ہے وہ حسینؑ
جو مرکزِ نگاہ مشیت ہے وہ حسین
جو رازدارِ کنزِ حقیقت ہے وہ حسین
جو تاجدارِ ملکِ شریعت ہے وہ حسین
وہ جس کا عزم آپ ہی اپنی مثال ہے
جس کی "نہیں" کو "ہاں" میں بدلنا محال ہے

مولاؑ تو جی رہا ہے عجب اہتمام سے
سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے
کرنیں وہ پھوٹتی ہیں سدا تیرے نام سے
کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی احترام سے
پایا ہے وہ مقام ابد تیرے نام نے
آیا نہ پھر یزید کوئی تیرے سامنے

Scanned with CamScanner

حسینؑ

صبا کا سینہ بنے سفینہ ذرا طبیعت رواں دواں ہو
ہوا میں خوشبو کے دائرے ہوں، خلا میں کرنوں کا سائباں ہو
زمیں زمرد اگل رہی ہو، گلاب گلنار آسماں ہو
ہر ایک کونپل کنول اچھالے، کلی کلی کنزِ کن فکاں ہو
چمن کے سینے پہ فصلِ گل کا نشاں باندازِ کہکشاں ہو
جبین کونین پنجتن کے کرم سے فردوسِ انس و جاں ہو
سبھی سمندر ہوں میرے بس میں شجر شجر میرا رازداں ہو
درود کی انجمن سجاؤں، دہن میں جبریل کی زباں ہو
خیال ہو سلسبیل جیسا، جلو میں لفظوں کا کارواں ہو
چمن سجاؤں میں ہل اتیٰ کا محبتوں سے بھرا جہاں ہو

کہیں قبیلہ ہو اولیاء کا، کہیں پہ بہلولؔ کی دکاں ہو
بچھا کے مسند بشارتوں کی دلوں پہ ادراک مہرباں ہو
میں اپنی سوچوں کو آبِ کوثر میں غسل دے دوں تو امتحاں ہو
پڑھوں میں تسبیح فاطمہؑ جب تو کعبۂ فکر میں اذاں ہو
اگر یہ سب کچھ ملے تو مدحِ شہنشہِ مشرقین لکھوں
حیا کی تختی پہ اپنی پلکوں سے پھر میں لفظ حسین لکھوں

حسینؑ کیا ہے؟ خیال خیمہ، خلوص خامہ، خرد خزانہ
حسینؑ کیا ہے، زبانِ وحدت پہ انما کا حسیں ترانہ
حسینؑ کیا ہے، ضمیر زمزم، خمیر کوثر، کرم نشانہ
حسینؑ کیا ہے تمام نبیوں کے دین محکم کا آب و دانہ
حسین کیا ہے محیط عالم، مشیر مرسل، مہ زمانہ
حسین کیا ہے تھکے ہوئے ذہن کے درد کا آخری ٹھکانہ
حسین کیا ہے؟ خلوص پرور مشیتوں کا حسیں گھرانہ
حسین کیا ہے؟ تمام غیرت کی ایک آوازِ غازیانہ
حسین کیا ہے، یزیدیت کے بدن پہ عبرت کا تازیانہ
حسین وہ ہے کہ جیت جس کو ادب سے جھک کر سلام کر لے
حسین وہ ہے جو نوکِ نیزہ پہ خود خدا سے کلام کر لے

Scanned with CamScanner

حسینؑ اب بھی سمجھ رہا ہے یزیدیت کے سبھی اشارے
حسین اب بھی لہو سے سیراب کر رہا ہے فلک کنارے
حسین اب بھی سجا رہا ہے زمیں پہ شمس و قمر ستارے
حسین اب بھی بدل رہا ہے ستم کی طغیانیوں کے دھارے
حسین اب بھی سنا رہا ہے سناں پہ قرآں کے درد پارے
حسین اب بھی سنبھل سنبھل کے بچا رہا ہے سبھی سہارے
حسین اب بھی لٹا رہا ہے نبیؐ کے دیں پر نجل دلارے
حسین اب بھی یہ چاہتا ہے کہ مشکلوں میں کوئی پکارے
یزیدیوں کو یہ وہم کیوں ہے کہ صرف اک دن حساب ہوگا
حسین سے جو جہاں بھی الجھے وہیں پہ خانہ خراب ہوگا

مناظرہ زمین و آسماں

اک دن بڑے غرور سے کہنے لگی زمیں
آیا مرے نصیب میں پرچم حسینؑ کا
مہتاب نے کہا میرے سینے کے داغ دیکھ
ہوتا ہے آسماں پہ بھی ماتم حسینؑ کا

پھر آسماں نے ہنس کے کہا حیثیت نہ بھول
تو اوجِ عرش و کرسی و لوح و قلم نہیں
جب سے جبینِ سبط نبی مجھ پہ خم ہوئی
اس دن سے میں بھی عرشِ معلیٰ سے کم نہیں

کہنے لگا فلک کہ ذرا دیکھ اے زمیں
میری بلندیوں کی تو محتاج ہو گئی
صرف ایک شب کو آئے تھے اس سمت مصطفیٰ
وہ شب جہان میں شب معراج ہو گئی

Scanned with CamScanner

چھیڑا ہے تذکرہ شب معراج کا تو سن
میرا خیال ہے کہ تیری بھول بڑھ گئی
نعلین مصطفیٰ کی قسم، منصفی تو کر
تجھ سے تو مرتبے میں میری دھول بڑھ گئی

تو جن کے فیض سے ہے منور وہ نور زاد
سارے ازل کے دن سے مری اپنی حد میں ہیں
پہلے تو میں خلا کا اڑاتی رہی مذاق
شمس و قمر بھی اب مرے بیٹوں کی زد میں ہیں

بیٹوں کی تربیت پہ بہت ناز بھی نہ کر
کچھ دن میں ہیں سخی، کئی کنجوس بھی تو ہیں
کہنے لگی زمیں کہ ستاروں کو بھی تو دیکھ
کچھ ان میں نیک ہیں کئی منحوس بھی تو ہیں

یہ شہرِ کہکشاں یہ مہ و مہر کے دیار
آ دیکھ تو سہی مرے دامن میں کیا نہیں؟
کہنے لگی زمیں سرِ تسلیم خم، بجا!
سب کچھ ہے تیرے پاس مگر کربلا نہیں

وہ دن بھی تھے کہ جب مری وسعت کے آس پاس
رہتا تھا مرکبِ شہِ کونین یاد کر
اتنی سی بات پر تجھے اتنا غرور ہے
کھیلے ہیں میری خاک پہ حسنین یاد کر

کر یاد تیرے پاس ہی جھولے کے روپ میں
جبریل لے کے آئے عماری حسین کی
تو بھی تو یاد کر کہ زمیں پر بروزِ عید
ختم رسل بنے تھے سواری حسین کی

سن اے عدوئے امن و سکوں دشمنِ بشر
تو ایک بوجھ بن گئی نبیوں کی جان پر
عیسیٰ نے ایک عمر سہے ہیں تیرے ستم
آخر سکوں ملا ہے اسے آسمان پر

اے انتظار گاہِ امامِ جہاں نہ چھیڑ
جھوٹی شکن نہ ڈال منور جبین پر
آنے دے میرے آخری وارث کو ایک بار
عیسیٰ کو پھر اترنا پڑے گا زمین پر

Scanned with CamScanner

کہنے لگا فلک کہ زباں کو لگام دے
پہلے بھی تیری ضد کا ستایا ہوا ہوں میں
ہر سو محیط ہیں میری سرحد کی وسعتیں
تجھ پر ازل کی صبح سے چھایا ہوا ہوں میں

گستاخیاں فضول ہیں میرے حضور میں
اب کیا کہوں کہ تو تو بڑا بدمزاج ہے
تو جن کی خاک تک بھی نہ اڑ کر پہنچ سکے
ان سرحدوں پہ بھی مرے ابا کا راج ہے

آخر فلک نے جھک کے زمیں کو کیا سلام
اللہ رے یہ شعور یہ صورت جہاں کی ہے
کس نے سکھائی ہیں تجھے حاضر جوابیاں
کیا شجرۂ نسب ہے ترا تو کہاں کی ہے

کہنے لگی زمیں کی فلک جی خطا معاف
اب ٹھیک ہو گئی ہے طبیعت جناب کی
کافی ہے اس قدر ہی مرا شجرۂ نسب
ادنیٰ سی اک کنیز ہوں میں بو تراب کی

حسین اور کربلا

حسینؑ

تجھ پر میرا سلام ہو اے دشتِ بے گیاہ
میری محبتوں کی عقیدت وصول کر
آیا ہوں رفعتوں کی تمنا لیے ہوئے
میرا خلوص میری دعائیں قبول کر

کربلا

اے اجنبی ٹھہر مجھے اتنی دعا نہ دے
پہلے بھی میری خاک ہے نبیوں سے شرمسار
میری حدوں سے جلد گزر جا باحتیاط
میں کربلا ہوں میری تباہی سے ہوشیار

Scanned with CamScanner

حسینؑ

تیرے اجاڑ پن کا میرے پاس ہے علاج
تجھ کو خبر نہیں کہ میں عیسیٰ کا ناز ہوں
میں نے تو بچپنے میں فرشتوں کو پر دیے
اپنا مرض بتا میں بڑا کارساز ہوں

کربلا

میری رگوں میں ہانپتی رہتی ہے شب کو موت
دن کو میری فضا میں برستی ہیں بجلیاں
شام و سحر بلاؤں کے مسکن ہیں ہر طرف
ہر سو بکھر رہی ہیں ہواؤں کی ہچکیاں

حسینؑ

وہ لوگ انبیاء تھے مگر میں امام ہوں
ممکن نہیں کہ دید کے بدلے شنید لوں
تجھ کو سنوارنے کی تمنا بھی ضد بھی ہے
اب طے یہ ہو چکا ہے تجھے میں خرید لوں

کربلا

مجھ کو سنوارنے کی تمنا ہے گر تو سن
اتنا لہو تو ہو کہ میں جس سے سنور سکوں
روزِ ازل سے ہے میری قسمت بجھی ہوئی
کیا کچھ ہے تیرے پاس میں جس سے نکھر سکوں

حسینؑ

میں وہ ہوں جس کو صرف تباہی سے پیار ہے
میرے ہی دم سے عرضِ تولا بنے گی تو
میں اس طرح پڑھوں گا یہاں آخری نماز
رتبے میں مثل عرشِ معلیٰ بنے گی تو

کربلا

ممکن نہیں کہیں پہ بھی یہ کیمیا گری
جو فرشِ بے رِدا کو کوئی تاج بخش دے
ایسا کوئی بشر نہیں دیکھا جو اس طرح
ذروں کو چھو کے عرش کی معراج بخش دے

Scanned with CamScanner

حسینؑ

اے نینوا اداس نہ ہو حوصلہ نہ ہار
لایا ہوں تیرے واسطے پیغامِ زندگی
میں خود اجڑ کے تجھ کو بساؤں گا اس طرح
تیری سحر بنے گی میری شامِ زندگی

کربلا

میرا یہ مشورہ ہے مسافر پلٹ ہی جا
شاید تجھے خبر نہیں میرے جنون کی
گرمی سے جاں بلب ہیں تیرے قافلے کے لوگ
لیکن میری رگوں میں ضرورت ہے خون کی

کربلا

ڈھونڈے گا آسماں تیرے ذروں کی نکہتیں
تجھ کو عطا کروں گا وہ پوشاک دیکھنا
میرے لہو سے تجھ کو ملے گا وہ مرتبہ
خاکِ شفا بنے گی میری خاک دیکھنا

کربلا

دعویٰ نہ کر کہ مجھ کو بسانا محال ہے
ایسا کوئی جہان میں پیدا نہیں ہوا
ہر فرد کو تلاشِ مسرت ہے دہر میں
کوئی تباہیوں کا تو شیدا نہیں ہوا

حسینؑ

اے خاکِ بے ثمر میرا اعجاز دیکھنا
اک بار میرے ساتھ ذرا مسکرا کے دیکھ
ضامن ہوں تجھ کو خلد سے بڑھ کر بساؤں گا
اے خطہ اداس مجھے آزما کے دیکھ

کربلا

آئے تھے لوگ مجھ کو بسانے کے شوق میں
اک پل میں سب کے صبر کے ساغر چھلک گئے
تو تازہ دم سہی مگر اتنا خیال کر
میری اداسیوں سے پیمبر بھی تھک گئے

Scanned with CamScanner

حسینیتؑ

مرا عقیدہ ہے بعد محشر فلک پہ یہ اہتمام ہوگا
مرے خیالوں سے بھی زیادہ وسیع تر اک مقام ہوگا
عقیدتوں کے چمن کھلیں گے، مسرتوں کا نظام ہوگا
گلوں کو نسبت علی سے ہوگی کلی پہ زہراؑ کا نام ہوگا
ولائے حبِ علیؑ کی برسات کا عجب لطف عام ہوگا
یہ انبیاء سب وزیر ہوں گے تو صدر میرا امام ہوگا
مشیرِ معصومیت کے پالے، کہ عدل سے جن کو کام ہوگا
محبتوں کی ہوا چلے گی ہوا میں حق کا پیام ہوگا
کہیں پہ زہرا کے پاسبانوں میں ایک فضہ کا نام ہوگا
کہیں درِ قصرِ بنتِ زہرا پہ سجدۂ صبح و شام ہوگا
مرا عقیدہ نہیں ہے جھوٹا یقیں ہے یہ اہتمام ہوگا
یہ عکس ہے ایک سلطنت کا، حسینیتؑ جس کا نام ہوگا
بہشت میراث جو نہیں ہے کہ گردِ راہِ شہ نجفؑ ہے
مگر منافق کا کیا ٹھکانہ، نہ اس طرف ہے نہ اس طرف ہے

کہیں پہ باقر علوم بانٹیں گے علم کا لطف عام ہوگا
کہیں پہ جعفر کے گرد اہلِ خلوص کا اژدہام ہوگا
کہیں پہ موسیٰ رضا کی جانب سے مومنوں کو سلام ہوگا
کہیں جنابِ علی رضا سے کسی پیمبر کو کام ہوگا
کہیں تقی بزمِ اتقیاء کا سلام لیں گے کلام ہوگا
کہیں نقی مسند نقاوت پہ وقف الطاف عام ہوگا
کہیں حسن عسکری کی محفل میں ذکر خیرالانام ہوگا
کہیں کسی تخت پر مرے چودھویں علی کا قیام ہوگا
کہیں پہ نعرے علی علی کے کہیں درود و سلام ہوگا
ہر ایک میکش کے ہاتھ میں سلسبیل و کوثر کا جام ہوگا
مگر تبرہ کیے بغیر اس کو منہ لگانا حرام ہوگا
ہر اک عمارت خدا کی قدرت کا ایک نقشِ دوام ہوگا
کہیں محمد کی مسکراہٹ، کہیں علی کا کلام ہوگا
کہیں حسن کی حسین صورت پہ زائروں کا سلام ہوگا
کہیں پہ مظلومِ کربلا کے جلوس کا اہتمام ہوگا
کہیں پہ سجاد کی سواری کا ذہن میں احترام ہوگا

Scanned with CamScanner

گلی گلی میں اسی کا پرچم، اسی کا سجدہ جبیں جبیں ہے
قدم قدم پر سبیل اس کی نظر نظر میں وہی مکیں ہے
ہوا ہوا میں اسی کے نوحے وہی تصور خلا نشیں ہے
اسی کا ماتم ہے آگ پر بھی، اسی کا غم خلد کا امیں ہے
فلک فلک پر لہو اسی کا، اسی کی مجلس زمیں زمیں ہے
حسینیت کو مٹانے والو حسینیت اب کہاں نہیں ہے؟

جہاں بھی ظالم حکومتیں تھیں وہاں وہ مظلوم چھا گیا ہے
وہ تیرگی کی ردا پہ اپنے لہو سے موتی سجا گیا ہے
کٹے ہوئے سر سے نوکِ نیزہ پہ بھی وہ قرآں سنا گیا ہے
بس ایک پل میں زمیں کو چھو کر کوئی معلیٰ بنا گیا ہے
جہاں جہاں کل یزیدیت تھی حسینیت اب وہیں وہیں ہے
حسینیت کو مٹانے والو حسینیت اب کہاں نہیں ہے

آدم اور حسینؑ

آدم کی ذات مرکزِ ایمان بھی نہیں
آدم کا نطق محورِ قرآن بھی نہیں
آدم خطا کرے کوئی نقصان بھی نہیں
شبیر میں خطا کا تو امکان بھی نہیں
ادنیٰ سی شان دیکھ شہِ مشرقین کی
آدم بہشت میں بھی رعیت حسین کی

آدم کو فرق امر و نہی کی خبر نہیں
آدم ابو البشر ہے ضمیرِ بشر نہیں
آدم شب سیہ میں دلیلِ سحر نہیں
آدم صفی ضرور ہے اوصاف گر نہیں
آدم نبی ہے، صاحبِ عزّ و وقار ہے
لیکن حسین دوشِ نبی کا سوار ہے

Scanned with CamScanner

آدم خدا کا نور نہیں تھا، حسین ہے
آدم خطا سے دور نہیں تھا، حسین ہے
آدم شعاعِ طور نہیں تھا، حسین ہے
آدم مرا غرور نہیں تھا، حسین ہے
آدم تراب ہے، یہ دل بوتراب ہے
وہ نقشِ گل یہ محورِ صد آفتاب ہے

نوح اور حسینؑ

رستے میں ہو نجی تو وہی شان چاہیے
اب نوح کو نجات کا سامان چاہیے
کشتی ہو، بادباں ہو، نگہبان چاہیے
کشتی کے تیرنے کو بھی طوفان چاہیے
لیکن یہ معجزہ ہے شہِ مشرقین کا
خشکی پہ تیرتا ہے سفینہ حسین کا

بے شک مزاجِ نوح کا تو حوصلہ بھی دیکھ
طوفانِ غم سے اس کو الجھتا ہوا بھی دیکھ
لیکن سوئے فرات و سرِ کربلا بھی دیکھ
یہ صبر و ضبط والیِ ارض و سما بھی دیکھ
دیکھے یہ صبر و ضبط تو یزداں بھی رو پڑے
وہ پیاس ہے کہ نوح کا طوفاں بھی رو پڑے

Scanned with CamScanner

اب نوح کے پسر کی بغاوت بھی دیکھئے
اپنے لہو میں فرقِ حرارت بھی دیکھئے
لیکن میرے حسینؑ کی عظمت بھی دیکھئے
تاثیرِ تربیت کی یہ صورت بھی دیکھئے
میدانِ حرب وضرب میں کیا نام کر گیا
ننھا سا شیر خوار بڑا کام کر گیا

ابراہیمؑ اور حسینؑ

انصاف چاہتا ہوں میں، دنیا کے ممتحن
صبرِ خلیل کے بھی سبھی زاویے تو گن
لیکن سکونِ شاہ بھی دیکھ امتحاں کے دن
سب کچھ لٹا کے بھی مرا مولا ہے مطمئن
اکبر وہ سو رہا ہے، یہ اصغر کی قبر ہے
شبیر چپ کھڑے ہیں، یہ معیارِ صبر ہے

بے شک ترے نبی کا مقدر چمک گیا
بیٹے کو لے کے موت کی سرحد تلک گیا
آنکھیں تھیں بند، پھر بھی کلیجہ دھڑک گیا
تیرا خلیل ایک ذبیحہ پہ تھک گیا
کتنے حسینؑ، کتنے جواں کیا صبیح تھے
میرے خلیل کے تو بہتر ذبیح تھے

Scanned with CamScanner

اس سمت اک نبی کا ارادہ اٹل نہیں
اس سمت وہ عمل کہ گھڑی کا خلل نہیں
بیٹے کی لاش دیکھ کے ماتھے پہ بل نہیں
برچھی کو کھینچنے کے لیے ہاتھ شل نہیں
برچھی کھنچی تو نبض زمانے کی رک گئی
آنکھیں اٹھیں تو موت کی گردن بھی جھک گئی

یعقوبؑ اور حسینؑ

یعقوب کے لیے تو خدا کار ساز تھا
گیارہ ثمر تھے، پھر بھی نہ دل، سرفراز تھا
یعقوب کو بس ایک ہی یوسف پہ ناز تھا
لیکن حسینؑ کا بھی عجب امتیاز تھا
اس شجرۂ عظیم کے کیا برگ و بار تھے
اکبر کے حسن پر کئی یوسف نثار تھے

پیری سے جب پسر کی جوانی بچھڑ گئی
اشکوں کی اک جھڑی تھی کہ پلکوں پہ اڑ گئی
دردِ فراق کی وہ سناں دل میں گڑ گئی
اللہ کے نبی کی نظر ماند پڑ گئی
لیکن حسین تجھ پہ فنا کارگر نہ تھی
بیٹوں کی موت پر بھی تری آنکھ تر نہ تھی

Scanned with CamScanner

موسیٰ اور حسینؑ

موسیٰ کلیم وقت تھا، محبوبِ خاص و عام
قائم تھا اس کا بھی یدِ بیضا سے احترام
ہاں اک عصا بھی تھا جو بنا تیغِ بے نیام
لیکن جو نور طور پہ اس سے تھا ہم کلام
وہ نورِ پنجتن تھا، رہِ مستقیم تھا
شبیر اس کا پانچواں جزوِ عظیم تھا

عیسیٰ اور حسینؑ

عیسیٰ بھی ہے خدا کا بڑا مقتدر نبی
بخشی ہے اس کی سانس نے مردوں کو زندگی
لیکن حسینؑ کس سے بیاں ہو یہ برتری
عیسیٰ ہے تیرے آخری نائب کا مقتدی
جس خاک پر حسین تو سجدہ ادا کرے
اس خاک سے مسیح بھی حاصل شفا کرے

Scanned with CamScanner

محمدؐ اور حسینؑ

سن لو حدیثِ ختمِ رسل پیکرِ حشم
لوگو یہی حسینؑ ہے ہم سے اسی سے ہم
ہر چند بے مثال نبی ہیں شہِ امم
لیکن خطا معاف یہ آگے ہے دو قدم
رکھی بنائے دیں شہ بدر و حنین نے
لیکن کیا ہے دیں کو مکمل حسین نے

علیؑ اور حسینؑ

دوشِ نبیؐ کہاں، یہ سناں کی فضا کہاں؟
بستر کہاں نبی کا، یہ دشتِ بلا کہاں؟
غیظ و غضب کہاں وہ یہ دستِ دعا کہاں؟
خندق کہاں، یہ رزم گہِ کربلا کہاں؟
پیاسے کا نام ایک ہی سجدے سے چڑھ گیا
بیٹے کا وار باپ کی ضربت سے بڑھ گیا

Scanned with CamScanner

بتولؑ اور حسینؑ

صورت اگر ہے عرض تو جوہر ہیں خدوخال
جس طرح سے ہے ذہن "صدف" اور گہر خیال
شبیر و فاطمہؑ میں بھی بہتر ہے یہ مثال
معدن ہیں فاطمہ تو گہر فاطمہ کا لال
بیٹے کی تربیت ہے سدا والدین سے
پرکھا گیا بتول کو اکثر حسین سے

حسنؑ اور حسینؑ

اب فرق بھائیوں کا خیالوں میں کیا ہو بند
وہ بھی فلک نشیں ہے تو یہ بھی بہت بلند
لیکن بقدر شوق یہ کہتا ہوں حرف چند
وہ روحِ انقلاب، حسین عافیت پسند
جس طرح کی بہار کو نسبت چمن سے ہے
نسبت وہی حسین کو اپنے حسن سے ہے

Scanned with CamScanner

عباسؑ

عباس چرخ پر مہ کامل کا نام ہے
عباس بحرِ شوق کے ساحل کا نام ہے
عباس ضبطِ درد کے حاصل کا نام ہے
عباس کارواں نہیں، منزل کا نام ہے
قرآن جب حسینؑ بنا، دین بن گیا
عباس اس میں سورۂ یٰسین بن گیا

عباس بے مثال دلاور کا نام ہے
عباس بحرِ حق کے شناور کا نام ہے
عباس دیں کے درد کے یاور کا نام ہے
عباس صبحِ صبر کے خاور کا نام ہے
خالق تو لاشریک ہے اجرِ شوال دے
عباس کی وفا کی بھی کوئی مثال دے

عباس اہلِ تیغ بھی اہلِ قلم بھی ہے
عباس وقفِ غم بھی علاجِ الم بھی ہے
عباس دل کا ناز بھی دیں کا بھرم بھی ہے
عباس تاجدارِ صریر و علم بھی ہے
عباس کا کرم ہے خزانہ بہار کا
عباس کا غضب ہے غضب کردگار کا

عباس حسنِ دینِ پیمبرؐ کی آبرو
عباس کی وفا کا تسلط ہے کوبکو
باطل کے سامنے ہو یہ کیونکر نہ سرخرو؟
اسلام کی رگوں میں ہے عباس کا لہو
جب بھی کسی جری کو حسینؑ تخت و تاج دے
عباس کی وفا کو زمانہ خراج دے

عباس حرب و ضرب کی دنیا کا تاج ور
عباس دینِ حق کے لیے مژدۂ سحر
کھیلے نہ کیوں قضا کے سلاسل سے بے خطر
عباس پنجتن کی دعاؤں کا ہے اثر
اس کو جھکا سکے گا کوئی کیسے فرش پر
عباس کے علم کا پھریرا ہے عرش پر

Scanned with CamScanner

توقیر بابِ علم و فقیہِ فلک مقام
تاثیرِ دستِ حیدر و تزئینِ صبح و شام
ادراکِ انبیاء میں دھڑکتا ہوا کلام
پانی سے بے نیاز ہے عباسِ تشنہ کام
عباس ہے انا کا سمندر بنا ہوا
دریا تو شرم سے ہے زمیں پر بچھا ہوا

قصرِ شعورِ دیں میں ہے عباس وہ چراغ
جس کے مقابلے میں ہے سورج بھی داغ داغ
عباس کی مہک سے مہکتا ہے جاں کا باغ
شبیر دل ہی دل ہے تو عباس ہے دماغ
اس کی عطا سے نبضِ مودّت رواں ہوئی
عباس کے کرم سے شریعت جواں ہوئی

چہرہ ہے یا فلک پہ چمکتا ہے آفتاب
نقشِ قدم کی خاک میں چھپتا ہے انقلاب
عباس کی رگوں میں جو ابھرا ہے اضطراب
سہمی ہوئی ہے موت تہِ سایہء رکاب
عباس جب بھی اذنِ روانی عطا کرے
دریا مچل کے شکر کے سجدے ادا کرے

جرات کی ابتدا بھی یہی انتہا بھی ہے
عباس دو جہاں میں مرا آسرا بھی ہے
تاثیر التماس دعا بھی، دعا بھی ہے
بندہ بھی رب کا ہے یہی ربِ وفا بھی ہے
ہے دیں اسی کے در کا نمازی بنا ہوا
ہو کر شہید بھی یہ ہے غازی بنا ہوا

Scanned with CamScanner

صفین

دُخترِ برقِ رنج و محسن بن کے تن ہر بدن میں اجل کی اگن گھول دے
لشکروں کا جگر چیر، مستی میں آ، زلزلوں کی طرح گھن گھن گھول دے
منکروں کے لہو کی ہر اک موج میں اپنے ماتھے کی ہر اک شکن گھول دے
اپنے اعداء کے سر آسماں پر اڑا، آبِ دجلہ میں ان کے کفن گھول دے

دیکھ بزمِ شجاعت کا ہر تاجور، تیرے نزدیک ہے اور مرے پاس ہے
یوں لڑیں، دشمنوں کو گماں تک نہ ہو، یہ علی لڑ رہا ہے کہ عباس ہے

میمنہ میں اتر، میسرہ سے ابھر، قلبِ لشکر پہ بجلی گرا جھوم کر
دشمنانِ علیؑ کے پرخچے اڑا، ان کی لاشوں کو دوزخ کا مقسوم کر
اب نقابیں الٹ کر پلٹ دے صفیں، ہر منافق کا شجرہ بھی معلوم کر
بن کے زہرِ اجل آج میداں میں ڈھل میرے بابا کے نقشِ قدم چوم کر

دیکھ سستی نہ کر موت کی ہم سفر ہر طرف سے دعاؤں کی برسات ہے
تیری ہر ضرب پر آج خیبر شکن داد دینے کو آئے تو پھر بات ہے

سب زمینیں، شجر، بستیاں، رہگذر رقص کرتی ہوائیں، سمندر ترے
آج کی شب ستاروں کے سب ذائقے، جگنوؤں کی قطاروں کے اندر ترے
موت کی دیویاں ہیں کنیزیں تری، زندگی کے سجیلے سکندر ترے
تیرے خالق کی نصرت ترے ساتھ ہے اور دعا گو ہمارے قلندر ترے

چھین لے دشمنوں کی یہ بینائیاں روزِ روشن میں نازل سیہ رات کر
زندگی کیا ہے خود موت پاؤں پڑے آج چنگاریوں کی وہ برسات کر

سن، کسی کی نہ سن، ایک ہی دھن کو بن اور چن چن کے مغرور سر کاٹ دے
سنسناتی ہوئی سب سروں سے گزر، وار سینے پہ کر اور جگر کاٹ دے
نوک سے روک لے وقت کی گردشیں، دست شام و وجودِ سحر کاٹ دے
آج جبریل بھی پر بچھائے اگر، تو رعایت نہ کر اس کے پر کاٹ دے

کبریا کا غضب بن کے اتراہوں میں میرے چہرے پہ جذبات کا رنگ ہے
میرے قبضے میں نبضیں ہیں تقدیر کی میری تاریخ کی اولیں جنگ ہے

Scanned with CamScanner

ملیکۃ العرب (خدیجہ الکبریٰ)

فلک نشاں، عرش مرتبت، کہکشاں قدم، خوش نظر خدیجہؓ
بدن صداقت ہے سر خدیجہ، صدف شرافت، گہر خدیجہؓ
خدا کے دینِ مبیں کے زخموں کی دہر میں چارہ گر خدیجہؓ
وہ آل کی مادرِ گرامی، رسولؐ کی ہم سفر خدیجہؓ
اسی کے دم سے جہاں میں مہر و وفا کا چشمہ ابل رہا ہے
نبی کا دیں آج تک اسی محسنہؓ کے ٹکڑوں پہ پل رہا ہے

سنو اسی نے کیا مرتب نساء کا دستور حکمرانی
بڑے سلیقے سے کر گئی ہے رخِ رسالت کی پاسبانی
سنوار دی اس کی تربیت نے کچھ اس طرح حق کی نوجوانی
پیمبریؐ خود پکار اٹھی، ترا کرم، تیری مہربانی
جو تو نہ ہوتی تو کون مشکل میں دیں کی مشکل کشائی کرتا
ترے سوا کون بے نوا کبریا کی یوں ہمنوائی کرتا

جہان باطل کی ظلمتوں میں مثال شمع حرم خدیجہ
عرب کے صحرا میں چھا گئی بن کے عکسِ ابرِ کرم خدیجہ
ازل سے لے کر ابد تلک دین حق کا ہے اک بھرم خدیجہ
تمام ازواجِ انبیاء میں ہے اس لیے محترم خدیجہ
کسی کا شوہر نہیں ہے ختمِ رسل، شہِ مشرقین جیسا
نہیں ہے بیٹی بتول جیسی، نہ ہے نواسہ حسین جیسا

عرب کے راجہ کے من کی دیوی، عجم کے سلطاں کی شاہزادی
اسی کے دم سے ہوئی منور حجاز کی بے چراغ وادی
اس کی اک شاخ کے ثمر ہیں حریم حق کے تمام ہادی
کبھی مسائل کو حل کیا ہے، کبھی مصائب پہ مسکرا دی
یہ مسکرا دی تو مسکراہٹ کا نام قرآن ہو گیا ہے
اسی کا دامن بکھر کے دنیا میں آلِ عمران ہو گیا ہے

کہاں یہ ممکن ہے خود پرستی کے دور میں ہو خدا پسندی
مگر خدیجہ نے دشت زر میں بھی کی ہے عقبیٰ کی خشت بندی
یہی خدیجہؓ ہے جس کو حاصل ہے مصطفیٰ کی نیاز مندی
جو منصفی ہو تو کم نہیں ہے کسی سے رتبے کی یہ بلندی
ابھی یہ رتبہ کچھ اور اونچا بحکم رب جلیل ہوگا
بروز محشر اسی کا داماد ساقی سلسبیل ہوگا

Scanned with CamScanner

خدا کے محبوب کے خدوخال پر غضب کا شباب آیا
شباب آیا تو سر زمین عرب میں اک انقلاب آیا
مثال یہ ہے کہ دوپہر کی حدوں پہ جب آفتاب آیا
سوال بننے لگی رسالت تو پھر مکمل جواب آیا
پیمبریؐ جنس بے بہا تھی مگر یہ سودا بھی نقد ہوگا
درود پڑھ لو کہ مصطفیٰ کا ابھی خدیجہ سے عقد ہوگا

شفق شفق ہے زمیں کا چہرہ' فلک سے تارے اتر رہے ہیں
ہوا میں خوشبو رچی ہوئی ہے' فضا میں غنچے بکھر رہے ہیں
یہ صف بہ صف انبیاء کے جھرمٹ سبھی کے چہرے نکھر رہے ہیں
یہاں لکیریں بدل رہی ہیں' وہاں مقدر سنور رہے ہیں
قضا کی مسند پہ اب جو بیٹھا وہی جناب خلیل ہوگا
گلابیاں جو چھڑک رہا ہے وہ دیکھنا جبرئیل ہوگا

جناب یعقوب کی بصیرت تمام محفل میں بٹ رہی ہے
وہ دور' یوسف کی نوجوانی نقاب رخ سے الٹ رہی ہے
تمام عالم کی چاندنی ایک دائرے میں سمٹ رہی ہے
یہ بزم کس لیے آج رنگ ونکہت سے اٹ رہی ہے
یہ کن کے قدموں کی خاک عیسیٰؑ خود اپنی آنکھوں پہ مل رہے ہیں
یہی تو ہیں جن کی دست بوسی کو انبیاء بھی مچل رہے ہیں

یہ آلِ ہاشم کا آسرا ہے یہ چشمِ انسانیت کا تارا
یہ پاسبانِ حریم وحدت یہ بحرِ انصاف کا کنارا
یہ زمزمہ خوانِ آبِ زمزم' خدا کے گھر کا اٹل سہارا
عجم کے ماتھے کا شوخ جھومر' عرب کی دھرتی کا اک دلارا
جنابِ عمراںؑ ہے نام اس کا یہ فطرتاً مہربان ہوگا
یہ کلِ ایماں کی سلطنت کا عظیم تر حکمران ہوگا

وہ دیکھ عقد نبی کا خطبہ جناب عمراں پڑھا رہے ہیں
مزاجِ توحید وجد میں ہے تو انبیاء مسکرا رہے ہیں
ادب سے حوریں ہیں سر بہ زانو' ملک فلک کو سجا رہے ہیں
مگر مجھے اس گھڑی سقیفہ کے کھیل کچھ یاد آ رہے ہیں
اگر صداقت جناب عمراں کی حق و باطل کی حد میں ہوگی
تو یاد رکھنا کہ خود نبوت تمہارے فتووں کی زد میں ہوگی

اگر مسلماں نہیں ہے عمراں تو پھر نکاحِ رسول باطل
اگر نکاحِ رسول باطل تو دیں کا ردو قبول باطل
جو دیں کا ردو قبول باطل تو پھر فروع و اصول باطل
اگر فروع و اصول باطل تو آدمیت فضول' باطل
جسے بھی عمراں کے دیں کو تشکیک کا ہدف بنانے کا شوق ہوگا
وہ سوچ لے حشر تک اسی کے گلے میں لعنت کا طوق ہوگا

Scanned with CamScanner

ادھر وہ ہاشم کا لخت دل ہے، ادھر خویلد کی آبرو ہے
ادھر ہے اخلاق کا سمندر، ادھر محبت کی آبجو ہے
ادھر ازل سے امین و صدیق، ادھر حقیقت کی جستجو ہے
یہ دونوں معصوم یوں ملے ہیں، شرف شرافت کے روبرو ہے
کھنچا ہوا ہے افق سے تا بہ افق خط مستقیم ایسا
کہاں ہے تصویر صدق ایسی کہاں ہے در یتیم ایسا

پیمبریؐ پر ترے کرم کی کہانیاں ہیں طویل بی بی
مگر میری زندگی کی مدت ہے ایک پل سے قلیل بی بی
کھلے ہیں جس میں کنول حیا کے تو ہے وفا کی وہ جھیل بی بی
یہ حد نہیں ہے کہ تیرے در کا غلام ہے جبرئیل بی بی
مری جبیں تیرے آستاں کے سوا کسی در پہ خم نہیں ہے
کہ تیرے نقشِ قدم کی مٹی بھی آسمانوں سے کم نہیں ہے

قصیدۂ جناب امام زین العابدین علی بن حسینؑ

وہ علی عابدؑ بنی ہاشم کی غیرت کا نشاں
جس نے اپنی پشت پر لکھی وفا کی داستاں
کاروانِ آدمیت کا امیر کارواں
جس کے قدموں کو مسلسل چومتی تھیں بیڑیاں
کیوں زباں ترسے نہ اس کی مدح خوانی کے لیے
جس کو زینب نے چنا ہو سار بانی کے لیے

وہ امامت کے صدف کا ایک تابندہ گہر
شجرۂ حق کی مقدس شاخ کا چوتھا ثمر
جس نے بانٹیں علم کے در کی شعاعیں در بدر
مسکرا دیتا تھا جو تازہ مصیبت دیکھ کر
پتھر کی بارشوں میں بھی جسے نیند آ گئی
لشکرِ باطل پہ جس کی ناتوانی چھا گئی

Scanned with CamScanner

جس کی آنکھوں میں سدا رہتی تھی اشکوں کی جھڑی
ڈھونڈتی رہتی تھی جس کو امتحانوں کی گھڑی
گھوم کر ٹوٹی سرِ باطل پہ جس کی ہتھکڑی
وہ کہ جس کے حوصلوں پر خود مصیبت رو پڑی
جس جگہ بھی اس شہنشہ کے سپاہی اڑ گئے
زندگی کیا موت کے ماتھے پہ بھی بل پڑ گئے

جو مکمل کر گیا دیں کے ادھورے کام کو
جس نے مٹی میں ملا ڈالا امیرِ شام کو
جس کی بیماری نے بخشی ہے شفا اسلام کو
جس نے جھک جھک کر کیا اونچا خدا کے نام کو
جس نے باطل کی زمیں میں بیج حق کا بو دیا
جس کی آنکھوں کے لہو نے حرفِ بیعت دھو دیا

ایک قیدی اک حکومت کے مقابل ہو تو یوں
اک برہنہ پا مسافر، میرِ منزل ہو تو یوں
ایک غیرت مند، حق گوئی میں کامل ہو تو یوں
ایک بیٹا باپ کی مسند کے قابل ہو تو یوں
دیکھ لو بھرتے ہیں یوں بجلی خس و خاشاک میں
یوں ملاتے ہیں غرورِ آمریت خاک میں

جسم زنجیروں کی زد میں لب پہ شکرِ کردگار
بیڑیاں پاؤں میں، ہاتھوں میں زمانے کی مہار
آنکھ زنداں پر، تسلط میں رخِ لیل و نہار
قیدیوں کا ہم سفر لیکن خدائی کا وقار
جو بچھا دے اپنی زنجیروں کا بستر فرش پر
جس کے سجدوں سے زمیں ہنس دے فرازِ عرش پر

ڈھل رہے ہیں جس کے آنسو رحمتوں کے ابر میں
دفن کرتا تھا جو زندہ قاہری کو قبر میں
زلزلہ جس نے کیا پیدا وجودِ جبر میں
جس کی خاموشی ہے اک معیار اب تک صبر میں
جو حسینی صبر اب تک دین کی بنیاد ہے
انتہا اس صبر کی زینبؑ نہیں سجاد ہے

Scanned with CamScanner

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے
ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے
جاں بیچ کے خالق سے ترا نام خریدا
یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآں میں رقم ہے
پھولوں سے بھری رت سے ترا عکسِ تبسم
برسات کا موسم بھی ترا دیدۂ نم ہے

Scanned with CamScanner

جس کی آنکھوں میں سدا رہتی تھی اشکوں کی جھڑی
ڈھونڈتی رہتی تھی جس کو امتحانوں کی گھڑی
گھوم کر ٹوٹی سرِ باطل پہ جس کی ہتھکڑی
وہ کہ جس کے حوصلوں پر خود مصیبت رو پڑی
جس جگہ بھی اس شہنشہ کے سپاہی اڑ گئے
زندگی کیا موت کے ماتھے پہ بھی بل پڑ گئے

جو مکمل کر گیا دیں کے ادھورے کام کو
جس نے مٹی میں ملا ڈالا امیرِ شام کو
جس کی بیماری نے بخشی ہے شفا اسلام کو
جس نے جھک جھک کر کیا اونچا خدا کے نام کو
جس نے باطل کی زمیں میں بیج حق کا بو دیا
جس کی آنکھوں کے لہو نے حرفِ بیعت دھو دیا

ایک قیدی اک حکومت کے مقابل ہو تو یوں
اک برہنہ پا مسافر، میر منزل ہو تو یوں
ایک غیرت مند، حق گوئی میں کامل ہو تو یوں
ایک بیٹا باپ کی مسند کے قابل ہو تو یوں
دیکھ لو بھرتے ہیں یوں بجلی خس و خاشاک میں
یوں ملاتے ہیں غرورِ آمریت خاک میں

جسم زنجیروں کی زد میں لب پہ شکرِ کردگار
بیڑیاں پاؤں میں، ہاتھوں میں زمانے کی مہار
آنکھ زنداں پر، تسلط میں رخِ لیل و نہار
قیدیوں کا ہم سفر لیکن خدائی کا وقار
جو بچھا دے اپنی زنجیروں کا بستر فرش پر
جس کے سجدوں سے زمیں ہنس دے فرازِ عرش پر

ڈھل رہے ہیں جس کے آنسو رحمتوں کے ابر میں
دفن کرتا تھا جو زندہ قاہری کو قبر میں
زلزلہ جس نے کیا پیدا وجودِ جبر میں
جس کی خاموشی ہے اک معیار اب تک صبر میں
جو حسینی صبر اب تک دین کی بنیاد ہے
انتہا اس صبر کی زینبؑ نہیں سجاد ہے

Scanned with CamScanner

قصیدہ جناب امامِ زین العابدین علیہ السلام

نکھرے ہوئے کردار کا قرآن ہے سجادؑ
سرچشمۂ دیں' عظمتِ ایمان ہے سجادؑ
تقدیر علیؑ' قسمتِ عمرانؑ ہے سجادؑ
اسلام کی تاریخ کا عنوان ہے سجادؑ
یہ شہر فضائل ہے' مصائب کا جہاں ہے
تکبیرِ نبوت ہے' امامت کی اذاں ہے
انسان کے احساس کی معراج ہے سجادؑ
جذبات کی تقدیر کا سرتاج ہے سجادؑ
مظلوم کی آنکھوں میں مکیں آج ہے سجادؑ
کب تیرے مرے ذکر کا محتاج ہے سجادؑ
جب تک ہے جہاں میں حق و باطل کا فسانہ
سجادؑ کے سجدوں کو نہ بھولے گا زمانہ

قصیدہ حضرت امام رضا عل

یہ رنگ یہ رم جھم یہ برستی ہو
کھلتے ہوئے ریشم کی طرح رات
دہکے ہوئے جذبوں سے مہ و سال
یہ گلبنِ یاقوت میں بکھرنے ہو
یہ خاتمِ انگشت شب و روز ک
یہ بارشِ فیروزہ و الماس ک
ہستی کے خدوخال پہ الہام کے
مستی میں یہ بجتے ہوئے الفاظ
یہ وجد کا عالم ہے کہ دل پر نہ
پلکوں کے غلافوں میں ستارے ہیں

Scanned with CamScanner

الفاظ ہیں کم قیمت و کم قامت و کم رو
اک وہؑ کہ زبانوں کی رسائی سے ہے بالا
اِک میں کہ مجھے ٹھیک سے آتی نہیں اردُو
اے ربِّ زباں خالقِ اقلیمِ تخیل
اے صاحبِؑ قرآں کے لیے قوتِ بازو
اے تو کہ ترا نطق ہوا نہجِ بلاغت
دے میرے تکلم کو بھی طرماح کی خوبو
خود لفظ ترے اذنِ سلونی کا ہے محتاج
الفاظ و مفاہیم کا محتاج نہیں تو
بہتر ہے کہ اب قافیہ تبدیل کروں میں
پھر فطرت الفاظ بدلنے لگی پہلو
دے اذن کہ تو صاحبِ اسرارِ قلم ہے
یہ شب تو شبِ مدحتِ سلطانِ عجم ہے
سلطانِ عجمؑ صاحبِ دِلداریِ کونین
مختارِ ازلؑ قافلہ سالارِ امم ہے
کہنے کو علیؑ نام رضاؑ کام شفاعت
غربت میں بھی سلطانِ شب و روزِ اِرم ہے

پیکر ہے کہ اقصیٰ کا فلک بوس منارہ
سایہ ہے کہ اک ابر سرِ صحنِ حرم ہے
زُلفیں ہیں کہ کعبے میں شبِ قدر کی آیات
چہرہ ہے کہ دیباچۂ آئینِ کرم ہے
آنکھیں ہیں کہ ثقلین کی بخشش کی سبیلیں
ماتھا ہے کہ سرنامۂ تعظیمِ امم ہے
رخسارؑ معابد ہیں مہ و مہر وفا کے
کردار کی عظمت میں رسولوں کا حشم ہے
رفتارؑ قیامت کو بھی تعظیم سکھائے
کونین کی شاہی کا فسوں زیرِ قدم ہے
بازو ہیں کہ وحدت کی حکومت کی حدیں ہیں
قد ہے کہ سرِ عرشِ بریں حق کا علم ہے
شانے ہیں کہ انساں کی شرافت کے خزانے
سینہ ہے کہ اک صفحۂ تاریخِ قدم ہے
ہاتھوں کی لکیریں ہیں کہ کوثر کی شعاعیں
ناخن کی چمک رشکِ رُخِ شیشۂ جم ہے
ملبوس کی ہر تہہ سے دھنک رنگ چرائے

Scanned with CamScanner

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے
ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے
جاں بیچ کے خالق سے ترا نام خریدا
یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآں میں رقم ہے
پھولوں سے بھری رت سے ترا عکسِ تبسم
برسات کا موسم بھی ترا دیدۂ نم ہے

مختارِ آلِ محمد

خورشیدِ شجاعت کی کرن ہے مرا مختار
بے خوف خیالوں کا بدن ہے مرا مختار
اسرارِ عقیدت کا چمن ہے مرا مختار
دھرتی پہ دلیری کا گگن ہے مرا مختار
مختار کی ہیبت ہے وہ اربابِ ستم میں
رعشہ نظر آتا ہے مورخ کے قلم میں

مختار کو ہم لوگ بڑھاتے نہیں حد سے
لیکن ہمیں نفرت ہے زمانے کے حسد سے
اب تک جو سرافراز ہو سرورؑ کی مدد سے
محشر میں ملے داد جسے حق کے اسد سے
ایسا کوئی ساونت، جری، حر نہیں دیکھا
مختار سا پھر کوئی بہادر نہیں دیکھا

Scanned with CamScanner

قدموں پہ سدا گردنِ افلاک بھی خم ہے

ہے امرِ اولی الامر کہ تصویر ہو زندہ
عیسیٰ سے کہو آئے مقابل میں جو دم ہے

جاں بیچ کے خالق سے ترا نام خریدا
یہ ذکرِ علیؑ آج بھی قرآں میں رقم ہے

پھولوں سے بھری رت سے ترا عکسِ تبسم
برسات کا موسم بھی ترا دیدۂ نم ہے

مختارِ آلِ محمد

خورشیدِ شجاعت کی کرن ہے مرا مختار
بے خوف خیالوں کا بدن ہے مرا مختار
اسرارِ عقیدت کا چمن ہے مرا مختار
دھرتی پہ دلیری کا گگن ہے مرا مختار
مختار کی ہیبت ہے وہ اربابِ ستم میں
رعشہ نظر آتا ہے مورخ کے قلم میں

مختار کو ہم لوگ بڑھاتے نہیں حد سے
لیکن ہمیں نفرت ہے زمانے کے حسد سے
اب تک جو سرافراز ہو سرورؑ کی مدد سے
محشر میں ملے داد جسے حق کے اسد سے
ایسا کوئی ساونت، جری، حر نہیں دیکھا
مختار سا پھر کوئی بہادر نہیں دیکھا

Scanned with CamScanner

بجلی کو کبھی گر کے پلٹتے ہوئے دیکھو
یا جنگ میں دھرتی کو الٹتے ہوئے دیکھو
طوفاں کبھی قطروں میں سمٹتے ہوئے دیکھو
چڑیوں پہ عقابوں کو جھپٹتے ہوئے دیکھو
چومے جو کبھی موت کوئی زرد سا ماتھا
تم سوچنا' مختار کی تلوار میں کیا تھا

اے قسمت اسلام کے منحوس ستارو
طغیانی تشکیک کے بہتے ہوئے دھارو
اے مکہ تہِ خاک سقیفہ کے کنارو
چہروں سے ریا پاش نقابیں تو اتارو
پہلے کسی ملعون کی تائید کرو تم
پھر شوق سے مختار پہ تنقید کرو تم

مختار کا چہرہ ہے کہ صبحوں کا ورق ہے
ماتھا ہے کہ اک صفحۂ انجیل ادق ہے
رخسار کی رنگت ہے کہ اعجازِ شفق ہے
ہونٹوں پہ دھنک ہے کہ یہ دیباچۂ حق ہے
حملے ہیں کہ آثار پیمبر ؐ کی دعا کے
مختار کے بازو ہیں کہ پرچم ہیں قضا کے

آنکھیں ہیں کہ فانوس رخِ عرشِ بریں پر
پلکیں ہیں کہ جھومر ہیں ستاروں کی جبیں پر
زلفیں ہیں کہ بادل سے رخِ مہرِ مبیں پر
ہیبت ہے کہ اک حشر سا کوفے کی زمیں پر
یہ پھول یہ جگنو یہ فلک تاب ستارے
مختار کی تلوار سے جھڑتے ہیں شرارے

خاکِ درِ بوتراب

کیا خاک وہ ڈریں گے لحد کے حساب سے
منسوب ہیں جو خاکِ درِ بوتراب سے

مشکل کشا ہیں پاس، فرشتو ادب کرو
مشکل میں ڈال دوں گا سوال و جواب سے

خیبر میں دیکھنا یہ ہے جبریل یا اجل؟
لپٹا ہوا ہے کون علی کی رکاب سے

جو "یاعلی مدد" کو گنہ کہہ کے چڑ گئے
وہ بے خبر ہیں میرے گنہ کے ثواب سے

پہلے یہ ضد تھی خواب میں دیکھیں گے خلد کو
اب ضد یہ ہے کہ خلد میں جاگیں گے خواب سے

محسن بہشت مولا علیؑ کی ولا سے ہے
میں نے یہی پڑھا ہے خدا کی کتاب سے

Scanned with CamScanner

⊙

روحِ اذاں ہے باپ تو بیٹا نمازِ دیں
مسجد علی کی ہے تو مصلّٰی حسینؑ کا
جاگیر کبریا ہوئی تقسیم اس طرح
کعبہ علیؑ کا، عرشِ معلّٰی حسینؑ کا

⊙

وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غمِ حسینؑ
قصرِ اِرم تو اس کے لیے سنگ وخشت ہے
جس سلطنت پہ راج ہو میرے حسینؑ کا
اُس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے

Scanned with CamScanner

منصب کا اشتیاق نہ پروائے تخت و تاج
تیرا ہر اک غلام بڑی تمکنت میں ہے
جنت میں کون جائے گا تیری رضا بغیر
جنت بھی اے حسینؑ تیری سلطنت میں ہے

انگشتری ہے دیں کی، نگینہ حسینؑ کا
خیرات میں بھی دیکھ قرینہ حسینؑ کا
سورج پہ سوچ، چاند، ستاروں پہ غور کر
تقسیم ہو رہا ہے پسینہ حسینؑ کا

اپنی تقدیر پہ سایہ ہے ترا ابن علیؑ
قافلہ گردشِ دوراں کا کہاں رُکتا ہے؟
پرچمِ حضرتِ عباسؑ کا بوسہ لینے
سجدہ کرنے کو کئی بار فلک جھکتا ہے

صبر و سکوں کا ناز وہی دِل کا چین ہے
مظلوم ہو کے بھی جو شہِ مشرقین ہے
پوچھی متاعِ دامنِ اسلام جب کبھی
اسلام کہہ اُٹھا، مرا سب کچھ حسینؑ ہے

Scanned with CamScanner

⊙

جو ناطقِ قرآں نے دیا نوکِ سناں سے
پیغام وہ دنیا سے مٹے گا نہ مٹا ہے
قانونِ حسین ابنِ علیؑ بر سرِ صحرا
عباسؑ نے ہاتھوں کو قلم کر کے لکھا ہے

⊙

کوئی تو ہے جو ظلم کے حملوں سے دُور ہے
کوئی تو ہے جو ضبطِ وفا کا غرور ہے
اب تک جو سرنگوں نہ ہوا پرچمِ حسینؑ
اِس پر کسی کے ہاتھ کا سایہ ضرور ہے

⊙

عباسؑ صحیفہ ہے امامت کے عمل کا
عباسؑ کی آواز ہے فرمان ازل کا
ہر ظلم کی تقدیر ہے جکڑی ہوئی اس میں
عباسؑ کا پنجہ بھی شکنجہ ہے اجل کا

⊙

انسان کو سکون سے رہنا سکھا دیا
ہنس ہنس کے ظلم و جور بھی سہنا سکھا دیا
شبیرؑ تیری پیاس نے محشر کی شام تک
آنکھوں کی ہر فرات کو بہنا سکھا دیا

Scanned with CamScanner

⊙

لمحہ لمحہ رُخِ احساس کی ضو بٹتی ہے
ریزہ ریزہ غمِ کونین کی لو بٹتی ہے
پوچھ مت کتنی بلندی پہ ہے شبیرؑ کی پیاس
اِس کی تعریف میں کوثر کی زباں کٹتی ہے

⊙

آنکھوں میں جاگتا ہے سدا غم حسینؑ کا
سینے میں سانس لیتا ہے ماتم حسینؑ کا
مٹی میں مل گئے ہیں ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا

⊙

دھوپ کی موج میں سورج کا بھی خوں ملتا ہے
سوگ میں پرچمِ احساس نگوں ملتا ہے
ہاں مگر ابن علیؑ ایک شجر ہے ایسا!
جس کے سائے میں شریعت کو سکوں ملتا ہے

⊙

اعمال میں ثبوتِ ولا ہے غمِ حسینؑ
نبیوں کی بندگی کا صلا ہے غمِ حسینؑ
دشمن غمِ حسین کے دوزخ کا رزق ہیں!
وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غمِ حسینؑ

Scanned with CamScanner

⊙

حکمت کے آئینے کا سکندر ہے تو حسینؑ
بخشش کا ہے کنار، سمندر ہے تو حسینؑ
اے وجہِ ذوالجلال فنا تجھ سے دور ہے
دل میں نہیں ہے، روح کے اندر ہے تو حسینؑ

⊙

سورج ابھی نہ جا تو حد مشرقین سے
جبریل ایک پل کو ٹھہر تو بھی چین سے
اے موت سانس روک، زمانے قیام کر
مصروفِ گفتگو ہے خدا خود حسین سے

⊙

مشکل ہے قرضِ ابن علیؑ کی ادائیگی
قدرت کو پھر ادھار نہ لینا پڑے کہیں
جنت تو کچھ نہیں مجھے ڈر ہے کہ حشر میں
اللہ کو اپنا عرش نہ دینا پڑے کہیں

⊙

ملنگوں کی نگاہوں میں عجب مستی نظر آئی
بلندی آسمانوں کی انہیں پستی نظر آئی
کبھی بہلول نے بیچی، کبھی حر نے خریدی ہے
خداوندا تری جنت بڑی سستی نظر آئی

Scanned with CamScanner

⊙

روزِ حساب سب کا سفر ہوگا مختلف
دوزخ میں کچھ گریں گے، کئی سنگ وخشت میں
لیکن حسینؑ ہم ترے نوکر بروزِ حشر
جائیں گے کربلا سے گزر کر بہشت میں

⊙

ذرا احتیاط سے کام لے نہ زباں دراز ہو اس قدر
کہ حسینیت سے الجھ سکے ابھی تجھ میں اتنا تو دم نہیں
ہے عروج دیں کا امیں یہی ہے نشانِ فتح مبیں یہی
اسے چشم بد سے نہ دیکھنا یہ علَم ہے تیرا قلم نہیں

⊙

پھوٹا تھا جو کبھی کسی نیزے کی نوک سے
ہر عہد پر محیط وہی انقلاب ہے
ہر دور میں حسینؑ نے ثابت یہ کر دیا
ہر دور کے یزید کا خانہ خراب ہے

⊙

غربت ہے رشکِ بختِ سکندر بنی ہوئی
صحرا کی تشنگی ہے سمندر بنی ہوئی
دیکھو سرِ حسینؑ کی بخشش کا معجزہ
نوکِ سناں ہے دوشِ پیمبرؐ بنی ہوئی

Scanned with CamScanner

⊙

ممکن نہیں کسی سے عداوت حسینؑ کی
سانسوں میں بٹ رہی ہے سخاوت حسینؑ کی
بازار کے ہجوم سے کہہ دو کہ چپ رہے
قرآن کر رہا ہے تلاوت حسینؑ کی

⊙

سکتے میں خواب دیں ہے کہ تعبیر کچھ کہے
قرآن دم بخود ہے کہ تفسیر کچھ کہے
نوکِ سناں سے عرش تلک خامشی تو دیکھ
خالق کو انتظار ہے شبیرؑ کچھ کہے

⊙

اب تک الجھ رہا ہے یزیدی ہجوم سے
شبیرؑ تو نے دین کو غازی بنا دیا
تجھ پر درود پڑھ کے پہنچتی ہے حق کے پاس
تو نے نماز کو بھی نمازی بنا دیا

⊙

حسینیت، تری تعظیم جا بجا ہوگی
یزیدیت تری تذلیل برملا ہوگی
ہر ایک دل پہ لگی ہے غمِ حسینؑ کی مہر
اگر شکست یہی ہے تو فتح کیا ہوگی

Scanned with CamScanner

⊙

مرضی ہے تیری، فکر میں ترمیم کر نہ کر
سلطانِ عقل و عشق کو تسلیم کر نہ کر
بچپن میں دیکھ لے ذرا دوشِ رسولؐ پر
پھر تو مرے حسینؑ کی تعظیم کر نہ کر

⊙

علیؑ جو قبر میں آئے ہوئے ہیں، چین سے ہوں
یہ دل ہے رقص میں خوشبو کی ڈالیوں کی طرح
فرشتے بہر سفارش زمیں پہ بیٹھے ہیں
کس سخی کے مہذب سوالیوں کی طرح

⊙

کیا فکر جہاں نوکر سلطانِ وفا ہوں
میں قبر کی آغوش میں راحت سے رہوں گا
محشر کی تپش مجھ کو پریشاں نہ کرے گی
میں پرچم عباسؑ کے سائے میں رہوں گا

⊙

اس شان سے جائیں گے سرِ حشر بھی ہم لوگ
مولا تیری چاہت کا بھرم ہاتھ میں ہوگا
جھک جھک کے ملیں گے ہمیں دربانِ ارم خود
سینے میں ترا عشق علم ہاتھ میں ہوگا

Scanned with CamScanner

⊙

واجب خدا کی ذات ہے ممکن حسینؑ ہے
انسان کی نجات کا ضامن حسینؑ ہے
جس سے شب سیاہ یزیدی لرز اٹھے
خود اپنے دل سے پوچھ وہی دن حسینؑ ہے

⊙

بشر کا نازؔ نبوت کا نورِ عین حسین
جنابِ فاطمہ زہرؑا کے دل کا چین حسین
کبھی نماز سے پوچھا جو رنج و غم کا علاج
کہا نماز نے بے ساختہ حسینؑ! حسینؑ!

⊙

تحت الثریٰ ہے بغض علیؑ کی گھٹن کا روپ
کوثر مرے حسینؑ کی بخشش کا نام ہے
جنت علیؑ کے سجدۂ وافر کی ہے زکوٰۃ
دوزخ بتولؑ پاک کی رنجش کا نام ہے

⊙

توحید کی چاہت ہے تو پھر کرب و بلا چل
ورنہ یہ کلی کھل کے کھلی ہے نہ کھلے گی
توحید ہے مسجد میں نہ مسجد کی صفوں میں
توحید تو شبیرؑ کے سجدے میں ملے گی

Scanned with CamScanner

⊙

بوقتِ مشکل، مرض کی حالت میں، دشمنوں سے الجھ الجھ کر
کبھی تو میرے سخی سے دنیا میں تم کوئی کام لے کے دیکھو
یہ نام سن کر تو موت کے بھی نہ ہاتھ شل ہوں تو مجھ سے کہنا
کبھی مصیبت پڑے تو میرے حسینؑ کا نام لے کے دیکھو

⊙

یہ بات یاد رکھ کہ عقیدے کی بات ہے
اس بات کا لقب ہی کلید نجات ہے
دوزخ منافقوں کی عبادت کا ہے جہیز
جنت علیؑ کے ذکر کی پہلی زکوٰۃ ہے

⊙

علیؑ اس شان سے نازل ہوئے ہیں
تحیر اک جہاں پر چھا گیا ہے
بتو! نکلو خدا کے گھر سے، دیکھو
خدا کی شکل والا آ گیا ہے

⊙

اگر کسی دل میں بغضِ حیدر کی دھول ہوگی جناب والا
تو پھر عقیدے کی ہر ادا بے اصول ہوگی جناب والا
اگر کسی سے بروزِ محشر خفا خفا ہو نبیؐ کی بیٹی
تو پھر بہشت بریں کی خواہش فضول ہوگی جناب والا

Scanned with CamScanner

⊙

حسنینؑ کے قدموں کی بچی دھول ہیں تارے
جنت کی فضا بنتؑ پیمبرؐ کے سبب ہے
ہے عرش محمدؐ کے فضائل کی بلندی
معراجؑ یداللہ کی زیارت کا لقب ہے

⊙

دست تاریخ کی پوشیدہ لکیریں تو پڑھو
ہر مسلمان کا مقسوم ابو طالب ہے
کفر و ایماں کی سیہ بحث کہاں سے آئی
جبکہ اسلام کا مفہوم ابو طالب ہے

⊙

ضمیر ابن آدم میں شعاعِ نورِ ایمانی
نگہبانِ رسالت کے بس اک نقش قدم سے ہے
نہ ہوتا یہ مسیحا تو شریعت سانس نہ لیتی
دل اسلام کی دھڑکن ابو طالب کے دم سے ہے

⊙

اگر نہ صبر مسلسل کی انتہا کرتے
کہاں سے عزمِ پیمبرؐ کی ابتدا کرتے
خدا کے دیں کو تمنا تھی سرفرازی کی
حسینؑ سر نہ کٹاتے تو اور کیا کرتے

Scanned with CamScanner

⊙

نوکِ سناں پہ ہے سرِ مظلوم سرفراز
خنجر غرورِ ظلم کے سینے میں گڑ گیا
کہنے لگے حسینؑ کہ بول اے یزیدیت
بس ایک وار میں ترا چہرہ بگڑ گیا

⊙

کعبہ علیؑ کا مسجد و منبر علیؑ کے ہیں
ابدال و غوثؒ و قطب و قلندر علیؑ کے ہیں
محشر میں اہلِ حشر پہ آخر کھلا یہ بھید
سوداگرانِ خلد، گداگر علیؑ کے ہیں

⊙

دنیا و آخرت میں نہ بھوکے مریں گے ہم
غربت میں بھی نہ اپنے قدم ڈگمگائیں گے
بے روزگار ہو بھی گئے گر تو دیکھنا
جنت کے گھر کو بیچ کے روٹی کمائیں گے

⊙

چھیڑو نہ مجھے اے مرے دلدار ملنگو
جو کچھ بھی تمہیں چاہیے ماحول سے لے لو
اس وقت میں نبیوں کے مسائل میں ہوں مصروف
جنت کی طلب ہے تو وہ بہلول سے لے لو

Scanned with CamScanner

⊙

ہے علم و آگہی کا سمندر علیؑ کا نام
لیتے ہیں غوث و قطب و قلندر علیؑ کا نام
فرطِ ادب سے میرے فرشتے بھی جھک گئے
میں نے لیا جو قبر کے اندر علیؑ کا نام

⊙

جلائیں مردے ٹھوکر سے ابھاریں ڈوبتا سورج
جہاں میں بندگانِ باہنر ایسے بھی ہوتے ہیں
علیؑ میرا خدا ہرگز نہیں لیکن بتا مجھ کو
خداوندا خدائی میں بشر ایسے بھی ہوتے ہیں

⊙

اللہ رے بانکپن ابو طالب کے لال کا
آئے تو مرتضیٰؑ نے ٹھکانہ کہاں لیا
بچپن کی پہلی ضد بھی نہایت حسین تھی
ملتی تھی جس سے شکل اسی کا مکاں لیا

⊙

غمِ حسینؑ کے آنسو ہیں اپنی آنکھوں میں
سجا کے جسم پہ ماتم کے داغ لائے ہیں
سنا تھا قبر کے اندر بڑا اندھیرا ہے
ہم اپنے ساتھ ہزاروں چراغ لائے ہیں

Scanned with CamScanner

⊙

شبیرؑ اگر دل میں ترا نقشِ قدم ہے
کچھ خوف ہے محشر کا نہ اعمال کا غم ہے
یہ بھید کھلا حر کے مقدر سے جہاں میں
جنت تو ترے ایک تبسم سے بھی کم ہے

⊙

ہری ہو کر مری شاخِ تمنا اور ہلتی ہے
مودت کے چمن میں ہر کلی یک لخت کھلتی ہے
خدا برحق سہی لیکن پریشانی کے عالم میں
علیؑ کا نام لینے سے بڑی تسکین ملتی ہے

⊙

اسلام کھو چکا تھا غرورِ یزید میں
کرتا نہ کربلا میں جو بیعت حسینؑ کی
شک ہو تو اب بھی روحِ پیمبرؐ سے پوچھ لے
رائج ہے دو جہاں میں شریعت حسینؑ کی

⊙

خلد بریں کی راہ کا رہبر ہے تو حسینؑ
تسکین قلب و روحِ پیمبر ہے تو حسینؑ
کیونکر نہ تیرا ورد کرے دینِ پنجتن
تسبیح فاطمہؑ کا مقدر ہے تو حسینؑ

Scanned with CamScanner

⊙

اب بھی آتی ہے یہ آوازِ رباب
عمر بھر دشت کو ترسیں بادل
ڈر نہ جائے کوئی معصوم بدن
قبر اصغرؑ پہ نہ برسیں بادل

⊙

پانی پانی کر گئی دریا کو اک بچے کی پیاس
تشنگی کو سانس لینے کا قرینہ آ گیا
تیر کھا کر ہنس پڑا اصغرؑ کچھ اس انداز سے
شرم سے قاتل کے ماتھے پر پسینہ آ گیا

⊙

اے کفر کے فتووں کی دکاں کھولنے والو!
بوسیدہ عقائد کے در و بام سنبھالو
پھر شوق سے ہم اہلِ مودت سے الجھنا
پہلے ذرا ایمان بزرگوں کا بچا لو

⊙

تو کفرِ کل کی ڈھال میں ایمانِ کل کا وار
دوزخ کے راستے کا مسافر ہے تو کہ میں
تو پیرو یزید میں نوکر حسینؑ کا
سچ سچ بتا کہ اصل میں کافر ہے تو کہ میں

Scanned with CamScanner

⊙

فرعونِ عصرِ نو کے نمک خوار نوکرو
جو تم کو غرق کر دے وہی نیل ہم بھی ہیں
اے ابرہہ کی فوج کے بدمست ہاتھیو
انجام سوچ لو کہ ابابیل ہم بھی ہیں

⊙

ان کی فطرت ہے ہر اک مومن سے لڑنا بے سبب
ان سے پہلے بھی کئی شیطاں صفت آئے گئے
یہ تو کیا ہیں غور سے دیکھا، تو ان کی بھیڑ میں
کچھ نبوت پر بھی شک کرتے ہوئے پائے گئے

⊙

ہر درد کے لبوں پہ سجا ہے دوا کا نام
حاجت سے پوچھ لے کبھی حاجت روا کا نام
تجھ کو یقیں نہ ہو تو کبھی آزما کے دیکھ
مشکل کی موت ہے مرے مشکل کشا کا نام

⊙

ہر ایک اشک شبنم برگِ گل نجات
کالی قبا، لبادۂ عرشِ برین ہے
ماتم نہیں حسین کی عظمت کا طبل ہے
نوحہ نہیں ترانۂ فتح مبین ہے

Scanned with CamScanner

⊙

انسانیت کو روپ بدلنا سکھا دیا
قطرے کو بحرِ تند میں ڈھلنا سکھا دیا
تو نے بشر کی آبلہ پائی کو اے حسینؑ
خنجر کی تیز دھار پہ چلنا سکھا دیا

⊙

حسینؑ جس کے گداگروں نے بہشت بیچی زمین پر بھی
حسینؑ جس کے علم کا سایہ رہے گا عرش بریں پر بھی
حسینؑ جس کے لہو کی جھلمل ہے کہکشاں کی جبین پر بھی
حسینؑ جس کے عمل کی خوشبو برس رہی ہے یقین پر بھی

⊙

مولانا حسینؑ تیری مودت سے عہد ہے
اس عہد پر حضور ہمیں اب غرور ہے
ہم تیرے دشمنوں کو نہ بخشیں گے حشر تک
اور حشر میں بھی ان سے الجھنا ضرور ہے

⊙

تاجدارِ قلب و جاں بحرِ سخا عباسؑ ہے
پاسدارِ فاتحِ کرب و بلا عباسؑ ہے
کیوں نہ ہو مقبول اس کا نام خاص و عام میں
حیدرؑ و حسنینؑ و زہراؑ کی دعا عباسؑ ہے

Scanned with CamScanner

⊙

جو ناطق قرآں نے دیا نوکِ سناں سے
پیغام وہ دنیا سے مٹے گا نہ مٹا ہے
قانونِ حسین ابن علی برسر صحرا
عباس نے ہاتھوں کو قلم کر کے لکھا ہے

⊙

خیراتِ علم و بخشش محشر، متاعِ خلد
ملتی ہے بے دریغ یہ حسن نصیب ہے
جو کچھ بھی مانگنا ہے وہ حیدرؑ کے در سے مانگ
یہ در، درِ خدا سے نہایت قریب ہے

⊙

شبیرؑ تو نے درد کا ایواں سجا دیا
صحرا کو مثل عرشِ معلیٰ بنا دیا
تجھ پر نماز ختم ہے اے دیں کے تاجدار
تیروں پہ تو نے اپنا مصلیٰ بچھا دیا

⊙

نیزے کی نوک، دوشِ نبیؐ، زین ذوالجناح
جچتی ہے اس طرح کی سواری حسینؑ کو
جس زندگی پہ سایۂ ظلم یزید ہو
اس زندگی سے موت ہے پیاری حسینؑ کو

Scanned with CamScanner

ہم حسابی نہ کتابی پہ خبر ہے اتنی
اپنے مومن کے لیے حق کے ولی آتے ہیں
زندگی وار کے اس واسطے پہنچے ہیں یہاں
قبر میں ہم نے سنا تھا کہ علیؑ آتے ہیں

حشر والو! ہمیں محشر کی ضرورت کیا تھی؟
چارۂ ضعف بصارت کو چلے آئے ہیں
خوفِ دوزخ ہے نہ فردوس کا لالچ ہم کو
ہم تو مولاؑ کی زیارت کو چلے آئے ہیں

زمانے بھر میں ایسا کیمیا گر کب ہوا پیدا؟
کسی کنکر کو چھو لے اور پل میں دُر بنا ڈالے
حسینؑ ابن علیؑ جیسا سخی، گر ہو تو لے آؤ
جو اک چشمِ کرم سے مجرموں کو حر بنا ڈالے

غنچۂ بنت اسدؑ شیر جلی یاد آیا
حرزِ جاں روحِ اذاں حق کا ولی یاد آیا
جب کبھی ماہِ رجب صحن حرم سے گزرا
مسکراتے ہوئے کعبے کو علیؑ یاد آیا

Scanned with CamScanner

⊙

لمحہ ابھر رہا ہے فروع و اصول کا
منظر نکھر رہا ہے وہ زد و قبول کا
صف باندھ کر کھڑی ہیں جہاں کی حقیقتیں
تاریخ لکھ رہا ہے نواسۂ رسولؐ کا

⊙

عصر کی تشنہ لبی یاد آئی
وقت کی بو العجبی یاد آئی
ابر برسا جو کہیں پر محسنؔ
مجھ کو اولادِ نبیؐ یاد آئی

⊙

یہی خیال مرے دل کا چین لگتا ہے
میں کیا کروں کہ یہی نورِ عین لگتا ہے
برا نہ مان کہ نیزے کی نوک پر مجھ کو
زمیں پہ عرش سے اونچا حسینؑ لگتا ہے

⊙

ترے دل میں کیسی گرہ پڑی تجھے اس سے اتنا حسد ہے کیوں؟
جو نبیؐ کی آنکھ کا نور ہے جو علیؑ کی روح کا چین ہے
کبھی دیکھ اپنے خمیر میں کبھی پوچھ اپنے ضمیر سے
وہ جو مٹ گیا وہ یزید تھا، جو نہ مٹ سکا وہ حسینؑ ہے

Scanned with CamScanner

⊙

عباسؑ کی وفا سے جسے بھی عناد ہو
اس کو خطاب کوفی و شامی دیا کرو
جب بھی مقابلے میں صفیں ہوں یزید کی
عباسؑ کے علم کو سلامی دیا کرو

⊙

عالم میں ہر سخی نے سوالی کے واسطے
ہاتھوں سے درخود اپنے خزانوں کے وا کیے
عباسؑ وہ سخی ہے کہ دنیا میں دین کو
ہاتھوں سمیت بھیک میں بازو عطا کیے

⊙

عمل کا زیب، شریعت کا زین کہتے ہیں
بطونِ قلب نبوت کا چین کہتے ہیں
جو سر کٹا کے جھکا دے سرِ غرورِ یزید
اسے سناں کی لغت میں حسینؑ کہتے ہیں

⊙

شجاعت کا صدف، مینارۂ الماس کہتے ہیں
غریبوں کا سہارا بے کسوں کی آس کہتے ہیں
یزیدی سازشیں جس کے علم کی چھاؤں سے لرزیں
اسے ارض و سما والے سخی عباسؑ کہتے ہیں

Scanned with CamScanner

⊙

عباسؑ کی چاہت کا یہ عالم ہے جہاں میں
ہر سانس پہ لگتا ہے کہ نیزے کی انی ہے
دریا میں ابھرتی ہوئی موجوں کو ذرا دیکھ
یہ ماتم عباسؑ میں زنجیر زنی ہے

⊙

آنکھوں میں جاگتا ہے سدا غم حسینؑ کا
سینے میں سانس لیتا ہے ماتم حسینؑ کا
مٹی میں مل گئے ہیں ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا

⊙

سینے میں جو عباسؑ کے قدموں کی دھمک ہے
ہیبت کئی ذروں کی سر عرش تلک ہے
یہ کہہ کے گزرتا ہے گرجتا ہوا بادل
بجلی مرے عباسؑ کے لہجے کی کڑک ہے

⊙

وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غم حسینؑ
قصر ارم تو اس کے لیے سنگ و خشت ہے
جس سلطنت پہ راج ہے میرے حسینؑ کا
اس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے

Scanned with CamScanner

⊙

کب بشر واقفِ اسرارِ جلی بنتا ہے
مردے ٹھوکر سے جلائے تو ولی بنتا ہے
کوئی انساں شبِ ہجرت بڑے آرام کے ساتھ
بسترِ موت پہ سوئے تو علیؑ بنتا ہے

⊙

حادثے جب بھی مجھے رہ سے ہٹانے آئے
لوگ جب بھی مجھے مشکل میں ستانے آئے
میں نے گھبرا کے کہا مولا علیؑ اور کئی
انبیاءؑ بڑھ کے مرا ہاتھ بٹانے آئے

⊙

لڑکھڑائی جو زبانِ نطقِ جلی یاد آیا
کوئی مشکل جو پڑی حق کا ولی یاد آیا
زندگی بھر تو سخن کہہ کے مکرنا سیکھا
موت جب سامنے آئی تو علیؑ یاد آیا

⊙

بدلی مصیبتوں کی جو چھائی تھی چھٹ گئی
مشکل مری حیات کے رستے سے ہٹ گئی
میں نے علیؑ کا نام لیا جب جلال میں
گھبرا کے میری موت بھی واپس پلٹ گئی

Scanned with CamScanner

⊙

کس نے کہا کہ مفتی و ملا کے شر میں آ؟
یا دشمنِ علیؑ کی حدودِ اثر میں آ
جنت خریدنے کو چلا ہے تو جانِ من!
بہلول کے سجے ہوئے "نیلام گھر" میں آ

⊙

قرطاسِ شفاعت کے سوا اور بھی کچھ مانگ
محشر میں مودت کی جزا اور بھی کچھ مانگ
جنت کا ہر اک گھر تیری جاگیر ہے لیکن
شبیر کے ماتم کا صلا اور بھی کچھ مانگ

⊙

نبضیں لرز رہی ہیں ضمیرِ حیات کی
سانسیں اکھڑ رہی ہیں دلِ کائنات کی
عباسؑ کے غضب کا اثر ہے کہ آج تک
ساحل سے دور دور ہیں موجیں فرات کی

⊙

کیوں کہہ رہے ہو رین بسیرا ہے زندگی
صحرائے کربلا کا سویرا ہے زندگی
ڈرتی ہے ان سے موت کہ جن کی نگاہ میں
عباسؑ کے علم کا پھریرا ہے زندگی

Scanned with CamScanner

⦿

پڑا جو رعب تو سب قیل و قال بھو گئے
چلا دماغ کچھ ایسا کہ چال بھول گئے
لحد میں ہم نے جو مولا علیؑ کا نام لیا
قسم خدا کی فرشتے سوال بھول گئے

⦿

چھائی تھا ظلم و جور سے جادہ حسینؑ کا
اپنے لہو میں تر تھا لبادہ حسینؑ کا
لیکن اصول دیں کو بچانے کے واسطے
باطل پہ چھا گیا ہے ارادہ حسینؑ کا

⦿

نہ پوچھ کیسے کوئی شاہِ مشرقین بنا
بشر کا حسنؑ عقیدت کا زیب و زین بنا
علیؑ کا خون، لعابِ رسولؐ شیرِ بتولؑ
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسینؑ بنا

Scanned with CamScanner